UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224070

UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—880—5-8-74—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۲۳ Accession No. U11150

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

6 JUL 1977

خونی کتّا

جملہ حقوق محفوظ ہیں

خونی کتا

سر آرتھر کانن ڈائل کے مشہور انگریزی ناول دی ہاؤنڈ آف دی بیسکروائل
کا سلیس اور دلچسپ اردو ترجمہ

از

مسٹر امتیاز علی صاحب بی اے

Checked 1973
OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

جسے

مولوی فیروز الدین اینڈ سنز گورنمنٹ پبلشرز ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور نے
اپنے مطبع فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام میر عبدالحمید پرنٹر چھپوا کر شائع کیا

قیمت فی جلد .... ایک روپیہ

فہرست مضامین

مضمون	نمبر صفحہ
پہلا باب	
شرلاک ہومز	۱
دوسرا باب	
باسکرولز پر قہر الٰہی	۱۲
تیسرا باب	۲۶
چوتھا باب	
سر ہنری باسکرول	۴۰
پانچواں باب	
تین ٹوٹے ہوئے ڈورے	۵۷
چھٹا باب	
باسکرول ہال	۷۳
ساتواں باب	
میریپٹ ہوس سٹیپلٹنز	۸۸
آٹھواں باب	
ڈاکٹر واٹسن کی رپورٹ	۱۱۰
نواں باب	
ڈاکٹر واٹسن کی دوسری رپورٹ دلدل پر کی روشنی	۱۲۳
دسواں باب	
انتخاب از روزنامچہ ڈاکٹر واٹسن	۱۴۵
گیارھواں باب	
پہاڑی پر کا آدمی	۱۵۸
بارھواں باب	
دلدل پر مُردہ	۱۷۵
تیرھواں باب	
دام تزویر	۱۹۴
چودھواں باب	
باسکرولز کا خونی کتا	۲۰۸
پندرھواں باب	۲۲۴

Checked 1975

خونی کتا

(۱)

شرلک ہومز

شرلک ہومز اُن راتوں کے سوا جن میں وہ اکثر اوقات بالکل سوتا ہی نہ تھا۔ بالعموم صبح دیر سے اُٹھنے کا عادی تھا۔ اب جبکہ وہ کھانا کھانے کی میز پر بیٹھا تھا۔ میں نے آتشدان کے پاانداز پر سے ہو کر ایک چھڑی اُٹھالی۔ جو گذشتہ شب ہمارے ایک ملاقاتی کی یہاں رہ گئی تھی۔ وہ اچھی خاصی مضبوط لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ اور اُس کے موٹے سرے کے عین نیچے تقریباً ایک انچ چوڑا چاندی کا چھلا سا لگا ہوا تھا۔ جس پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ تھی۔ "بخدمت جناب جیمز مارٹیمر۔ ایم۔ آر۔ سی ایس ...... منجانب احباب چ۔ک۔ش ...... ۱۸۸۴" یہ بالکل ویسی ہی چھڑی تھی جیسی کہ ہمارے پرانی وضع کے ڈاکٹر ہاتھ میں رکھا کرتے تھے۔

"واٹسن! تم اس سے کیا بنا رہے ہو؟"

ہومز کی پُشت میری جانب تھی اور میں نے چھڑی کے متعلق اُسے کچھ بھی نہ کہا تھا۔ اس لئے میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ شائد تمہارے سر کے پیچھے بھی آنکھیں ہیں؟"

ہومز۔ "پیچھے کی طرف آنکھیں نہیں تو کم از کم میرے سامنے اچھا صاف ستھرا اور قلعی شدہ قہوہ دان تو موجود ہے۔ لیکن واٹسن! یہ تو بتاؤ کہ اس چھڑی کے متعلق تم کیا رائے قائم کر رہے ہو؟ . . . . . چونکہ ہمیں اُس سے ملنے کا موقع نہیں ملا۔ اور نہ ہی ہمیں اس کے آنے کا مقصد معلوم ہو سکا۔ اس لئے اس اتفاقی یادگار کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ ذرا دیکھوں تو کہ تم اس کے ذریعے اس کے مالک کے متعلق کیا کچھ کر سکتے ہو؟"

اس کے جواب میں مَیں نے اپنے دوست کے طرز استدلال سے، جہاں تک ہو سکا کام لے کر کہا۔ "میرے خیال میں ڈاکٹر مارٹیمر ایک کامیاب اور ہر دلعزیز حکیم ہے۔ کیونکہ اُس کے واقف شناساؤں نے بطور قدردانی یہ چھڑی تحفتہً اُسے دی ہوگی۔"

ہومز۔ "خوب! بالکل درست۔"

مَیں۔ "میرا خیال ہے کہ غالباً وہ باہر دیہات میں طبابت کرتا اور وہ اپنے مریضوں کو دیکھنے اکثر پیدل ہی جاتا ہے۔"

ہومز۔ "یہ کیسے؟"

مَیں۔ "اگر پہلے کسی وقت میں یہ چھڑی نفیس ہو۔ لیکن اب تو ایسی ہو گئی ہے۔ کہ کوئی شہری طبیب اسے ہاتھ میں رکھنا

گوارا نہیں کر سکتا۔ نیچے کی موٹی آہنی شام بھی گھس گئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے اسے ہاتھ میں لئے کافی حصّہ زمین کی پیمائش فرمائی ہے"۔

ہومز۔ "بالکل ٹھیک"۔

میں۔ "اچھا تو پھر اس پر منجانب اسباب ج۔ک۔ ش" بھی لکھا ہوا ہے۔ اغلباً یہ کوئی مقامی شکاریوں کی انجمن ہوگی۔ جس کے ارکان نے ممکن ہے۔ کہ ہمارے ڈاکٹر کی طبّی امداد یا ایسی ہی دوسری خدمات کے عوض یہ چھڑی پیش کی ہو"۔

ہومز نے اپنی کرسی پیچھے ہٹا کر سگرٹ سُلگایا اور کہا۔ "واٹسن! تم بعض اوقات اپنی قابلیت سے تجاوز کر جاتے ہو۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں۔ کہ تم نے اب تک میرے متعلق جتنے واقعات چھپوائے ہیں۔ اُن سب میں تم نے اپنے متعلق عادتاً کسر نفسی سے کام لیا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ تم خود روشن نہ ہو۔ لیکن تم روشنی پہنچانے کا ذریعہ ضرور ہو۔ کیونکہ بعض آدمی چاہے خود تو غیر معمولی طور پر ذکی الطبع اور ذہین نہیں ہوتے۔ لیکن وہ اوروں کو تحریک دلا سکتے ہیں۔ عزیز من! میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں تمہارا بہت ممنون ہوں"۔

اُس نے اب تک میری اتنی تعریف کبھی نہ کی تھی۔ اور مجھے ماننا پڑتا ہے۔ کہ اُس کے الفاظ سے مجھے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ میں تو کئی دفعہ اس بات پر بیزار بھی ہو جاتا تھا۔ کہ میں تو اُس کے طریقۂ استدلال کی اشاعت اس سرگرمی سے کروں۔ اور ہومز میری خدمات کو اس بے توجہی سے دیکھے۔ البتہ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ فخر بھی تھا۔ کہ میں نے اُس کے

طریقے پر اس اُستادی سے کام کیا ہے - کہ اُس سے بھی خراج تحسین وصول ہو ہی گیا +

اب اُس نے چھڑی میرے ہاتھ سے لے لی - اور چند منٹوں تک اُس کو بغور دیکھتا رہا - پھر اُس نے ادائے مطلب کے ارادے سے سگرٹ ہاتھ سے رکھ دیا - اور کھڑکی کے قریب جاکر چھڑی کو ایک محدب (یعنی کلاں نما) شیشے سے دیکھنے لگا - جب وہ اپنی نشست پر واپس آیا - تو اُس نے کہا "ابتدائی تو ہے - لیکن دلچسپ بھی ہے .... اس چھڑی پر ایک دو اور نشان بھی ہیں - جن سے ہم چند ایک اور قیاسات بھی اخذ کر سکتے ہیں" +

میں نے فخریہ لہجے سے پُوچھا "کیا مجھ سے کوئی بات رہ گئی ہے؟"

ہومز "مجھے خوف ہے کہ تمہارے اکثر نتائج غلط ہیں - سچ تو یہ ہے - کہ جب میں نے کہا تھا - کہ تم نے مجھے تحریک دلائی تو اس سے میرا مطلب یہ تھا - کہ بعض دفعہ میں تمہاری غلطی دیکھ کر اصلی معاملے کی تہ کو پہنچ جاتا ہوں - میں یہ نہیں کہتا - کہ اس دفعہ تم بالکل ہی غلطی پر تھے - مثلاً یہ بات بالکل درست ہے - کہ شخص مذکور ایک دیہاتی طبیب ہے - اور اُسے پیدل بہت چلنا پڑتا ہے +

میں "تو میں بالکل درست تھا؟"

ہومز "بس اسی حد تک"۔

میں ۔"اس سے زیادہ تو کچھ تھا ہی نہیں - میں کیا کرتا"

ہومز "نہیں - جناب! ہرگز نہیں! مثلاً میں کہہ سکتا ہوں

کہ ایک ڈاکٹر کو تحفہ یا نشانی عام طور پر کسی شفاخانے سے ملتی ہے۔ نہ کہ شکاریوں سے۔ اور جب اُس کے پہلے حروف چ۔ک ہوں۔ تو عموماً اس سے مراد "چیرنگ کراس شفاخانہ" کی جاسکتی ہے"۔

میں: "ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو"۔

ہومز: "گمانِ غالب تو یہی ہے۔ اور اگر ہم اس بات کو آزمائشی طور پر مان لیں۔ تو اس سے ہمارے ملاقاتی کے متعلق رائے قائم کرنے کی ایک اور زمین نکل آتی ہے"۔

میں: "اچھا۔ اگر ہم بالفرض مان بھی لیں۔ کہ چ۔ک۔ش سے مراد چیرنگ کراس کا شفاخانہ ہی ہے۔ تو اس سے اور کونسے نتائج نکل سکتے ہیں؟"

ہومز: "میرا طریقہ استدلال تمہیں معلوم ہے۔ اب اس کے مطابق دیکھو۔ کہ بھلا کوئی اور نتیجہ نہیں نکلتا؟"

میں: "ظاہری طور پر تو نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ یہ ڈاکٹر دیہات میں جانے سے پیشتر شہر میں بھی طبابت کرتا رہا ہے"۔

ہومز: "میرے خیال میں ہم اس سے کچھ زیادہ کہنے کی بھی جرأت کر سکتے ہیں۔ ذرا چند ایک اور واقعات کی روشنی میں دیکھو۔ مثلاً اغلباً کس موقع پر اس قسم کا تحفہ پیش کیا جاسکتا ہے؟ اُس کے دوست کس موقع پر اپنی خوشنودی اور اُس کی خیرخواہی کا ثبوت پیش کرینگے؟ صاف ظاہر ہے۔ کہ اُسی وقت جبکہ ڈاکٹر مارٹیمر اپنے طور پر طبابت کرنے کے ارادے سے ہسپتال سے مستعفی ہوا ہوگا۔ اس لئے اگر ہم یہ کہیں کہ یہ تحفہ اُسے تبدیلی کے وقت دیا گیا ہوگا۔ تو ہم حقیقت سے بہت دُور نہ ہونگے"۔

میں: "بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے"۔

ہومز:- "اب تم ذرا غور کرو تو معلوم ہوگا - کہ وہ ہسپتال کے عملے میں سے نہیں ہے - کیونکہ ہسپتال کے اسٹاف میں اُنہیں کو جگہ مل سکتی ہے - جن کی پریکٹس لندن میں بہت اچھی طرح چل نکلی ہو اور ایسے آدمیوں کو کیا پڑی ہے جو دیہات میں جائیں - اب یہ سوال ہے کہ اگر وہ ہسپتال میں بھی موجود تھا - اور ہسپتال کے عملہ میں بھی نہیں تھا - تو پھر وہاں کیا کام کرتا تھا؟ اس صورت میں وہ یا تو ہوس سرجن ہو سکتا ہے یا ہوس فزیشن - یعنی اعلیٰ جماعتوں سے کچھ بہتر - اور پھر اُس نے آج سے پانچ سال پہلے ملازمت ترک کی - کیونکہ تاریخ تو چھڑی پر لکھی ہوئی ہے - بس واٹسن! تمہارے ادھیڑ عمر کے سنجیدہ اور متین انسان کی ہستی خیالی بن گئی اور اُس کی جگہ تیس سال سے کم عمر کے ایک ہردلعزیز اور قناعت پسند لیکن لاپرواہ انسان نے لے لی - جس نے متوسط سے قد کا ایک کُتّا بھی رکھا ہوا ہے"

جب شرلک ہومز نے کُرسی پر دراز ہو کر سگرٹ کے دو چار کش لگائے - اور دھواں چھوٹے چھوٹے حلقوں میں چھت کی طرف جانے لگا - تو میں اُس کی ناقابلِ تسلیم باتوں کو مجذوب کی بڑ سمجھ کر خوب ہی ہنسا - اور اُس سے مخاطب ہو کر کہا "تمہاری باتوں کے آخری حصے کے متعلق تو میرے پاس کوئی ثبوت نہیں - لیکن اُس کی عمر اور دیگر تفصیلات کا معلوم کرنا چنداں دشوار نہیں" - یہ کہہ کر میں نے اپنی چھوٹی سی طبّی کتابوں کی الماری کھول کر میڈیکل ڈائرکٹری نکالی اور اس میں مارٹیمر کا نام دیکھا - وہاں بہت سے مارٹیمر تھے - لیکن ہمارا ملاقاتی ایک ہی ہو سکتا تھا - جو عبارت اُس کے متعلق لکھی ہوئی تھی - میں نے بلند آواز سے پڑھی - دستویدا:-

"جیمز مارٹیمر - ایم - آر - سی - ایس، ۱۸۸۲ - گریمپن - ڈارٹموز - ڈیون - ۱۸۸۲ سے ۱۸۸۴ تک چیرنگ کراس ہسپتال میں ہاؤس سرجن رہے - ایک دفعہ تشخیص الامراض میں ایک مضمون کی وجہ سے جیکسن کے مقابلے کا انعام لیا - مضمون کا عنوان حسب ذیل ہے "کیا مرض صحتِ منعکس کا نام ہے"؟ سویڈن کی علم تشخیص الامراض کی سوسائٹی کے بھی رُکن ہیں - اس کے علاوہ ایک کتاب "اعادہ امراضِ آبائی بعد وقفہ" کے بھی مصنف ہیں - 'جریدۂ نفسیات' مارچ ۱۸۸۳ کے نمبر میں "ارتقائے ذہنی" پر ایک مضمون لکھا - اس کے علاوہ اضلاع گریمپن - تھارسلی اور ہائی بیرو کے اعلیٰ طبی افسر ہیں" +

اس پر ہومز نے ایک شرارت آمیز تبسم سے کہا " واٹسن! تمہارے اُن شکاریوں کا ذکر کہیں بھی نہیں آیا؟ لیکن تمہارے خیال کے مطابق وہ ایک دیہاتی حکیم ہی نکلا - میرے خیال میں میرے نتائج اور قیاسات کی کافی تصدیق ہوگئی ہے - اُسکی صفات کے متعلق مجھے یاد ہے - کہ میں نے اُسے ہر دلعزیز قناعت پسند اور لاپرواہ کہا تھا - میرا تجربہ شاہد ہے کہ صرف ایک ہر دلعزیز انسان ہی ایسے تحائف حاصل کرسکتا ہے اور صرف ایک قناعت پسند انسان ہی دیہات کو لندن پر ترجیح دیسکتا ہے اور علیٰ ہذاالقیاس ایک لاپرواہ شخص ہی ایک گھنٹہ تک انتظار کھینچنے کے بعد ملاقاتی کارڈ کی بجائے اپنی چھڑی تمہارے کمرے میں چھوڑ سکتا ہے ٔ میں - " اور کُتا +

ہومز - " اپنے مالک کے پیچھے پیچھے اُس کی چھڑی اُٹھانے کا عادی ہے چونکہ یہ قدرے بھاری ہے - اس لئے وہ اسے وسط پر سے مضبوطی سے پکڑتا رہا ہے - یہ دیکھو اُس کے دانتوں کے نشانات موجود ہیں .... اور کُتے کا جبڑا ظاہر کرتا ہے - کہ نہ تو وہ بڑا ہو سکتا ہے - اور نہ ہی چھوٹا - شائد .... واللہ! یہ تو گھنگھر والے بالوں والا

سپنیل ہے"۔ جب اُس نے یہ کہا۔ تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اور کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اب وہ یکایک کھڑکی کے قریب جا کر ٹھہر گیا۔ اُس کی آواز ایسی یقین دلانے والی تھی۔ کہ میں نے حیران ہو کر اُس کی طرف دیکھا +

میں۔ "یار تمہیں اس قدر یقین کس طرح ہو سکتا ہے؟"

ہومز۔ "اسی وجہ سے کہ میں اُس کتے کو اپنے دروازے کی سیڑھیوں پر دیکھ رہا ہوں۔ اور ہاں۔ سنو! اُس کے مالک نے اب دروازے کی گھنٹی بجائی ہے۔ .... واٹسن! خدا کے لئے ذرا ٹھہرو۔ وہ تمہارا ہم پیشہ بھائی ہے۔ شاید تمہاری موجودگی سے مجھے کچھ مدد مل سکے۔ اب نازک وقت ہے۔ واٹسن! جب تم اپنے دروازے پر کسی ایسے قدم کی آہٹ سنتے ہو جسے تم نہیں جانتے۔ کہ تمہاری بھلائی کے لئے ہے یا برائی کے لئے تو ایسا وقت عموماً نازک کہا کرتے ہو۔ .... خدایا! ڈاکٹر جیمز مارٹیمر جیسے سائینسدان کو شرلک ہومز ماہر جرائم سے کیا پوچھنے کی ضرورت ہوئی؟ تشریف لے آئیے!" اپنے ملاقاتی کو دیکھ کر میں حیران سا ہو گیا۔ کیونکہ میں تو سمجھتا تھا کہ عام دیہاتی حکیموں کی طرح ہو گا۔ لیکن وہ لمبا اُونچا نوجوان تھا۔ اُس کی سیاہی مائل رسیلی آنکھیں ایک دوسرے کے بالکل قریب تھیں۔ اُن پر سنہری چشمہ لگا ہوا تھا۔ جس کے عین وسط میں سے بلند ناک چونچ کی مانند اُوپر کو اُٹھی ہوئی تھی۔ وہ اگرچہ اپنے ہم پیشہ ڈاکٹروں کے لباس میں ملبوس تھا۔ لیکن بے سلیقگی سے۔ اُس کا فراک کوٹ میلا ہو رہا تھا۔ اور پاجامہ بھی گھسا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اور گو وہ اب تک جوان تھا۔ مگر کمر ٹیڑھی ہو چکی تھی۔ جب چلتا تھا۔ تو سر کو آگے جھکائے ہوئے ہر چیز کو نہایت تلطف آمیز نگاہوں سے دیکھتا۔ کمرے میں داخل ہوتے

ہی اُس کی نظر چھڑی پر پڑی۔ جو اُس وقت شرلک ہومز کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ وہ بلا تامل اُس کی طرف خوشی کے انداز میں لپکا ......
"مجھے اس قدر خوشی حاصل ہوئی ...... مجھے یاد نہ تھا کہ یہاں رہ گئی ہے یا جہاز والوں کے دفتر میں ...... میں تو ساری دُنیا کے بدلے اس چھڑی کو ہاتھ سے جانے نہ دوں! ......"+

ہومز: "شاید کسی کی نشانی ہے؟"

مارٹیمر: "جی ہاں"+

ہومز: "چیرنگ کراس ہسپتال سے؟"

مارٹیمر: "ہاں۔ میری شادی کے موقع پر دو تین احباب نے پیش کی تھی"+

ہومز: "یہ تو بڑی بُری بات ہوئی"+

ڈاکٹر مارٹیمر نے عینک میں سے آنکھیں جھپکتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔ "بُری کیوں؟"

ہومز: "محض اس لئے کہ آپ نے ہمارے قیاسات کو ذرا اُلجھا دیا۔ آپ نے کیا فرمایا ہے؟ شادی پر؟"

مارٹیمر: "جی ہاں۔ میں نے شادی کی۔ اور اس لئے ہسپتال کی ملازمت اور اس کے ساتھ طبی مشورہ دینے کی نشستوں وغیرہ کی بھی اُمید چھوڑ دی۔ لیکن اپنا گھر بنانے کے لئے یہ سب کچھ ضروری تھا"+

ہومز: "اچھا شکر ہے۔ آخر اس حد تک تو ہمارے قیاسات غلط نہ نکلے۔ اچھا ڈاکٹر جیمز مارٹیمر ......"+

مارٹیمر: "نہیں جناب ڈاکٹر کہاں۔ میں تو ایک معمولی انسان اور ایک غریب ایم۔ آر۔ سی۔ ایس ہوں"+

ہومز: "اور اغلباً ایک ذہن رسا کے مالک بھی؟"

مارٹیمر:- توبہ جناب! میں تو ایک اناڑی سائینسدان ہوں۔ مسٹر ہومز میں اس بحرِ ناپایاں کے کنارے چھوٹے چھوٹے سنگریزے چن رہا ہوں .... میرے خیال میں مجھے مسٹر شرلک ہومز سے ہی فخرِ ہمکلامی حاصل ہے۔ اور نہ کہ ...."+

ہومز:- (قطع کلام کرکے اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے) نہیں! میرے دوست ڈاکٹر واٹسن اِدھر ہیں"+

مارٹیمر:- میں آپ کی ملاقات سے نہایت محظوظ ہوا۔ کئی بار آپ کا اور آپ کے دوست کا نام سنا تھا...... مجھے تو آپ کی شخصیت سے بڑی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ مجھے بالکل امید نہ تھی۔ کہ آپ کی کھوپڑی اس قدر غیر معمولی طور پر لمبی ہوگی۔ اور نہ ہی مجھے یہ خیال تھا۔ کہ آپ کے کاسہ سر کے حصہ فوق العین کی نشوونما اس قدر زبردست ہوئی ہوگی۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو۔ تو میں آپ کی چوٹی پر اپنا ہاتھ پھیر لوں۔ آپ کے سر کا چربہ جب تک اصل دستیاب نہ ہو سکے کسی تشریح الابدان کی عجائب گاہ میں باعثِ تزئین ہوگا۔ اگرچہ میں اس کاروہ اور ناگوار سلسلے کو زیادہ نہیں چھیڑتا۔ لیکن میں اعتراف کرتا ہوں۔ کہ آپ کی کھوپڑی دیکھ کر میری طبیعت للچا رہی ہے"+

شرلک ہومز نے اس عجیب و غریب ملاقاتی کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور کہا:- "میں دیکھتا ہوں۔ کہ آپ اپنے شعبہ علم میں ایسی ہی سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں۔ جیسا کہ میں....... مثال کے طور پر آپ کی انگلی دیکھ کر بتا سکتا ہوں۔ کہ آپ اپنے سگرٹ اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں اگر آپ پینا چاہتے ہیں تو بڑے شوق سے سلگائیے"+

اس پر مارٹیمر نے جیب سے تمباکو اور کاغذ نکالا۔ اور نہایت حیرت انگیز پھرتی اور صفائی سے سگرٹ بنا لیا۔ اس کی لمبی چست اور کچھ پتلی

آنکھیاں نہایت دلچسپی سے مختصر تفکر رہی تھیں۔ آخر کار ہومز نے کہا "میں خیال کرتا ہوں۔ کہ آج اور گذشتہ شب آپ نے صرف میری کھوپڑی کا ملاحظہ فرمانے کے لئے ہی میری عزت افزائی نہیں کی؟

مارٹیمر۔ نہیں صاحب نہیں! اگرچہ خوش قسمتی سے یہ موقع بھی ساتھ ہی مل گیا ہے۔ لیکن مسٹر ہومز! میں اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ کہ مجھے معلوم ہے۔ کہ میں خود تو عملی انسان نہیں ہوں۔ اور مجھے یکایک ہی ایک غیر معمولی اور نہایت اہم مسئلے سے واسطہ پڑ گیا ہے۔ چونکہ میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ آپ یورپ بھر میں دوسرے درجے کے ایسے ماہر ہیں......

ہومز نے کسی قدر درشتی سے پوچھا "تو جناب! کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ اوّل ہونے کا فخر کس شخص کو حاصل ہے؟"

مارٹیمر۔ لیکن ایک سائنسدان اور علم دوست انسان پر مسٹر برٹلان[1] کے طریقے کا زیادہ اثر پڑے گا۔

ہومز۔ تو پھر آپ نے اُن سے کیوں نہیں مشورہ لیا؟"

مارٹیمر۔ جناب! میں نے تو کہا تھا۔ کہ سائنسدان اُن کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔ لیکن اگر عملی نقطۂ نگاہ سے دیکھیں۔ تو آپ مسلم الثبوت اور یکتا ماہر جانے گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے بھولے سے......"

ہومز۔ ذرا سنئیے! ڈاکٹر صاحب میرے خیال میں بہتر ہوگا۔ کہ اب آپ بلا تکلف مجھے اس معاملے کی حقیقت سے آگاہ کر دیں۔ جس میں آپ مجھ سے کچھ مدد چاہتے ہیں۔

---

[1] برٹلان۔ فرانس کا مشہور تشریح الابدان کا ماہر تھا۔ اس نے اعضاء کی پیمائش کے ذریعے مجرموں کی شناخت کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔

دوسرا باب

باسکرولز پر قہر الٰہی

ڈاکٹر جیمز مارٹیمر نے کہا "میری جیب میں ایک قلمی تحریر ہے"+

ہومز - ہاں جب آپ کمرے میں داخل ہوئے تھے تو میں نے دیکھی تھی+

مارٹیمر "یہ ایک پرانا قلمی نوشتہ ہے"+

ہومز - ہاں اگر جعلی نہیں تو اٹھارہویں صدی کے پہلے نصف کا معلوم ہوتا ہے"+

مارٹیمر "آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

ہومز "آپ نے اثنائے گفتگو میں اس میں سے انچ بھر یا تقریباً دو انچ میرے سامنے کر رکھا تھا۔ پس وہ سخت نالائق ماہر فن ہوگا۔ جو ایک دستاویز کو دیکھ کر دس سال یا اس کے قریب ہی تک کی تاریخ نہ بتا سکتا ہو۔ ممکن ہے۔ کہ آپ نے اس موضوع پر کہیں میرا مضمون بھی دیکھا ہو۔ اس کے متعلق میرا اندازہ تو سنہ ۱۷۳۰ء ہے"+

مارٹیمر - صحیح تاریخ تو سنہ ۱۷۴۲ء ہے"۔ پھر ڈاکٹر مارٹیمر نے **کاغذ** جیب سے باہر نکالا۔ "یہ خاندانی کاغذ سر چارلس باسکرول مرحوم نے جن کی اندوہناک مرگ مفاجات نے آج سے تین ماہ پیشتر ڈیون شائر میں اس قدر ہلچل مچادی تھی۔ میرے سپرد کیا تھا۔ کیونکہ میں اُن کا ذاتی دوست اور طبی مشیر تھا۔ وہ نہایت ہی اُولوالعزم۔ دانا۔ اصلی انسان تھے۔ وہ میری طرح غیر متخیل واقع ہوئے تھے۔ اُن سب باتوں کے

باوجود وہ اس بات کے واقعی قائل تھے۔ کیونکہ وہ اُس انجام کے لئے پہلے سے تیار تھے۔ جو اُنہیں بالآخر بھگتنا پڑا +

ہومز:۔ "واٹسن! تم دیکھتے ہو۔ کہ اس تحریر میں چھوٹا "س" اور بعض جگہ لمبا "ســـس" استعمال ہوا ہے۔ یہ اُن نشانات میں سے ایک ہے۔ جنہوں نے مجھے تاریخ مقرر کرنے میں مدد دی" +

میں نے اُس کے کندھے پر سے ہو کر زرد رنگ کے کاغذ اور مٹی ہوئی سیاہی کو دیکھا۔ سرورق پر جلی حروف میں "باسکرول ہال" لکھا ہُوا تھا۔ اور سب سے نیچے نہایت بدخطی سے "۱۷۴۲ء" گھسیٹا ہُوا تھا +

ہومز:۔ "یہ تو کسی قسم کا بیان معلوم ہوتا ہے؟"

مارٹیمر:۔ "باسکرولز کے خاندان کی ایک روایت سی ہے" +

ہومز:۔ "لیکن میرے خیال میں تو آپ کسی جدید اور عملی بات کے متعلق مجھ سے مشورہ لینے آئے ہیں؟"

مارٹیمر:۔ "بالکل جدید اور عملی بات کے لئے۔ معاملہ فوری توجہ کے قابل ہے۔ اور اس امر کا فیصلہ چوبیں گھنٹوں کے اندر اندر ہو جانا چاہیئے۔ لیکن یہ تحریر مختصر سی ہے۔ اور اس کا اس واقعے سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں" +

ہومز نے اپنی کرسی سے تکیہ لگایا۔ اپنی انگلیوں کے سروں کو اکٹھا کیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔ گویا کہ ڈاکٹر مارٹیمر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ ڈاکٹر مارٹیمر نے کاغذ کو روشنی کی طرف کر کے بلند اور پُر زور آواز میں اس عجیب و غریب داستان کو اس طرح پڑھنا شروع کیا:۔

"باسکرولز کے کُتّے کی اصلیت کے بارے میں بہت سی روایتیں

رائج ہیں۔ لیکن چونکہ میں براہ راست ہیوگو باسکرولز کی پشت میں
سے ہوں۔ اور چونکہ میں نے یہ کہانی اپنے باپ سے سُنی اور علیٰ ہذا
القیاس اُس نے اپنے آبا و اجداد سے سُنی تھی۔ اس لئے میں پورے
یقین و اعتقاد سے لکھ رہا ہوں۔ کہ یہ واقعہ ایسے ہی ہوا جس طرح
میں بتا رہا ہوں۔ میرے عزیز بچو! میں اس کے ساتھ ہی تمہیں جتلانا
چاہتا ہوں۔ کہ وہ خدا جو گناہ کے بدلے سزا دیتا ہے۔ وہ اسے معاف
کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہے۔ دُنیا کی سخت سے سخت اور کڑی سے
کڑی تکلیفیں اور مصیبتیں دُعا اور توبہ سے ٹل جاتی ہیں۔ پس تم کو لازم
ہے کہ اس روایت کو سُن کر گذشتہ زمانوں کے ثمرے کا خیال ترک کر دو۔
اور آئندہ کے لئے محتاط ہو جاؤ۔ تاکہ وہ قوت جس سے ہمارے خاندان
کو اتنا نقصان پہنچا ہے۔ تم پر پھر نہ ٹوٹ پڑے۔

یاد رہے کہ بڑے غدر میں (جس کا حوالہ میں لارڈ کلیرنڈن جیسے
جیّد مورخ کی تاریخ سے دیتا ہوں) باسکرولز کی موروثی عمارت جو
ہیوگو باسکرولز کے قبضہ میں تھی۔ جس سے کوئی شخص منکر نہیں ہو سکتا
کہ وہ شدید مزاج۔ بے دین اور ملحد تھا۔ ان باتوں کو تو اس کے حوالی
نظر انداز کر سکتے تھے۔ کیونکہ ان علاقوں میں کوئی خدا رسیدہ بزرگ موجود
نہ تھا۔ لیکن مزید برآں وہ کچھ ایسا ظالم اور اوباش واقع ہوا تھا کہ
سارے یورپ میں بطور ضرب المثل مشہور تھا۔ اتفاقاً وہ ایک کسان
کی لڑکی پر عاشق ہو گیا جس کے باپ کی زمین باسکرولز ہال کے قریب
تھی۔ چونکہ نوجوان لڑکی نہایت نیک خصال، عقلمند اور نیکنام تھی۔
اس لئے وہ ہمیشہ اس سے کنارہ کرتی رہی۔ کیونکہ وہ اس بدنام انسان
سے تعلقات قائم نہ کرنا چاہتی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد ایک تہوار (دعوت
میکائیل) کے دن موقع پا کر ہیوگو پانچ چھ بدمعاش دوستوں کی مدد سے

اُس لڑکی کو اُس کے والدین اور بھائیوں کی عدم موجودگی میں اُٹھا لایا۔ اور اُسے دوسری منزل کے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ ادھر ہیوگو اور اُس کے ہمراہی ڈٹ کر شراب پینے بیٹھ گئے۔ کہتے ہیں۔ کہ ہیوگو جب نشے میں ہوتا۔ تو اس قدر کڑک کڑک کر بولتا۔ کہ لوگ سہم کر رہ جاتے چنانچہ جب بیچاری لڑکی نے نہایت سخت اور تند لہجہ میں یہ شور و غل سُنا تو اُس کے حواس جاتے رہے۔ اور انتہائی خوف سے مجبور ہو کر اس نے وہ کچھ کیا جس سے بہادر سے بہادر اور پھرتیلے سے پھرتیلا انسان جھجک کر رہ جاتا۔ یعنی وہ جنوبی دیوار پر کی عشق پیچہ کی بیل کو پکڑ کر اولتی پر سے ہوا اپنے گھر کو بھاگ نکلی۔ جو باسکرول ہال سے تقریباً تین فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیوگو اپنے مہمانوں کو کھانے اور شراب یا اس سے بھی بدتر چیزوں کے لئے چھوڑ کر خود اُوپر گیا۔ دیکھا تو پنجرہ خالی ہے۔ اور کبوتر اُڑ گیا ہے۔ پھر تو وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُس میں کوئی خبیث روح داخل ہو گئی ہے۔ وہ سیڑھیاں پر سے گرجتا۔ کودتا۔ پھاندتا نیچے کھانا کھانے کی میز پر کود گیا۔ صراحیاں شیشے۔ گلاس۔ رکابیاں اور چمچے ہوا میں اُڑنے لگے۔ پھر اُس نے باوازِ بلند قسم کھائی۔ کہ اگر میں نے اُس چھوکری کو پکڑ لیا۔ تو آج کی رات سے ہی میں اپنے آپ کو شیطان کے سپرد کر دونگا"۔ اسی حالت میں جبکہ اُس کے غصے کو دیکھ کر سارے شرابی حیران کھڑے تھے۔ اُن میں سے ایک پلید تر یا شاید زیادہ بدمست شخص نے اُس کے پیچھے شکاری کتے چھوڑنے کا مشورہ دیا۔ اس پر ہیوگو دوڑا ہوا گیا۔ اور سائیسوں کو گھوڑی پر زین کسنے اور کُتوں کے کھولنے کا حکم دیا۔ پھر اُس نے کُتوں کو لڑکی کا رومال سونگھا کر اُس کے پیچھے چھوڑ دیا۔ اس چیخ و پکار میں رات کی

چاندنی میں وہ دلدل کے قریب پہنچے۔ کچھ دیر تو سب شرابی اس فوری کارروائی کو کھڑے دیکھتے رہے۔ لیکن جب ذرا آنکھیں کھلیں۔ تو اُنہیں خیال آیا۔ کہ اس دلدلی زمین پر عنقریب ہی کسی قسم کا ہیبتناک نظارہ ہونے والا ہے۔ اب تو ہر ایک شور وغل مچانے لگا۔ کوئی پستول لینے لپکا۔ کوئی گھوڑا لینے دوڑا۔ اور کسی ایک نے شراب کی ایک آدھ اور صراحی غٹا غٹ چڑھالی۔ آخرکار جب اُن کے حواس بجا ہوئے۔ تو تیرہ کے تیرہ سوار ہوکر اُن کے پیچھے اُسی رستے پر گھوڑے دوڑاتے گئے۔ جس پر اُن کے خیال کے مطابق وہ لڑکی گئی ہوگی۔ ایک یا دو میل ہی گئے ہونگے۔ کہ ایک چرواہا دکھائی دیا۔ اُنہوں نے اُس سے پوچھا۔ کہ کتے گئے۔ پہلے تو وہ ڈر کے مارے بول نہ سکا۔ آخر اُس نے کہا۔ ہاں میں نے اُس بدنصیب لڑکی کو بھی دیکھا۔ اور اُس کے پیچھے کتے بھی دیکھے۔ اس کے علاوہ میں نے کچھ اور بھی دیکھا۔ اور وہ یہ کہ ہیوگو باسکرول میرے پاس ہی سے ایک مشکی گھوڑی پر سوار گزرا۔۔۔۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔۔۔ معاذ اللہ۔۔۔۔۔۔۔ تو بہ۔۔۔۔۔۔۔

توبہ۔۔۔۔۔۔ اُس کے پیچھے ایک بہت بڑا مہیب اور خطرناک جہنم کا کتا چُپ چاپ بھاگے جاتا تھا۔" ان بدمست سواروں نے اُسے گالیاں دیں اور آگے بڑھے۔ لیکن جلدی ہی اُن کے جسم ٹھنڈے ہوگئے۔ کیونکہ اُنہوں نے گھوڑی کے ٹاپوں کی آواز سنی۔ اور مشکیں گھوڑی اُن کے پاس سے لگام گھسیٹتی ہوئی سرپٹ دوڑتی نکل گئی۔ زین خالی تھی۔ اور اُس کے منہ سے سفید جھاگ بہہ رہی تھی۔ پھر وہ شرابی اپنے گھوڑوں کو قریب قریب لاکر دلدل میں سے گزرے۔ لیکن سب کے سب ایسے خوفزدہ ہوگئے تھے۔ کہ اگر اکیلے اکیلے ہوتے۔ تو واپس بھاگنے سے کبھی گریز نہ کرتے۔ وہ اسی طرح آہستہ آہستہ کتوں کے پاس پہنچ گئے۔ اگرچہ یہ بھی اپنی نسل اور حوصلے کے مشہور تھے۔ مگر دیکھا۔ تو سب کے سب سمٹے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے

ٹھہرے رہے تھے - اور ان میں سے کئی ایک تو آہستہ آہستہ کھسک گئے اور کئی ڈر کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے سامنے کی تنگ گھاٹی کی طرف دیکھنے لگے - اب سارے سوار ٹھیر گئے - کیونکہ وہ پہلے سے قدرے زیادہ ہوش مند نظر آتے تھے - لیکن اُن میں سے تین جو سب سے زیادہ بہادر یا سب سے زیادہ مخمور تھے - آگے بڑھے - درّے میں سے نکل کر جب اُن دو پتھروں کے قریب پہنچے - جو پُرانے زمانے میں بھولے بھٹکے مسافروں کی رہبری کے لئے نصب کئے گئے تھے اور وہ آج تک وہیں ہیں، تو اس کھلی جگہ پر چاند کی پوری روشنی پڑ رہی تھی - اور اُن کے عین سامنے وہ غریب دوشیزہ خوف اور تھکان سے گر کر ٹھنڈی ہو چکی تھی - اُس کے قریب ہی ہیوگو باسکرول کی میّت پڑی تھی - لیکن صرف یہی منظر نہ تھا - جسے دیکھ کر ان دیدہ دلیر شیطانوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے - بلکہ اُنہوں نے دیکھا - کہ ہیوگو کے اوپر ایک اتنے بڑے بھاری کُتے کی شکل کا سا ایک سیاہ رنگ کا خبیث حیوان کھڑا تھا جیسا کبھی کسی انسان نے نہ دیکھا ہو گا - وہ ہیوگو کو پکڑ کر جھٹک رہا تھا - اُن کے دیکھتے دیکھتے اس نے ہیوگو کا گلا پھاڑ ڈالا - اور جب اُس نے منہ پھاڑ کر انہیں اپنا جبڑا اور جلتی ہوئی آنکھیں دکھائیں - تینوں ڈر کے مارے چیخ اُٹھے - اور جان بچانے کی خاطر تینوں چیختے چلّاتے بھاگ نکلے - کہتے ہیں - کہ ایک تو اُسی رات مر گیا - اور باقی دو بھی عمر بھر ڈر کے مارے زندہ درگور رہے +

عزیزانِ من! یہ ہے کہانی اُس کُتے کی جو اُس وقت سے لیکر اب تک ہمارے خاندان پر ایک آفت ہے +

یہ واقعہ میں نے تمہارے لئے اس واسطے لکھا ہے - کہ جس حادثے کا انسان کو پہلے سے علم ہو - وہ اتنا خوفناک نظر نہیں آتا - جتنا کہ وہ جس کے متعلق انسان کو محض قیاس اور اشارے کے بغیر اور کچھ نہ معلوم ہو - اس

بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ بدقسمتی سے ہمارے خاندان کے اکثر افراد اسی قسم کی پوشیدہ اور پُراسرار مرگِ مفاجات کا شکار ہوئے۔ لیکن یقیناً ہم خدا کے بے انتہا احسانات کی آڑ میں بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ کتابِ مُقدّس کی رُو سے خدا تیسری یا چوتھی پُشت کے لوگوں کے بعد اُن کے آباء و اجداد کے گناہوں کی سزا نہیں دیتا +

میرے بچّو! میں تمہیں اُسی خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اور میں تم کو بطور حفظ ماتقدّم مشورہ دیتا ہوں۔ کہ رات کے اندھیرے میں جبکہ زمین پر شیطانوں اور خبیث روحوں کا دَور دورہ ہوتا ہے۔ اس دلدلی جگہ پر سے گزرنے کا ہرگز ہرگز خیال بھی نہ کرنا +

(تحریر ہذا ہیوگو کی طرف سے اُس کے فرزندان راجر و جان کو دی جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ وہ اس بارے میں اپنی ہمشیرہ الزبتھ سے کچھ نہ کہیں) +

جب ڈاکٹر یہ عجیب کہانی ختم کر چکا۔ تو اس نے اپنی عینک پیشانی پر چڑھا کر شرلک ہومز کی طرف دیکھا۔ ہومز نے جمائی لی۔ اور اپنے سگرٹ کا آخری حصہ آتشدان میں پھینک کر کہا۔ "اچھا!"

مارٹیمر "کیوں یہ دلچسپ نہیں؟"

ہومز "ضرور۔ قصّے کہانیاں سُننے والوں کے لئے اچھی ہے" +

ڈاکٹر مارٹیمر نے ایک تہ کیا ہوا اخبار اپنی جیب سے نکالا اور کہا۔ "مسٹر ہومز! میں آپ کو اب ماضی قریب کی ایک تازہ چیز دکھاتا ہوں۔ یہ لیجئے۔ ڈیون شائر کے ضلعے کا اسی سال کی ۱۴۔ جون کا پرچہ ہے۔ اس میں سر چارلس باسکرول کی موت کے متعلقہ واقعات درج ہیں۔ جو اس کی اشاعت سے دو چار دن ہی پہلے واقع ہوئی تھی" +

میرا دوست ذرا آگے کو جھک کر غور سے سننے لگا۔ ہمارے ملاقاتی نے

اپنے چشمے کو درست کیا - اور یوں پڑھنے لگا:-

حال ہی میں سر چارلس کی وفات سے ڈیون شائر کے سارے علاقے کو سخت صدمہ پہنچا - مرحوم اغلباً آئندہ انتخابات میں پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے لبرل پارٹی کی طرف سے کھڑے ہونے والے تھے - اگرچہ سر چارلس مرحوم باسکر ول ہال میں تھوڑا ہی عرصہ رہے - مگر اس قلیل مدّت میں گرد و نواح کے لوگوں میں انہوں نے اپنی فیاضی اور نیک دلی کی وجہ سے جتنی ہردلعزیزی اور عزّت حاصل کی - اتنی بہت کم لوگوں کو نصیب ہو سکتی ہے - اس نئی نئی امارتوں کے دَور میں یہ واقعہ دل خوش کن تھا - کہ ایک پُرانے خاندان کے رُکن نے اپنے خاندان کو جس کا ستارۂ قسمت گردشِ ایّام سے غروب ہونے کو تھا - اپنی لیاقت اور قابلیت سے پھر اُسی گذشتہ شاندار اور بلند سطح پر لا کر رکھ دیا +

یہ بات کسی سے مخفی نہیں - کہ سر چارلس نے جنوبی افریقہ کی تجارت کے ذریعے سے لاکھوں پونڈ کمائے - لیکن وہ اُن لوگوں کی طرح نہیں تھے جو اس چکر میں پھنسکر پہلے تو اوجِ ترقی پر پہنچتے ہیں - اور پھر اُسی لپیٹ میں نیچے آن گرتے ہیں - یہ اُنہیں کا کام تھا - کہ اتنا روپیہ کما کر اپنے وطنِ مالوف میں بخیریت آگئے - صرف دو ہی سال ہوئے - کہ انہوں نے باسکر ول ہال میں اقامت اختیار کی - اور ساری دُنیا کو معلوم ہے - کہ عمارت کو از سرِ نو بنانے اور مرمّت کرانے کے متعلق اُن کے خیالات کس قدر بلند اور عالیشان تھے - لیکن افسوس ..... ع

رہیں دل کی دل میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا

اُن کے اپنے گھر کوئی اولاد نہ تھی - اس لئے اُن کی خواہش تھی - کہ گرد و نواح کے سارے لوگ اُن سے فائدہ اُٹھائیں - اور ہمیں یقین ہے کہ کئی آدمیوں کے لئے اُن کی قبل از وقت وفات ذاتی رنج و غم کا باعث

ہوئی ہوگی ۔ اُن کے فیاضانہ اور مخیرانہ عطیات کا ذکر کئی بار ہمارے کالموں میں ہو چکا ہے +

اتنی تفتیش کے باوجود بھی سر چارلس کی وفات کے متعلق واقعات اچھی طرح معلوم نہ ہو سکے مقامی توہمات اور افواہوں کے بے بنیاد ثابت کرنے کے لیے بہت کچھ کیا گیا ہے ۔ اور ہمارے پاس ایسی وجوہات بالکل نہیں ۔ کہ ہم مان سکیں ۔ کہ مرحوم غیر طبعی موت یا قتل یا دھوکے وغیرہ کے شکار ہوئے +

سر چارلس رنڈ اسنتری تھے ۔ اور قدرے خبطی سے بھی تھے ۔ اتنے مالدار ہونے پر بھی اُن کا ذاتی مذاق بالکل سادہ تھا ۔ اُن کے گھر میں ایک میاں بیوی نوکر تھے ۔ میاں تو خانساماں تھا ۔ اور بیوی گھر کا کام کاج کیا کرتی تھی ۔ اُن کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ سر چارلس کی صحت کچھ عرصہ سے خراب ہوگئی تھی ۔ خاص طور پر انہیں اختلاج القلب کا مرض تھا ۔ جس سے کبھی کبھی اُن کا سانس پھول جاتا ۔ رنگت اُڑ جاتی اور رگوں اور نسوں کی طاقت و قوت بالکل کمزور ہو جاتی تھی ۔ مرحوم کے چند ایک احباب نے اس امر کی تصدیق کی ۔ اور ڈاکٹر جیمز مارٹیمر کی شہادت جو مرحوم کے دوست اور طبی مشیر بھی تھے ۔ ان بیانات کو اور بھی مستحکم کر دیتی ہے

مقدمے کے واقعات بالکل سادہ ہیں ۔ مرحوم کی عادت تھی ۔ کہ رات کو سونے سے پہلے باسکرول ہال کی مشہور روش پر جس کے دو رویہ سدا بہار درخت لگے ہوئے تھے ۔ ٹہلا کرتے ۔ ۴ جون کو سر چارلس نے لندن جانے کے ارادے کا اظہار کیا ۔ اور اپنے ملازم بیریمور کو دوسرے دن کے سفر کے لیے اسباب باندھنے کو کہا ۔ حسب معمول جب اُس رات کو ہواخوری کے لیے باہر گئے ۔ تو ایک سگار بھی ساتھ لے گئے ۔ جب آدھی رات کے قریب بیریمور نے دیکھا ۔ کہ حویلی کا دروازہ ابھی تک کھلا ہے ۔ تو وہ

مایوس سا ہو کر اپنے آقا کی تلاش میں نکل گیا ۔ دن کو بارش ہوئی تھی ۔ اس لئے سر چارلس کے قدموں کے نشانات روش تک بالکل صاف تھے ۔ اس پٹڑی کے عین نصف میں ایک پھاٹک لگا ہوا ہے ۔ جس میں سے ہو کر دلدل کی طرف رستہ جاتا ہے ۔ جب بیریمور اس روش کے دوسرے سرے پر پہنچا ۔ تو اسے سر چارلس کی میت پڑی دکھائی دی ۔ بیریمور کی ایک بات تاہنوز تشریح طلب ہے یعنی یہ کہ جب سر چارلس پھاٹک سے آگے گئے ۔ تو اس کے پاؤں کے نشانات بدل گئے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ کہ اس سے آگے وہ پنجوں کے بل گئے ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اسی وقت ایک گھوڑوں کا خانہ بدوش سوداگر بھی بہت دور نہ تھا ۔ اس کے اپنے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نشے میں مخمور تھا ۔ وہ کہتا ہے ۔ کہ میں نے چیخیں تو سنیں ۔ لیکن یہ معلوم نہیں ۔ وہ کس طرف سے آئی تھیں ۔ سر چارلس کی میت پر تشدد کے کوئی نشانات نہ تھے ۔ اگرچہ ڈاکٹر کی شہادت کے مطابق مرحوم کا چہرہ اس قدر بگڑ گیا تھا ۔ کہ ڈاکٹر مارٹیمر پہلے تو شناخت نہ کر سکا ۔ کہ اس کے سامنے اسی کے بیمار دوست کی نعش پڑی ہے ۔ لیکن ضیق الدم اور دیگر امراض متعلقہ قلب میں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ۔ بالآخر پوسٹ مارٹم سے بھی یہی ثابت ہوا ۔ کہ موت کسی پرانے جسمانی عارضے کی وجہ سے واقع ہوئی ۔ چنانچہ کورونر[1] کی جیوری نے طبی شہادت کے مطابق ہی فیصلہ کیا ۔ اگر کورونر کی تفتیش کی سیدھی سادی عبارت نے ان توہمات کا خاتمہ نہ کر دیا ہوتا ۔ تو شاید باسکرول ہال میں رہنے کے لئے مشکل سے ہی کوئی شخص ملتا +

[1] انگلستان میں ایک اہلکار ہوتا ہے ۔ جس کا کام موت کا سبب دریافت کرنا ہے +

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب جائداد کا وارث سرچارلس کے چھوٹے بھائی کا لڑکا ہنری باسکرول ہوگا۔ (بشرطیکہ وہ زندہ ہو) اس نوجوان کے متعلق ابھی تک صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے۔ کہ کچھ عرصہ ہوا وہ امریکہ میں سنا جاتا ہے پس کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ اُسے اُس کی خوش نصیبی کی اطلاع دی جائے۔"

ڈاکٹر مارٹیمر نے اخبار کو اپنے کوٹ کی جیب میں تہ کر کے کہا "مسٹر ہومز! سرچارلس کی وفات کے متعلق یہ تو مشہور واقعات ہیں"۔

ہومز "میں اس معاملے کی طرف اپنی توجہ منعطف کرانے کے لئے آپ کا بہت ممنون ہوں۔ کیونکہ اس مقدمے میں بعض باتیں نہایت دلچسپ سی معلوم ہوتی ہیں۔ میں نے بھی اس واقعے کے متعلق اُس وقت ایک اخبار کی حاشیہ آرائی دیکھی تھی۔ لیکن میں اُس وقت اعلیٰحضرت پاپائے رُوم کے حسب ارشاد چند پاپائی کتبوں کے معاملے میں نہایت مشغول تھا اسی واسطے میں انگلستان کے چند نہایت دلچسپ مقدمات میں کوئی حصہ نہ لے سکا۔ آپ نے کیا فرمایا ہے۔ کہ اس پرچے میں سب کے سب عام واقعات درج ہیں؟"

ڈاکٹر مارٹیمر "جی ہاں"۔

ہومز "اچھا تو پھر خاص واقعات کیا ہیں؟"

ہومز کرسی پر تکیہ لگا کر انگلیوں کے سروں کو اکٹھا کر کے نہایت بے حس و حرکت ہو کر غور سے سننے لگا۔ ڈاکٹر مارٹیمر کے چہرے پر سخت اضطراب کے آثار نمودار ہوئے۔ اور کہنے لگا "میں آپ کو وہ بات بتا رہا ہوں۔ جو اب تک میں نے کسی کو نہیں بتائی۔ کورونر کی تفتیش سے یہ واقعات چھپانے سے میرا یہ مدّعا تھا۔ کہ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ ایک سائنسدان ہو کر عوام کے توہمات پر اپنی مہر ثبوت لگا دوں۔ دوسری

وجہ یہ تھی۔ جیسا کہ اس اخبار کی رائے ہے۔ اگر میں باسکرول ہال کی قدیمی شہرت کو بڑھاتا۔ تو یقیناً اس کے لیے کسی مکین کا ملنا ناممکن ہو جاتا اگر ان وجوہات کو مدِ نظر رکھ کر میں نے اصل واقعہ سے کچھ بتایا۔ تو میں حق بجانب تھا۔ کیونکہ اس کے ظاہر کرنے سے کسی کی کوئی خاص بہتری نہ ہو سکتی تھی۔ البتہ آپ سے چھپانے کی مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی.......

اس دلدلی زمین پر آبادی نہایت منتشر سی ہے۔ اور جو ایک دوسرے کے قدرے قریب ہی رہتے ہیں۔ لازمی طور پر اُن کے باہمی تعلقات بڑھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میں سر چارلس سے بہت واقف تھا۔ مشہورِ عالم طبیعات مسٹر سٹیپلٹن اور ریفٹر ہال کے مسٹر فرینکلن کے سوا اس سارے علاقے میں کوئی تعلیم یافتہ شخص نہیں۔ سر چارلس ایک عافیت پسند اور گوشہ نشین انسان تھے۔ لیکن اُن کی علالتِ طبع کے باعث ہمارے باہمی راہ و رسم زیادہ ہو گئی۔ اور سائینس کے ایک ہی شعبے کے مشترکہ مذاق کے سبب سے اور بھی تعلقات بڑھ گئے۔ کیونکہ سر چارلس افریقہ سے بہت کچھ علمی اخبارات بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ چنانچہ اکثر اوقات ہم شام کا وقت جنوبی افریقہ کے جنگلیوں اور آسٹریلیا کے لوگوں کے اعضا کی شکل و بناوٹ کے باہمی مقابلے اور دلچسپ بحث مباحثے میں گزارتے تھے۔ گذشتہ چند مہینوں میں مجھے صاف معلوم ہو گیا تھا۔ کہ سر چارلس کی نسیں اور دیگر عضلات عنقریب ہی ٹوٹ کر رہ جانے والے ہیں۔ اس کہانی پر جو میں نے آپ کو سنائی ہے۔ انہیں اس حد تک یقین تھا۔ کہ اگرچہ وہ اپنی زمینوں میں سیر کرتے رہتے۔ مگر رات کے وقت اُس دلدل کی جانب کبھی بھول کر بھی نہ جاتے۔ بظاہر تو یہ بات ناقابلِ تسلیم معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اُنہیں انتہائی درجے کا یقین تھا۔ کہ اُن کے خاندان پر کوئی بڑی آفت ہر وقت حملہ کرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔ وہ اپنے بزرگوں کے

حالات سنایا کرتے تھے۔ جو کچھ حوصلہ افزا نہ ہوتے تھے۔ کسی بھیانک مہیب اور ڈراؤنی ہستی کی موجودگی کا خیال ہر وقت اُن کے دل میں رہتا تھا۔ اور اکثر اوقات وہ مجھ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ کہ آیا میں نے کہیں باہر ریفیوں کی طرف جاتے ہوئے کوئی عجیب الخلقت حیوان دیکھا ہے۔ یا کبھی کسی بڑے بھاری کُتے کے بھونکنے یا غرانے کی سی آواز سُنی ہے۔ مؤخر الذکر سوال تو وہ اکثر بہت جوش سے تھرتھراتی ہوئی آواز سے پوچھا کرتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ اس جانکاہ حادثے سے تین ہفتے پہلے میں ایک دن اپنی گاڑی پر اُن کے گھر اس وقت وہ اتفاقاً اپنے گھر کی حویلی کے دروازے پر ہی کھڑے ہوئے تھے۔ میں گاڑی سے اُترا۔ تو وہ میرے کندھوں پر سے دُور پرے سخت خوفزدہ ہو کر کسی چیز پر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو مجھے سیاہ رنگ کے بچھڑے کی سی کوئی چیز دوڑتی ہوئی نظر آئی۔ سر چارلس ڈر کے مارے اس قدر خوفزدہ ہو گئے۔ کہ میں مجبور ہو کر اُس جگہ گیا۔ جہاں سے وہ حیوان گزرا تھا۔ میں نے اُسے بہتیرا اِدھر اُدھر دیکھا لیکن وہ غائب ہو چکا تھا۔ خیر وہ تو چلا گیا۔ لیکن اس واقعے سے سر چارلس کی صحت پر بہت بُرا اثر پڑا۔ چونکہ میں اُس دن شام تک اُن کے پاس ٹھیرا رہا۔ اس لئے انہوں نے اپنے اس طرح خوفزدہ ہونے کی مفصل وجہ بتائی۔ اور ساتھ ہی یہ تحریر بھی میرے سپرد کی۔ میں نے یہ چھوٹا سا واقعہ اس لئے بیان کیا ہے۔ کہ اس واقعے کی اہمیت اُس افسوسناک حادثے کی وجہ سے بہت بڑھ گئی ہے۔ حالانکہ اُس وقت یونہی ڈر گئے تھے۔ سر چارلس کو لندن آنے کا مشورہ بھی میں نے ہی دیا تھا۔ میں جانتا تھا۔ کہ انہیں مرض قلب ہے۔ اور ہر وقت خطرے میں رہنے سے خواہ وہ خطرہ کتنا ہی فرضی کیوں نہ ہو۔ اُن کی صحت پر بہت بُرا اثر پڑیگا۔ لہٰذا میں نے

خیال کیا۔ کہ چند ہفتوں کے لئے شہر کی دلچسپیاں اُنہیں بالکل تازہ دم بنا دینگی۔ مسٹر سٹیپلٹن ہم دونوں کے دوست تھے۔ سر چارلس کی صحت دیکھ کر وہ بھی بہت متاسف تھے۔ اس لئے اُنہوں نے بھی یہی صلاح دی کہ لندن چلنا چاہیئے۔ مگر آخرکار آخری وقت یہ دردناک حادثہ پیش آگیا۔

سر چارلس کی وفات کی رات کے وقت اُن کے خانساماں بیریمور نے پرانے سائیس کو میرے پاس بھیجا۔ چونکہ میں اُس وقت تک جاگ رہا تھا۔ اس لئے ایک ہی گھنٹے میں میں باسکرویل ہال پہنچ گیا۔ لیکن میں نے تفتیش کے حالات پاکر عموماً تصدیق کردی۔ اسی سلسلہ میں مرحوم کے پاؤں کے نشانات کو دیکھتا دیکھتا اُس روش تک چلا گیا۔ جہاں وہ خوفناک جانور دیکھا گیا تھا چنانچہ پھاٹک کے قریب پہنچکر معلوم ہوتا تھا۔ کہ کچھ دیر وہ یہاں ہی ٹھیرے ہونگے اُس سے آگے میں نے دیکھا۔ تو اُن کے نقش قدم بدل گئے۔ اور آخرکار میں نے نہایت غور سے جسم کا ملاحظہ کیا۔ جس کو میرے آنے تک کسی نے نہیں ہلایا تھا سر چارلس منہ کے بل پڑے ہوئے تھے۔ دونوں بازو باہر کی جانب تھے۔ اور چہرے کے نقش انتہائے خوف سے اس قدر بگڑ گئے تھے۔ کہ میں پہلے پہل پہچان نہ سکا۔ بیشک یہ درست ہے۔ کہ جسم پر تشدد کی کوئی علامات نہ تھیں لیکن بیریمور نے عدالت میں ایک بیان غلط دیا۔ یعنی اُس نے یہ کہا۔ کہ میت کے آس پاس کسی قسم کے پاؤں کے نشانات نہیں تھے۔ کیونکہ اُس نے خود کوئی نہیں دیکھے تھے۔ لیکن تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے صاف صاف اور تازہ نشان دیکھے۔

ہومز:۔ "پاؤں کے؟" مارٹیمر:۔ "ہاں پاؤں کے"۔

ہومز:۔ "عورت کے یا مرد کے؟"

مارٹیمر نے ہماری طرف لمحہ بھر کے لئے حیرانی سے دیکھا۔ اور پھر ہمارے کان میں کہا۔ "مسٹر ہومز! ایک بڑے بھاری شکاری کتے کے!"

تیسرا باب

میں یہ سن کر کانپ اُٹھا - ڈاکٹر کی آواز میں رقت تھی - جس سے ظاہر ہوتا تھا - کہ وہ خود اس بات سے بہت متاثر ہوا ہے - ہومز خود جوش و اضطراب سے آگے جھکا - اُس کی آنکھیں چمک رہی تھیں - کیونکہ اکثر جب وہ کسی معاملے کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا - تو اُس کی آنکھیں ایسی ہی ہو جایا کرتی تھیں +

ہومز: "آپ نے واقعی یہ دیکھا ؟"

مارٹیمر: "ایسے ہی جیسے میں آپ کو دیکھ رہا ہوں" +

ہومز: "اور آپ نے یہ سب کچھ دیکھ کر کچھ بھی نہیں کہا ؟"

مارٹیمر: "ایسا کرنے سے کیا فائدہ تھا ؟"

ہومز: "اور کسی کو کیسے نہیں دکھائی دئے ؟"

مارٹیمر: "نشانات میّت سے قریباً بیس قدم کے فاصلے پر ہونگے - اس واسطے کسی کو بھی خیال نہ آیا - اگر میں خود اس داستان سے واقف نہ ہوتا - تو میں بھی ایسا نہ کرتا" +

ہومز: "اس دلدل میں بہت سے گڈریوں کے کُتّے بھی ہونگے ؟"

مارٹیمر: "بے شک - لیکن وہ کسی بھیڑوں کی رکھوالی کرنے والے کُتّے کے نشانات نہ تھے" +

ہومز: "آپ فرماتے ہیں - کہ کُتا بہت بڑا تھا ؟"

مارٹیمر: "ہاں بہت بڑا" +

ہومز: "لیکن وہ میّت کے قریب تو نہیں آیا ؟"

مارٹیمر: "نہیں" +

ہومز:۔ رات کیسی تھی؟"

مارٹیمر:۔ تازہ تازہ بارش ہو چکی تھی"۔

ہومز:۔ اُس وقت تو مینہ نہیں برس رہا تھا؟"

مارٹیمر:۔ صاحب نہیں"۔

ہومز:۔ وہ روش کیسی ہے؟"

مارٹیمر:۔ پرانے سدا بہار درختوں کی ناقابل گزر دو قطاریں ہیں۔ درخت تقریباً بارہ گز بلند ہونگے۔ اور درمیانی راستہ آٹھ فٹ چوڑا ہوگا"۔

ہومز:۔ کیا ان درختوں اور سڑک کے درمیان بھی کچھ ہے؟"

مارٹیمر:۔ ہاں دونوں طرف تقریباً دو دو گز تک گھاس لگی ہوئی ہے"۔

ہومز:۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان درختوں میں کہیں کوئی پھاٹک بھی ہوگا؟"

مارٹیمر:۔ جی ہاں۔ ایک پھاٹک سا ہے۔ جس میں سے دلدل کی طرف راستہ نکلتا ہے"۔

ہومز:۔ کیا کسی اور جگہ سے بھی کوئی گزر سکتا ہے؟"

مارٹیمر:۔ جی نہیں"۔

ہومز:۔ یعنی! اس میں سے یا تو کوئی باسکرول ہال کی طرف سے آسکتا ہے اور یا اس پھاٹک سے......"۔

مارٹیمر:۔ نہیں صاحب! اس کے دوسرے سرے پر ایک بارہ دری بھی ہے"۔

ہومز:۔ کیا سر چارلس وہاں تک پہنچ گئے تھے؟"

مارٹیمر:۔ نہیں۔ وہاں سے ابھی پندرہ گز دُور تھے"۔

ہومز:۔ ڈاکٹر صاحب! اب ذرا ایک اور ضروری بات بتایئے کہ جو نشان آپ نے دیکھے آیا وہ گھاس پر تھے یا سڑک پر؟"

مارٹیمر:۔ گھاس پر کیسے دیکھے جاتے؟"

ہومز: "اچھا! تو کیا یہ نشان اسی طرف تھے - جس طرف یہ پھاٹک ہے؟"

مارٹیمر: "بس اسی پھاٹک والی طرف سڑک کے عین کنارے پر تھے"

ہومز: "آپ مجھے اس معاملے میں بڑی دلچسپی دلا رہے ہیں ..... ہاں ..... کیا وہ پھاٹک بند تھا؟"

مارٹیمر: "بلکہ مقفل بھی تھا"

ہومز: "یہ پھاٹک کس قدر بلند ہوگا؟"

مارٹیمر: "کوئی چار فٹ"

ہومز: "تو پھر اس پر سے ہر کوئی پھاند سکتا ہوگا؟"

مارٹیمر: "ہاں جناب اس میں مشکل ہی کیا ہے؟"

ہومز: "آپ نے اس دروازے کے قریب کے نشانات کیسے پائے؟"

مارٹیمر: "یہ سب کچھ خلط ملط ہوگئے تھے - کیونکہ اغلباً سر چارلس وہاں پانچ دس منٹ ٹھیرے ہونگے"

ہومز: "یہ کیسے معلوم ہوا؟"

مارٹیمر: "سگار کی راکھ دو جگہ پڑی ہوئی تھی"

ہومز: "بہت خوب! واٹسن! ڈاکٹر صاحب تو بالکل ہمارے مذاق کے آدمی ہیں! ..... ہاں ڈاکٹر صاحب! تو نشان کیسے تھے؟"

مارٹیمر: "وہاں بجری پر تو صرف سر چارلس کے نشانات تھے - میں کسی اور کے شناخت نہیں کرسکا"

شرلک ہومز نے بے چینی سے اپنا ہاتھ گھٹنے پر مار کر کہا: "کاش کہ میں بھی وہاں ہوتا ..... یہ معاملہ غیر معمولی طور پر دلچسپ ہے - اور ایک ماہر کے لئے تو ہزاروں سراغ موجود تھے - اگر میں ہوتا - تو اس بجری پر سے ہی سب کچھ معلوم کرلیتا - اب تو بارشوں اور مختلف پاؤں کے نشانات کی وجہ سے کچھ بھی باقی نہیں رہا - افسوس! ڈاکٹر صاحب! آپ نے اس وقت

مجھے نہیں بُلوا بھیجا۔ اس لئے اب آپ ہی اس بات کے ذمہ وار ہیں" +

مارٹیمر:" یہ سارے واقعات دُنیا کو بنائے بغیر ہیں) آپ کو کیسے بُلا سکتا تھا اور میں نے تو ایسا کرنے کی بہت سی وجوہات بھی بتا دی ہیں۔ اور اس کے علاوہ ......" +

ہومز:" آپ جھجکتے کیوں ہیں؟"

مارٹیمر:" لیکن ایک اقلیم ایسی بھی ہے۔ جہاں نہایت ذہین اور تجربہ کار سر الغزساں بھی رہ جاتے ہیں" +

ہومز:" اس سے آپ کی مراد یہ ہے۔ کہ اس کا انسانی طاقت سے کچھ تعلق نہیں؟"

مارٹیمر:" میں یہ بھی نہیں کہتا" +

ہومز:" بظاہر تو یہی ہوتا ہے۔ کہ آپ کا یہی خیال ہے" +

مارٹیمر:" اُس حادثے کے بعد میں نے چند ایک ایسے واقعات سُنے جنہیں ہم فوق العادت ماننے پر مجبور ہیں" +

ہومز:" مثلاً؟"

مارٹیمر:" مجھے معلوم ہوا۔ کہ اس خوفناک حادثے سے پیشتر بعض لوگوں نے ایک عجیب الخلقت حیوان دیکھا۔ جو باسکرویل کے اُسی خبیث کُتے کے مشابہ تھا۔ ایسے حیوان کا کسی سائینسدان کو علم نہیں۔ سب کہتے تھے۔ کہ یہ ایک بڑا بھاری حیوان تھا۔ جو آگ کی طرح روشن ہونے کے علاوہ سخت ڈراونا اور مہیب تھا۔ میں نے ان سب آدمیوں سے اچھی طرح پُوچھا۔ ان میں سے پہلا تو ایک اچھا سمجھدار دیہاتی تھا۔ دوسرا سلوتری اور تیسرا ایک زمیندار۔ تینوں کے تینوں بعینہٖ ایک ہی بات کہتے ہیں۔ کہ یہ ایک مہیب سا بھوت تھا۔ جو اس خاندانی روایت کے جہنمی کُتے کے عین مشابہ تھا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اس حادثے سے سارے علاقے کے

لوگ ڈر گئے ہیں۔ اور اب کوئی منچلا جوان ہی ہوگا۔ جو رات کے وقت اس دلدل پر سے گزرے"+

ہومز:۔ "اور آپ ایک تعلیم یافتہ سائینس دان ہو کر اسے مانتے ہیں؟"

مارٹیمر:۔ "میں نہیں جانتا۔ کہ کیسے مانوں اور کیسے نہ مانوں!"

ہومز نے اپنے کندھے جھاڑ کر کہا:۔ "اب تک تو میری تفتیش اس دُنیا تک ہی محدود رہی ہے۔ اور خدا کے فضل سے یہ خاکسار اب تک بدی کا مقابلہ بھی کرتا رہا ہے۔ لیکن مجسم شیطان سے مقابلہ کرنا شاید چھوٹا مُنہ اور بڑی بات ہو۔ بہرحال کم از کم آپ کو اتنا تو ضرور ماننا پڑیگا۔ کہ یہ نقش پا کسی مادی جسم کے تھے"+

مارٹیمر:۔ "لیکن جناب اُس اصلی جہنمی کُتے کا جسم اس حد تک تو ضرور مادی تھا کہ اُس نے ایک جیتے جاگتے انسان کا گلا پھاڑ ڈالا تھا"+

ہومز:۔ "اب تو مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ آپ تو بد ارواح اور ایسے ہی دیگر توہمات کی ہستی اور طاقت کو ماننے لگ گئے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب! ذرا یہ تو بتایئے کہ اگر آپ کا یہی خیال تھا۔ تو آپ مجھے ملنے کیوں آئے؟ آپ ایک ہی وقت میں مجھے سر چارلس کے متعلق تفتیش کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اُسی وقت یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ ایسا کرنا بے سود ہے"+

مارٹیمر:۔ "میں نے آپ سے یہ تو نہیں کہا"+

ہومز:۔ "تو اور کس بات میں آپ میری مدد چاہتے ہیں؟"

مارٹیمر:۔ "میں آپ سے سر ہنری باسکرول کے متعلق مشورہ لینا چاہتا ہوں (گھڑی دیکھ کر) جو ابھی سوا گھنٹے کے بعد واٹرلو سٹیشن پر اُترینگے"+

ہومز:۔ "تو کیا اب جائداد کے وارث وہی ہیں؟"

مارٹیمر:۔ "جی ہاں۔ سر چارلس کی وفات پر ہم نے اس نوجوان کے متعلق دریافت کیا۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ کینیڈا میں زمینداری کر رہا ہے۔ جہاں تک

نہیں معلوم ہو سکا۔ وہ ہر لحاظ سے ایک اچھا نوجوان ہے۔ میں یہ بات ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے نہیں کہ رہا۔ بلکہ سر چارلس کا وصیت بردار اور اُن کی جایداد کا کارگزار ہونے کی حیثیت سے کہ رہا ہوں"۔

ہومز۔ "کوئی اور حقدار بھی تھا؟"

مارٹیمر۔ "کوئی بھی نہیں۔ اُن کے ایک اور بھائی مسمی راجر باسکرول کا بھی پتہ لگا تھا۔ جو سب بھائیوں سے چھوٹا تھا۔ اور سر چارلس سب سے بڑا تھا۔ اور منجھلا بھائی اس نوجوان سر ہنری کا باپ تھا۔ اور تیسرا بھائی راجر ننگِ خاندان تھا۔ اُس کی طبیعت اپنے پُرانے سخت گیر اور ظالم آباؤ اجداد کی سی تھی۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اُس کی شکل ہیوگو کی تصویر کے بالکل مشابہ تھی۔ انگلستان میں اُس نے اتنی شرارتیں کیں۔ کہ آخر اُسے بھاگ کر سنٹرل امریکہ جانا پڑا۔ اور ۱۸۷۶ء میں وبائی بخار سے وہیں مرگیا۔ اب سر ہنری اس خاندان کی آخری یادگار ہے بس ایک گھنٹے اور پانچ منٹ کے بعد میں اُسے واٹرلو سٹیشن پر لونگا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی۔ میری طرف ایک تار آئی تھی۔ کہ وہ آج صبح سوئتھمپٹن پہنچ گیا ہے۔ مسٹر ہومز! اُس کے آئندہ طرزِ عمل کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟"

ہومز۔ "وہ اپنے آباؤ اجداد کے گھر میں کیوں نہ جائے؟"

مارٹیمر۔ "یہ تو صاف بات ہے۔ مگر ذرا سوچیئے تو کہ جو بھی وہاں گیا۔ ہمیشہ غیر طبعی موت کا شکار ہوا۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اگر سر چارلس کو آخری لمحات میں مجھے کچھ کہنے کی مہلت ملتی۔ تو اُنہوں نے اپنے خاندان کے آخری حقدار کو باسکرول ہال میں لے جانے سے مجھے ضرور متنبہ کیا ہوتا۔ کہ اتنی بڑی جائداد اور دولت کے مالک کو اُس مہلک زمین پر نہ جانے دینا چاہیئے۔ لیکن اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا

کہ گرد و نواح کے غریب لوگوں کی بہتری و بہبودی صرف اُس کی موجودگی پر منحصر ہے۔ اور دوسرے یہ کہ سر چارلس نے باسکرول ہال کے لئے جو کچھ بھی کیا تھا۔ سب خاک میں مل جائے گا۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ میرے ذاتی مفاد میری رائے پر کچھ اثر کریں۔ اسی لئے میں آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔"

ہومز نے کچھ دیر سوچ کر کہا "صاف الفاظ میں تو آپ کا مطلب یہ ہے۔ کہ ڈارٹمور میں کوئی ایسا شیطانی کارندہ موجود ہے۔ جس کی وجہ سے سارا علاقہ غیر محفوظ ہے۔ آپ کا یہی خیال ہے نا؟"

مارٹیمر: "بلکہ میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کے ثبوت بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔"

ہومز: "بالکل بجا۔ لیکن اگر آپ کے اس قیاس کو بھی مان لیا جائے۔ تو شیطان تو اس نوجوان کو لندن میں بھی ایسی ہی آسانی سے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جیسا کہ ڈیون شائر میں۔ اور یہ بات تو ماننے کے قابل ہی نہیں کہ شیطان کی طاقت کسی خاص رقبے تک محدود ہوتی ہے۔"

مارٹیمر: "مسٹر ہومز! آپ خوش گفتاری سے زبانی جمع خرچ تو بہت کر رہے ہیں۔ لیکن پتہ جب ہی لگتا ہے۔ جب ایسی چیزوں سے واسطہ پڑے۔ اب تو آپ کا مشورہ یہ ہوا۔ کہ یہ نوجوان ڈیون شائر میں ایسا ہی محفوظ اور صحیح و سالم رہیگا۔ جس طرح لندن میں؟ .... وہ اب پچاس منٹوں میں آیا چاہتا ہے۔ فرمایئے! آپ کی کیا رائے ہے؟"

ہومز: "آپ گاڑی میں اپنے کتے کو بٹھا کر جو اس وقت میرے دروازے کو نوچ رہا ہے۔ سیدھے واٹرلو سٹیشن پر جا کر سر ہنری باسکرول کو خوش آمدید کہیں۔"

مارٹیمر: "اور پھر؟"

ہومز :- پھر جب تک میں کوئی فیصلہ نہ کروں - آپ اُسے کچھ بھی نہ بتائیں۔
مارٹیمر :- "آپ کے فیصلے میں کتنی دیر لگیگی؟"
ہومز :- "چوبیس گھنٹے! ...... ڈاکٹر صاحب اگر آپ کل صبح دس بجے یہاں تشریف لائیں - تو میں آپ کا بہت ممنون ہونگا - اگر ہو سکے تو سر ہنری کو بھی ساتھ ہی لیتے آئیں - کیونکہ مجھے امید ہے - کہ اُس کے آنے سے مجھے بہت مدد ملیگی"۔
مارٹیمر :- اچھا مسٹر ہومز!" اُس نے اس ملاقات کے وعدے کا وقت اپنی قمیص کے کف پر لکھا - اور اپنے عجیب لاأبالی انداز سے فوراً باہر نکل گیا۔
ہومز نے اُسے سیڑھیوں کے اُوپر ٹھیرا کر پُوچھا "بس ڈاکٹر صاحب! ایک اور بات - آپ نے کہا تھا کہ سر چارلس کی وفات سے پہلے بعض لوگوں نے اس کُتّے کو چند دفعہ دلدل پر دیکھا تھا؟"
مارٹیمر :- مجھے تین آدمیوں نے کہا تھا۔
ہومز :- "کیا کسی نے اسے بعد بھی دیکھا؟"
مارٹیمر :- "نہیں - میں نے تو نہیں سُنا"۔
ہومز :- "اچھا جناب - آداب عرض!" ہومز اپنی نشست پر واپس آیا اور مطمئن ہو کر بیٹھ گیا - کیونکہ اُس کے سامنے ایک حسب منشا مقدمہ تھا۔ پھر اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "کیوں واٹسن! کہیں باہر جا رہے ہو؟"
مَیں :- "اگر تمہیں کوئی خاص ضرورت نہ ہو - تو میں باہر ہی جا رہا ہوں"۔
ہومز :- "نہیں - عزیز! تمہاری ضرورت تو عین میدانِ کارزار میں پڑا کرتی ہے - لیکن یہ معاملہ بعض لحاظ سے اپنی قسم کا واحد ہے .... ہاں ذرا جاتے ہوئے بریڈلے کی دکان پر کہتے جانا - کہ آدھ سیر کڑوا تمبا کو بھیجدے - اور بہتر ہو گا - کہ تم شام تک کہیں اور رہنا پسند کرو

اور اس اثنا میں مَیں اس معاملے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرونگا"+

میں جانتا تھا۔ کہ میرے دوست کے لئے خلوت اور تنہائی ضروری ہے۔ کیونکہ وہ یکسو ہو کر ہر ایک بیان اور شہادت کو تول کر مختلف قیاسات قائم کیا کرتا ہے۔ پھر ہر ایک بیان اور شہادت کو تول کر مختلف قیاسات قائم کیا کرتا ہے۔ پھر ہر ایک کا دوسرے سے مقابلہ کر کے دیکھتا ہے۔ اس میں جو باتیں ضروری اور اہم دکھائی نظر آتی ہیں۔ اُن کا خیال رکھتا ہے۔ اور باقی سب کو بھلا دیتا ہے۔ چنانچہ میں نے سارا دن کلب میں گزارا۔ اور شام کے نو بجے تک بیکر سٹریٹ میں واپس نہ آیا۔ جب میں نے واپس آکر گھر کا دروازہ کھولا۔ تو مجھے یہی خیال آیا۔ کہ کہیں گھر میں آگ لگ گئی ہے کیونکہ دھوئیں کی کثرت سے میز پر لمپ ٹمٹما رہا تھا۔ آخر جب میں کمرے میں داخل ہُوا۔ تو تمباکو کے کڑوے دھوئیں کو دیکھ کر مجھے اطمینان ہُوا۔ لیکن اُس دھوئیں سے میرا دم گھٹنے لگا۔ اور کھانسی شروع ہو گئی۔ اس دھوئیں میں سے مجھے شرلک ہومز کی دھندلی سی شکل دکھائی دی۔ جو ہاتھ میں ایک سیاہ پائپ لئے آرام کرسی پر بیٹھا کش پر کش لگا رہا تھا۔ اور اس کے پاس ہی کاغذ کے چند تختے پڑے ہوئے تھے+

ہومز:۔ "کیوں واٹسن! زکام ہو گیا؟"

میں:۔ "نہیں۔ یہ تو تمہاری اس زہریلی فضا کا اثر ہے"+

ہومز:۔ "چونکہ تم کہ رہے ہو۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ دھواں ذرا زیادہ ہو گیا ہے+

میں:۔ "ذرا زیادہ! میاں! یہ تو ناقابلِ برداشت ہے"+

ہومز:۔ "اچھا تو کھڑکی کھول دو۔ میرے خیال میں تم دن بھر کلب میں

رہے ہو"+

میں (حیران ہو کر) "ہومز!"

ہومز: "میں نے ٹھیک نہیں کہا؟"

میں - "ہاں درست تو ہے لیکن کیسے؟" اس پر ہومز میری حیرانی دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑا "واٹسن! تم ہنس مکھ اور خوشباش نظر آتے ہو - اسی لئے میں تمہیں اپنی ناچیز سی قوتِ قیافہ شناسی کا تختۂ مشق بنایا کرتا ہوں - خیال تو کرو - کہ اگر ایک شریف آدمی باہر جائے - اور دن بھر پھوار پڑتی رہے - اور ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ ہو - اور جب شام کو واپس آئے - تو اُس کا لباس بالکل صاف ستھرا ہو - حتےٰ کہ ٹوپی اور بوٹوں کا رنگ روغن تک نہ اُترا ہو - تو صاف ظاہر ہے - کہ وہ دن بھر کہیں بیٹھا رہا ہے - اور جب اُس کے گھرے دوست بھی کوئی نہ ہوں - تو پھر وہ کلب میں نہیں تو اور کہاں ٹھیریگا" +

میں "ہاں یہ بات تو قدرے واضح ہی تھی +

ہومز - ساری دُنیا ایسی ہی واضح باتوں سے بھری پڑی ہے - لیکن ان پر کسی کی بھولے سے بھی نگاہ نہیں پڑتی - تمہارا کیا خیال ہے - کہ میں کہاں رہا" +

میں - "یہیں

ہومز: "نہیں تو ڈیون شائر میں رہا" +

میں "عالمِ خیال میں؟"

ہومز "ہاں میرا جسم اسی آرام کرسی میں رہا - اور مجھے افسوس ہے - کہ میری عدم موجودگی میں اس نے دو بڑے بڑے قہوہ دان ہضم کرلئے اور تمباکو کی بھی ایک ناقابلِ تسلیم مقدار پی گیا - جب تم گئے - تو میں نے سٹینفورڈ سے اس علاقے کا سرکاری نقشہ منگوایا - اور میری رُوح سارا

دن اس پر منڈلاتی رہی۔ مجھے یہ بھی فخر ہے۔ کہ میں اپنا راستہ بھی خود ہی ادھر اُدھر ڈھونڈھ لیتا رہا +

میں۔ اغلباً یہ نقشہ بڑے پیمانے پر ہے"؟

ہومز:۔ ہاں بہت بڑے پیمانے پر"۔ اُس نے ایک حصہ اپنے گھٹنے پر رکھ کر کھولا اور کہا:۔ "دیکھو! ہمارا علاقۂ متعلقہ یہ ہے۔ اور اس کے عین مرکز میں باسکرول ہال ہے"+

مَیں:۔ "اور اس کے چاروں طرف درخت ہیں"؟

ہومز:۔ میرے خیال میں وہ سدابہار درختوں والی روش اس دلدل کی دائیں طرف اس لکیر پر ہونی چاہیئے۔ اور اس طرف کے جو مکانات سے ہیں۔ اغلباً یہ جگہ ہمارے ڈاکٹر صاحب کا صدر مقام گریمپن ہے۔ اس پانچ میل کے قطر میں بہت تھوڑے مکانات ہیں۔ یہ دیکھو۔ یہاں لیفٹر ہال ہے۔ اور یہاں ایک اور مکان کا بھی نشان ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اُس عالِم نباتات وحیوانات سٹیپلٹن کی جائے رہائش ہو۔ ...... اور ادھر کی ایک باڑی توہائی ٹار ہے۔ اور دوسری فولمائر ہے۔ اور پھر چودہ میل پرے پرنسٹوُن کا مشہور قیدخانہ ہے۔ ان نشانات کے درمیان اور اِردگرد بے جان بنجر اور دلدلی زمین ہے۔ سر چارس کی وفات کا دردناک منظر اسی سٹیج پر ہُوا۔ اور ممکن ہے۔ کہ ہم اسی سٹیج پر ایک اور نظارے کے پیش کرنے میں مدد دیں"+

مَیں:۔ "یہ تو بالکل ویرانہ ہوگا"+

ہومز:۔ "اگر شیطان کو انسانی معاملات میں مداخلت کرنے کی ضرورت پڑے۔ تو اُس کے لئے اس سے بہتر ٹھکانا کہیں بھی نہ ہوگا"+

مَیں:۔ "تب تو تم خود بھی اس واقعے کو مافوق الطبعی ماننے لگے ہو"؟

ہومز:۔ "کیا شیطانی کارندے انسانی شکل میں نہیں ہو سکتے؟ ابتدا ہی

ہیں دو سوال ہیں۔ پہلا تو یہ کہ آیا کوئی جرم ہُوا بھی ہے یا نہیں؟ دوسرا یہ کہ اگر ہُوا تو اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور کیسے ہُوا؟ اگر ڈاکٹر مارٹیمر کی بات درست ہوئی۔ کہ اس حادثے کی وجہ عام قوانینِ قدرت کے احاطے سے باہر ہے۔ تب تو تفتیش کرنے کی بالکل ضرورت ہی نہیں رہتی۔ لیکن اس بات کو ماننے سے پیشتر لازم ہے۔ کہ ہم باقی سب باتیں آزمائیں......... اگر تم نامناسب نہ سمجھو۔ تو کھڑکی بند کر دو۔ اگرچہ یہ ایک بالکل نرالا سا معاملہ ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے۔ کہ سمٹی ہوئی ہوا خیالات کو ایک مرکز پر اکٹھا کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اگرچہ اب تک سوچنے کے لئے صندوق میں بیٹھنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیا میرے خیال میں دلائل سے تو یہی نتیجہ نکلیگا...... کیا تم نے بھی اس معاملے کو اُلٹا سیدھا کر کے میری طرح سوچا ہے۔

میں :۔ "ہاں میں دن بھر اس کے متعلق بہت کچھ سوچتا رہا"۔

ہومز :۔ "تمہاری کیا رائے ہے"؟

میں :۔ مانا کہ یہ اپنی طرز کا واحد معاملہ ہے۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ سراغ ضرور موجود ہیں۔ مثلاً سر چارلس کے نقشِ پا کا بدل جانا۔ بھلا بتاؤ۔ تو تم اس سے کیا سمجھے"؟

ہومز :۔ مارٹیمر نے تو یہ کہا تھا۔ کہ پھاٹک سے پرے سر چارلس پنجوں کے بل گئے۔ لیکن مارٹیمر نے ایسا کہتے ہوئے صرف اُسی پاجی کی بات کو دہرا دیا۔ جس نے تفتیش کے وقت یہ سوال کیا تھا۔ کہ سر چارلس کو روش پر پنجوں کے بل چلنے کی کیا ضرورت پڑی تھی"؟

میں :۔ "تو پھر کیا"؟

ہومز :۔ "واٹسن! سر چارلس وہاں سے دوڑے ہونگے۔ اور جان بچانے کے لئے بھاگے بھی نہایت زور سے ہونگے۔ حتّٰی کہ دم ٹوٹ گیا ہوگا۔ اور وہ

ٹھنڈے ہو کر منہ کے بل گر پڑے ہونگے"

میں :- "اور وہ بھاگے کیوں تھے ؟"

ہومز :- "اصلی بات تو یہی ہے - مجھے تو معلوم ہوتا ہے - کہ وہ بھاگنے سے پہلے ہی مبہوت ہو گئے ہونگے"

میں - "یہ کیسے ؟"

ہومز :- "میں سمجھتا ہوں - کہ اُن کو خوف دلانے والی چیز سامنے دلدل پرسے نظر آئی ہوگی - اور اگر ایسے ہی ہُوا - تو غالباً ایسی حالت میں اپنے گھر کی جانب دوڑنے کی بجائے اس کی مخالف جانب وہی شخص دوڑے گا - جس کے ہوش اُڑ گئے ہوں - اور اگر اُس خانہ بدوش سوداگر کی شہادت مان لی جائے - تو وہ مدد کے لئے چیختے چلاتے - عین اُسی طرف کو دوڑے - جہاں سے مدد ملنے کی بالکل کوئی توقع ہی نہ ہوسکتی تھی - اور پھر یہ کہ وہ وہاں کھڑے کس کا انتظار کر رہے تھے ؟ ...... ہاں .... اور اپنا گھر ہوتے ہوئے اُنہیں اُس جگہ کسی کا انتظار کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی ؟"

میں - "تمہارا کیا خیال ہے - کہ وہ کسی کے آنے کے منتظر تھے ؟"

ہومز - "مرحوم سال خوردہ اور کمزور تھے - اسی لئے وہ شام کو چہل قدمی کیا کرتے تھے - لیکن ایسی سخت سردی اور کیچڑ میں پانچ دس منٹ کھڑے رہنے کے لئے کوئی مطلب چاہیئے - یونہیں تو وہ ٹھہر نہیں سکتے تھے - پس ظاہر ہے - کہ وہ ارادتاً وہاں کسی کا انتظار کر رہے تھے - ڈاکٹر مارٹیمر نے سگار کی راکھ دیکھکر جو نتیجہ نکالا - وہ واقعی قابلِ داد ہے"

میں :- "لیکن وہ تو ہر روز شام کو سیر کرنے جایا کرتے تھے"

ہومز - "لیکن یہ بات بعید از قیاس نظر آتی ہے - کہ وہ پھاٹک پر

نہر روز پانچ دس منٹ ٹھیرتے ہوں گے۔ بلکہ ہمارے پاس اس کے عین برعکس شہادت موجود ہے۔ کہ وہ اس دلدل سے حتے الوسع کتراتے تھے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ وہ اُس رات بالخصوص وہاں پانچ دس منٹ کیوں ٹھیرے۔ اور ساتھ ہی دوسرے دن صبح کو وہ لندن جانے والے تھے۔ واٹسن! دیکھو ان خیالات میں جان پڑ رہی ہے۔ اور مجھے تو سب کے سب واقعات سلسلہ وار دکھائی دے رہے ہیں .... ذرا میری سارنگی تو اُٹھا لانا۔ اب تا وقتیکہ ہم ڈاکٹر مارٹیمر اور سر ہنری سے کل صبح ملاقات نہ کریں۔ اس قضیے کو بالکل ہی ملتوی رکھیں ◆

چوتھا باب

سر ہنری باسکرول

دوسرے روز صبح ہم جلدی ہی کھانے سے فارغ ہو گئے۔ اور ہومز اپنے موکل کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ گھڑی ابھی دس بجا ہی رہی تھی۔ کہ ڈاکٹر مارٹیمر داخل ہُوا۔ سر ہنری بھی اُس کے ساتھ ہی ساتھ تھا۔ مؤخر الذکر چھوٹے قد کا چُست و چالاک نوجوان تھا۔ اُس کی آنکھیں سیاہ تھیں۔ جسم مضبوط تھا۔ اور چہرے سے جوشیلا پن ٹپک رہا تھا۔ وہ سُرخی مائل دھاریوں والی پٹی کا سُوٹ پہنے ہوئے تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اکثر دھوپ میں محنت و مشقت کرتا رہا ہے۔ بایں ہمہ وجوہ وہ نہایت شریف دکھائی دیتا تھا۔ ڈاکٹر مارٹیمر نے اُس کی طرف اشارہ کر کے ازراہِ تعارف کہا "یہ سر ہنری باسکرول ہیں" +

سر ہنری :۔ "خوب! مسٹر ہومز! اگر میرا دوست مجھے آج آپ کے پاس نہ لاتا۔ تو میں خود ہی کل حاضر ہوتا۔ سُنا ہے کہ آپ پہیلیاں بُوجھا کرتے ہیں۔ ابھی آج صبح مجھے ایک ایسا معمّہ سا حل کرنے کی ضرورت پڑی۔ لیکن اس کو سلجھانے کے لئے میری عقل کافی نہ تھی" +

ہومز :۔ آپ تشریف تو رکھئے! ...... کیا آپ یہ کہنا چاہتے تھے۔ کہ لندن آنے کے بعد کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے؟

سر ہنری :۔ کوئی اتنا ضروری معاملہ تو نہیں۔ مَیں تو سمجھتا ہوں۔ کسی نے مذاق کیا ہے ..... یہ لیجئے ... یہ خط سا آج صبح مجھے ملا تھا اُس نے ایک لفافہ نکال کر میز پر رکھ دیا۔ اور ہم سب اُسے جُھک کر

دیکھنے لگے۔ قدرے سیاہی مائل رنگ کا معمولی لفافہ تھا۔ اور اس پر سر ہنری باسکرول۔ نارتھمبرلینڈ ہوٹل کا پتہ بھدے سے حروف میں تحریر تھا۔ چیرنگ کراس کی گذشتہ شام کی مُہر لگی ہوئی تھی۔ ہومز نے سر ہنری کی طرف غور سے دیکھکر پُوچھا "کسی کو کیسے پتہ لگا۔ کہ آپ نارتھمبر لینڈ ہوٹل میں ٹھیرینگے"؟

سر ہنری :- "پتہ تو کسی کو بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس بات کا فیصلہ میں نے ڈاکٹر صاحب سے ملنے کے بعد کیا تھا"۔

ہومز :- "لیکن ڈاکٹر صاحب تو وہیں ٹھیرے ہوئے تھے"؟

مارٹیمر :- "نہیں صاحب! میں تو اپنے ایک دوست کے ہاں ٹھیرا ہوا تھا میرے خیال میں تو کسی طرح ممکن ہی نہیں نظر آتا کہ کسی کو ہمارے ارادے کا پتہ لگا ہو"۔

ہومز :- "کوئی نہ کوئی ضرور تمہاری حرکات و سکنات دیکھ رہا ہے"۔

سر ہنری نے لفافے کو کھول کر اُس میں سے فولسکیپ کاغذ کا آدھا تختہ نکالا۔ اور اُسے میز پر پھیلا دیا۔ اُس پر چند چھپے ہوئے الفاظ سریش سے چپکے ہوئے تھے۔ صرف یہی فقرہ لکھا تھا "اگر آپ کو اپنی عقل یا زندگی کی قدر ہے تو اپنے آپ کو دلدل سے دُور رکھنا"۔ ان میں سے باقی الفاظ تو چھپے ہوئے تھے۔ اور 'دلدل' سیاہی سے لکھا ہوا تھا۔

سر ہنری نے قدرے اضطراب سے پوچھا "مسٹر ہومز! اب اس نامعقولیت کا کیا مطلب ہے؟ اور میرے معاملات میں میرے سوا اور کون اس قدر سرگرم ہو سکتا ہے"؟

ہومز :- "ڈاکٹر صاحب! آپ کا کیا خیال ہے؟ بہرکیف آپ کم از کم یہ تو مانیں گے۔ کہ اس میں جنات کا دخل نہیں"؟

مارٹیمر :- لیکن ممکن ہے۔ کہ یہ کسی ایسے شخص نے بھیجا ہو۔ جسے اس معاملے

کے ایسا ہی ہونے کا پورا یقین ہو"۔

سر ہنری نے جلدی سے پوچھا "کون معاملہ؟ . . . . کیا بات ہے؟ . . . . معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ سب صاحبان میرے ذاتی معاملات کے متعلق مجھ سے کچھ زیادہ جانتے ہیں"؟

ہومز "مطمئن رہیئے۔ آپ کو گھر جانے سے پہلے ہی بتائے دیتے ہیں۔ اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے۔ تو پہلے اس دلچسپ رقعے کو دیکھتے ہیں۔ اغلباً یہ الفاظ کل شام ہی مرتب ہوئے۔ اور خط بھی کل شام ہی بھیجا گیا۔ کیوں واٹسن! کل کا ٹائمز ہے"؟

مَیں۔ "یہ لو۔ اس کونے میں پڑا ہے"۔

ہومز "ذرا یہ دوسرا ورق . . . . . . ہاں . . . . ہاں یہی . . . . . افتتاحیہ کالم والا پرچہ دینا"۔ ہومز نے اخبار کے کالموں پر تیزی سے نیچے اوپر نگاہ دوڑائی۔ اور بلند آواز سے ایک عنوان "آزاد تجارت" پڑھکر ٹھیر گیا۔ اور کہنے لگا "اگر اجازت ہو تو آپ کو اس میں سے چند ایک فقرات پڑھ کر سناؤں؟ یہ لیجیئے . . . . . . "اگر آپ کو یہ بات کہکر خوش بھی کر دیا جائے۔ تو محصولات درآمد عائد کرنے سے آپ کی اپنی تجارت یا صنعت و حرفت کو فائدہ پہنچیگا۔ تو ذرا عقل دوڑانے سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ ایسا قانون نافذ کرنے کا مطلب بالآخر اپنے ملک کو دولت و ترقی سے دُور رکھنا ہے۔ ایسا کرنے سے ہماری درآمدہ اشیاء کی قدر و قیمت گھٹ جائیگی۔ جس کا ہمارے جزیرے کے عوام کی زندگی پر نہایت بُرا اثر پڑیگا۔ ہومز نے فرط انبساط اور اطمینان سے میرا ہاتھ دبا کر کہا "کیوں واٹسن! کیا خیال ہے؟ . . . کیا یہ جذبات قابلِ تعریف نہیں؟

ڈاکٹر مارٹیمر نے ہومز کی طرف معالجانہ انداز سے دیکھا۔ اور سر ہنری نے بھی میری طرف نہایت حیرانی سے دیکھکر کہا "مَیں یہ درآمد برآمد تو

بہت نہیں جانتا۔ لیکن میرے خیال میں ہم اس تحریر کا کھوج چھوڑ کر یونہیں بھٹک رہے ہیں"

ہومز:۔ اس کے عین برعکس۔ یعنی ہم بالکل کھوج پر ہیں۔ ڈاکٹر واٹسن میرے طریقوں سے آپ کی نسبت زیادہ واقف ہیں۔ لیکن مجھے تو خوف ہے۔ کہ اس کی اصلیت ابھی وہ بھی نہیں سمجھے"

میں:۔ میں تو صاف کہے دیتا ہوں۔ کہ مجھے تو اس کے ربط و تعلق کا خاک بھی پتہ نہیں لگا"

ہومز:۔ حالانکہ تعلق ایسا زبردست ہے۔ کہ پہلی تحریر کے الفاظ ہی اس سے لئے گئے ہیں:۔ "اگر، آپ، کو، اپنی، یا، تو، عقل، زندگی، کی، قدر، ہے، تو اپنے، آپ، کو، دلدل، سے، دور، رکھنا،" فرمائیے! اب بھی آپ کو پتہ نہیں لگا۔ کہ یہ الفاظ کہاں سے ماخوذ ہیں؟"

سرہنری:۔ "واللہ آپ نے تو غضب کیا"

ہومز:۔ اگر کسی شک کی کچھ گنجائش باقی ہو۔ تو اُس کا فیصلہ اس طرح ہو جائیگا۔ کہ 'اگر آپ کو' 'دور رکھنا' کی قدرًا اکٹھے ہی کاٹ کر چسپاں کئے گئے ہیں"

مارٹیمر نے تعجب اور حیرانی سے میرے دوست کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:" واقعی مسٹر ہومز مجھے تو اس بات کا خیال بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اگر کسی نے یہ بتایا ہوتا۔ کہ الفاظ کسی اخبار کے ہیں تو کوئی بڑی بات نہ تھی۔ مگر آپ نے تو اخبار کا نام بتانے پر ہی کفایت نہیں کی۔ بلکہ کالم بھی بتا دیا۔ واقعی میں نے ایسی محیّر العقل بات اب تک کہیں نہیں دیکھی۔ لیکن یہ تو بتائیے۔ کہ آپ کو معلوم کیسے ہُوا؟"

ہومز:۔ "ڈاکٹر صاحب! آپ ایک حبشی اور اسکیمو کی کھوپڑی میں امتیاز کر سکیں گے؟"

مارٹیمر:۔ "کیوں نہیں" +

ہومز:۔ "کیسے"؟

مارٹیمر:۔ "کیونکہ میرا تو خاص شغل ہی یہی ہے۔ کاسۂ سر کی تفاوت پیشانی پر کی ہڈیوں اور زاویۃ الوجہ کے اختلافات ایسے نہیں۔ کہ کوئی شناخت نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ ـــــــ" +

ہومز:۔ "اسی طرح میرا خاص شغل بھی یہی ہے۔ کیونکہ یہ اختلافات بھی اسی طرح واضح ہیں مجھے ایک معمولی اخبار کی طباعت وکتابت ٹائمز سے اتنی ہی مختلف دکھائی دیتی ہے۔ جتنی کہ آپ کو ایک اسکیمو کی کھوپری ایک حبشی کی کھوپری سے مختلف دکھائی دیتی ہے۔ ٹائپ کا پہچاننا تو ایک ماہر جرائم کی نہایت ابتدائی معلومات میں سے ہوتا ہے۔ اگرچہ میں اعتراف کرتا ہوں۔ کہ جب میں نوجوان تھا۔ تو میں نے غلطی سے ایک دفعہ 'لیڈز مرکیوری' کے ٹائپ کو 'ویسٹرن مارننگ نیوز' کا ٹائپ سمجھا تھا۔ لیکن ٹائمز کا افتتاحیہ کالم تو بالکل ہی نرالا ہوتا ہے۔ اس واسطے ممکن ہی نہ تھا۔ کہ یہ الفاظ کسی اور اخبار سے ماخوذ ہوں۔ اور چونکہ خط کل ہی کا لکھا ہوا تھا۔ اس لئے گمان اغلب یہی تھا۔ کہ الفاظ بھی کل کے اخبار کے ہونگے" +

سرہنری۔ "اتنا تو مجھے بھی پتہ لگ گیا ...... ہاں اور الفاظ قینچی سے ـــــــ" +

ہومز:۔ "ہاں۔ کسی ناخن کاٹنے والی چھوٹی قینچی سے کترے گئے ہیں۔ کیونکہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ 'دور رکھنا' کاٹنے میں دو دفعہ قینچی چلی ہے" +

سرہنری:۔ "اچھا تو یہ پیغام کسی نے ناخن کاٹنے والی چھوٹی قینچی سے کاٹ کر یعنی سے ـــــــ" +

ہومز:۔ "نہیں جناب سریش سے" +

مسٹر ہنری "اچھا سرِیش ہی سہی - لیکن میں یہ پوچھتا ہوں - کہ دلدل کو ہاتھ سے لکھنے کی کیا ضرورت پڑی تھی" +

ہومز "کیونکہ چھپے ہوئے الفاظ میں اُسے یہ لفظ نہیں مل سکتا تھا - باقی الفاظ تو عام استعمال ہوتے ہیں - لیکن دلدل ذرا مشکل سے ہی ملیگا"

مسٹر ہنری "یہ تو صحیح ہے - لیکن آپ نے اس پیغام میں کچھ اور بھی دیکھا ؟"

ہومز "ایک دو اور باتیں بھی ہیں - لیکن سراغ چھپانے کی ہر ممکن احتیاط کی گئی ہے - آپ دیکھئے - کہ پتہ بھی نہایت بدخطی سے لکھا ہوا ہے - مگر ٹائمز ایک ایسا پرچہ ہے - جسے صرف نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کے لوگ پڑھتے ہیں - اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ یہ خط کسی تعلیم یافتہ شخص نے بھیجا ہے - جو اپنے آپ کو غیر تعلیمیافتہ جتلانا چاہتا ہے - اور دستخط چھپانے کی کوشش ظاہر کرتی ہے کہ ممکن ہے - کہ آپ اُس کے خط کو دیکھ کر اُسے پہچان لیں - یا ایسا ہونے کا پھر کبھی احتمال ہو - اگر ہم پھر دیکھیں - تو معلوم ہوگا - کہ الفاظ ایک سیدھی سطر میں نہیں ہیں - ان میں سے بعض اپنی جگہ سے قدرے اونچے ہیں - مثلاً زندگی بالکل ہی اپنی جگہ پر نہیں - اس سے یا تو لاپرواہی ثابت ہو سکتی ہے - اور یا کاٹنے والے کی سرعت و تعجیل اور بے چینی - لیکن موخرالذکر خیال کو زیادہ قرینِ قیاس سمجھتا ہوں - کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے - کہ ایسے اہم معاملے میں لاپرواہی نہیں برتی جا سکتی تھی - اس سے ایک نیا سوال اُٹھتا ہے - کہ اگر جلدی تھی تو کیوں ؟ کیونکہ سر ہنری کو تو بہرحال دوسرے دن کی صبح کا لکھا ہؤا خط بھی ہوٹل سے چلے جانے سے پہلے مل جاتا - میرے خیال میں ترکیب کنندہ کو کسی کی مداخلت

کا خطرہ تھا۔ لیکن یہ معلوم نہیں۔ کہ کس کا خطرہ تھا۔ اتنے میں ڈاکٹر مارٹیمر بول اُٹھا۔" بس اب ہم محض ذہنی قیاسات پر اُتر آئے ہیں"+

ہومز۔" بلکہ یوں کہیئے۔ کہ ہم قیاس کرنے لگے ہیں۔ اور جس پر گمان غالب ہوجاتا ہے۔ اُس کو مطلب کی سمجھ کر چُن لیتے ہیں۔ ہمارے تخیل کا علمی استعمال تو یہی ہے۔ مگر خیالات کے لئے بھی کوئی مجسم بنیاد ہونی چاہیئے۔ اب پھر آپ کہینگے۔ کہ اٹکل پچو چلا رہا ہوں۔ مگر مجھے یقین ہے کہ یہ پتہ کسی ہوٹل میں لکھا گیا ہے"+

مارٹیمر:۔" ارے بندہ خدا یہ کیسے"؟

ہومز:۔" اس کا ذرا غور سے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوجائے گا۔ کہ رقعہ لکھنے والے کو قلم دوات نے کافی دق کیا ہے۔ کیونکہ ایک ہی لفظ میں دو جگہ قلم کے چرچرانے سے سیاہی ٹپکی۔ اور ایک چھوٹا سا پتہ لکھتے ہوئے تین دفعہ سیاہی خشک ہوئی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دوات میں سیاہی کم تھی۔ اب نجی کی دواتیں یا قلم اس حالت میں تھوڑے ہی رہتے ہیں۔ لیکن آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ جب لکھنے کو اور کچھ نہ ملے۔ تو ہوٹل کا قلم اور دوات کیسے ہُوا کرتے ہیں۔ اور مجھے پورا یقین ہے۔ کہ اگر چیرنگ کراس کے گردونواح کے ہوٹلوں کی ردی کی ٹوکریاں دیکھیں۔ حتٰی کہ ہمیں ٹائمز کا یہ پھٹا ہُوا ورق مل جائے۔ تو ہم اس کے لکھنے والے کو فوراً پکڑ سکتے ہیں ...... اہا ...... یہ کیا ہے"؟ وہ پھر اُس کاغذ کو اپنی آنکھوں کے قریب لاکر غور سے دیکھنے لگا +

"کیوں"؟

ہومز نے کاغذ پھینک کر کہا" کچھ بھی نہیں۔ یہ تو صرف سادہ کاغذ

کا ٹکڑا ہے۔ نہ ہی اس پر کوئی اور نشان ہے۔ اس لئے اس عجیب قسم کے خط کے متعلق اس سے زیادہ معلومات حاصل کرنا بہت مشکل ہے

...... اچھا.... سر ہنری! کیا لندن آنے کے بعد آپ کے ساتھ کوئی خاص واقعہ تو پیش نہیں آیا؟"

سر ہنری :"کیوں نہیں؟"

ہومز :"آپ نے کسی کو اپنے پیچھے آتے ہوئے تو نہیں دیکھا؟"

سر ہنری :"مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں یکایک کسی ناول کے مخمصے میں پھنس گیا ہوں۔ بھلا کسی کمبخت کو میری حرکات تاڑنے کی کیا پڑی ہے"+

ہومز :"ہم وہ بھی آپ کو بتائے دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اور بات بتانے کے قابل ہو۔ تو بتا دیجئے"+

سر ہنری :"لیکن یہ تو آپ پر منحصر ہے۔ مجھے کیا معلوم کہ آپ کیا چاہتے ہیں"+

ہومز :"روزمرہ کے معمول کے خلاف کوئی بات ہوئی ہو تو فرمایئے"

اس پر سر ہنری نے مسکرا کر کہا:"مجھے اب تک انگریزی بود و باش کے طریقے سے زیادہ واقفیت نہیں ہوئی۔ میرا سارا وقت اب تک امریکہ اور کینیڈا میں ہی گذرا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ بوٹوں کے جوڑے میں سے ایک بوٹ کا گم ہو جانا یہاں بھی غیر معمولی سی بات ہوگی"+

ہومز :"کیا آپ کا کوئی بوٹ گم ہو گیا ہے؟"

مارٹیمر :"جناب عالی! کہیں رکھا ہوگا۔ اور یاد نہ رہا ہوگا۔ کہ کہاں رکھا ہے؟ جب ہوٹل میں چلیں گے۔ تو اغلباً تلاش کرنے سے کہیں نہ کہیں سے مل جائیگا۔ بھلا مسٹر ہومز کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے متعلق تکلیف دینے سے کیا فائدہ"؟

مسٹر ہنری :۔ اُنہوں نے خود تو دریافت کیا تھا +

ہومز :۔ بالکل بجا! بظاہر خواہ کیسی ہی بیہودہ بات دکھائی دے۔ مگر آپ کا ایک بُوٹ تو گُم ہو گیا ہے ؟"

مسٹر ہنری :۔ ممکن ہے۔ کہ میں نے بے محل ہی رکھتے ہوں۔ کل رات میں نے دونوں موزے باہر رکھے تھے۔ لیکن صبح ایک ہی ملا۔ میں نے ہر چند پُوچھا۔ لیکن اُس بُوٹ پالش کرنے والے چھوکرے سے خاک بھی معلوم نہ ہو سکا۔ مگر غضب تو یہ ہے۔ کہ ابھی کل شام ہی بازار سے بُوٹ لاتا ہوں۔ اور ابھی پہنے ہی نہیں کہ ایک غائب +

ہومز۔ اگر آپ نے پہنے نہ تھے۔ تو صاف کرنے کو کیوں رکھتے تھے ؟

مسٹر ہنری :۔ نہیں صاحب! کمائے ہوئے چمڑے کے بُوٹ تھے۔ روغن شدہ بھی نہ تھے۔ اسی واسطے تو باہر روغن کرانے کو رکھتے تھے" +

ہومز :۔ میرے خیال میں آپ نے لندن پہنچتے ہی فی الفور جا کر بُوٹ خریدے" +

مسٹر ہنری :۔ جی ہاں کل میں نے یہاں آتے ہی بہت سی چیزیں خریدی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب بھی میرے ہمراہ تھے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ یہاں مجھے ایک رئیس کی سی حیثیت رکھنی چاہیئے۔ امریکہ میں میں اگرچہ ان باتوں کی چنداں پروا نہ بھی کرتا تو خیر تھی۔ لیکن یہاں تو مجھے ایک رئیس کی سی حیثیت رکھنی چاہیئے۔ چنانچہ باقی اشیاء کے ساتھ میں نے یہ بوٹوں کا جوڑا ابھی چھ ڈالر پر مول لیا تھا۔ لیکن ابھی پاؤں بھی نہیں ڈالا کہ ایک ندارد" +

ہومز :۔ واقعی ایسی بے کار چیز کا چوری جانا نہایت انوکھا سا معلوم ہوتا ہے۔ مجھے تو ڈاکٹر صاحب کی طرح پُورا یقین ہے۔ کہ یہ کھویا ہوا بُوٹ جلدی ہی مل جائیگا +

سر ہنری نے فیصلہ کن لہجے سے کہا: "اچھا صاحبان! مجھے جو کچھ معلوم تھا۔ میں نے بتا دیا ہے۔ اب آپ کی باری آئی ہے۔ ذرا اپنا وعدہ پورا کیجئے گا۔ مجھے بھی تو کچھ معلوم ہو۔ کہ آخر بات کیا ہے؟"

ہومز نے جواب دیا: "بے شک! نہایت معقول بات ہے! ڈاکٹر صاحب! میرے خیال میں آپ کے لئے اس سے بہتر کوئی چارہ نہیں۔ کہ اپنی داستان جیسے ہمیں سنائی تھی۔ انہیں بھی سنائیں"+

ہمارے علم دوست ڈاکٹر صاحب کی اس طرح حوصلہ افزائی ہوئی۔ تو انہوں نے اپنی جیب سے کاغذات کا پلندا نکالا۔ اور گذشتہ صبح کی طرح سارا قصہ پڑھ سنایا۔ سر ہنری باسکرول ہمہ تن گوش سنتے رہے۔ البتہ کہیں کہیں حیرانی سے چونک اٹھتے۔ آخر جب داستان ختم ہوئی۔ تو کہنے لگے "معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں اس خوفناک انتقام کا بھی وراثتاً مستحق ہوں۔ میں نے کئی بار یہ کہانی بچپن میں سنی تھی۔ میں تو سمجھا تھا۔ کہ ہمارے خاندان کے متعلق یونہیں کوئی فسانہ سا بنا ہوا ہے۔ آج سے پہلے میں اسے کبھی خیال میں بھی نہ لایا تھا۔ چچا جان مرحوم کی وفات کے متعلق اب میرے دماغ میں مختلف خیالات دوڑ رہے ہیں۔ کچھ صاف پتہ نہیں چلتا۔ کیوں جناب آپ نے بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کہ یہ معاملہ تعویذ گنڈوں کے متعلق یا ضابطہ فوجداری کے متعلق؟"

ہومز: "ابھی میں بھی تذبذب میں ہوں"+

سر ہنری: "اور اب اس خط والا معاملہ بھی عین اس میں پورا اترتا ہے"+

مارٹیمر۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس دلدل کے حالات کے متعلق کسی اور شخص کو ہم سے زیادہ علم ہے"+

ہومز۔ اور ساتھ ہی یہ کہ ایک شخص آپ کا بدخواہ بھی نہیں۔ کیونکہ اس

نے آپ کو خطرے سے آگاہ کر دیا ہے"۔

سر ہنری ۔"یا یہ بھی ہو سکتا ہے ۔ کہ اپنے اغراض و مقاصد کے لئے وہ مجھے خوف دلا رہے ہیں ۔ کہ میں وہاں نہ جاؤں"۔

ہومز :۔"ہاں یہ بھی ممکن ہے ۔ ڈاکٹر صاحب! میں آپ کا بہت ہی ممنون ہوں ۔ کہ آپ کے طفیل مجھے ایک ایسا دلچسپ معمہ مل گیا ۔ جس کے بعض حصے نہایت ہی دلکش ہیں ۔ لیکن فی الحال ہمارے سامنے عملی مسئلہ تو یہ ہے ۔ کہ آیا سر ہنری باسکرول کا اپنے گھر جانا قرین مصلحت ہے ۔ یا اس کے برعکس"۔

سر ہنری :۔"لیکن میں کیوں نہ جاؤں"؟

ہومز :۔"کچھ خطرہ سا نظر آتا ہے"۔

سر ہنری :۔"آخر آپ کا مدعا کیا ہے؟ خطرہ کس کا؟ اس شیطانی کتے کا یا کسی انسان کا"؟

ہومز :۔"یہی تو حل طلب معمہ ہے"۔

سر ہنری ۔"کچھ بھی ہو ۔ میرا جواب تو ایک ہی ہے ۔ نہ تو جہنم سے کوئی شیطان مجھے ڈرانے آ رہا ہے ۔ اور نہ ہی روئے زمین پر کے کسی انسان کا مجھے خوف ہے ۔ کہ میں اپنے اور اپنے باپ دادا کے گھر جانے سے باز آ جاؤں بس میرا آخری جواب یہی ہے"۔

یہ کہتے ہوئے اُس کے سیاہ ابرو سمٹ گئے ۔ اور اُس کا چہرہ قدرے سیاہی مائل سُرخ ہو گیا ۔ جس سے ظاہر ہو رہا تھا ۔ کہ باسکرولز کی تندمزاجی اُن کے اس آخری وارث کے حصے میں کسی سے کچھ کم نہ آئی تھی ۔ آخر اُس نے کہا: "مجھے تو اس بات کے سوچنے کا وقت بھی نہیں ملا ۔ ایک انسان کے لئے یکایک سوچ کر فیصلہ کر لینا نہایت مشکل ہے ۔ میں چاہتا ہوں ۔ کہ گھنٹہ آدھ گھنٹہ اکیلا بیٹھ کر کچھ غور و خوض کروں ۔ اب ساڑھے گیارہ بج

چلے ہیں - اور مَیں سیدھا اپنے ہوٹل کی طرف جا رہا ہوں - اچھا! بالفرض اگر اپنے مہربان ڈاکٹر واٹسن کے ہمراہ دو بجے ہمارے ہاں پہنچ کے وقت تشریف لائیں۔ تو شائید میں آپ کو کچھ زیادہ وضاحت کے ساتھ بتا سکونگا کہ اس کے متعلق میری کیا رائے ہے؟"

ہومز :- "کیوں واٹسن چلو گے نا؟"

مَیں :- "ضرور"

ہومز :- "اچھا آپ منتظر رہیئے گا - ہم آجائیں گے - آپ کو واپس جانے کے لئے گاڑی تو نہیں چاہیئے؟"

سر ہنری :- "میں تو پیدل جانا چاہتا ہوں - کیونکہ اس معاملے نے کچھ گھبراہٹ اور اضطرار سا پیدا کر دیا ہے"

ڈاکٹر مارٹیمر نے گرمجوشی سے اُس کے خیال کی تائید کی - اور وہ "آداب عرض" اور "خدا حافظ" کہکر چلتے بنے - ہم نے اُن کے سیڑھیوں پر سے اُترنے کی اور دروازے بند ہونے کی آواز سُنی - یکایک ہی ہومز ایک مضمحل اور کاہل الوجود شیخ چلی سے ایک چست و چالاک انسان بن گیا "واٹسن! جلدی بُوٹ اور کوٹ پہنو! جلدی کرو!" وہ خود دوڑتا ہُوا اپنے کمرے میں گیا - چند ہی لمحوں میں کپڑوں پر ایک فراک کوٹ پہن کر آگیا - ہم دونوں دوڑتے ہوئے سیڑھیوں میں سے اُتر کر بازار میں جا پہنچے - ڈاکٹر مارٹیمر اور سر ہنری ابھی ہماری نظر سے اوجھل نہ ہوئے تھے - اور آکسفورڈ سٹریٹ کی جانب ہم سے تقریباً دو سَو قدم ہی آگے جا رہے ہونگے - میں نے ہومز سے پُوچھا - کہ میں اُنہیں دوڑ کر روک لُوں - تو ہومز نے کہا :- نہیں عزیز من! اگر تم میری معیت برداشت کر سکو - تو میرے لئے تمہارا ساتھ رہنا ہی کافی ہوگا - ہمارے دوست عقلمند سے معلوم ہوتے ہیں - کیونکہ واقعی آج پیدل چلنے کے لئے نہایت اچھا دن ہے" - ہم نے اپنے قدم تیز

گئے۔ حتیٰ کہ ہمارا اور اُن کا درمیانی فاصلہ پہلے سے آدھا رہ گیا۔ ہمارے دوستوں نے ایک دفعہ ٹھیر کر ایک دوکان کے شیشوں کے پار دیکھا۔ اس پر ہومز نے بھی ایسے ہی کیا۔ اور ایک ہی لمحے کے بعد مطمئن ہو کر سانس لیا۔ چنانچہ جب میں نے اُس کے زاویۂ نظر کو دیکھ کر اپنی آنکھیں اُسی طرف کیں۔ تو میں نے ایک خوشنما سی گاڑی کو بازار کی دوسری طرف جاتے دیکھا۔ گاڑی پہلے ٹھیری ہوئی تھی۔ اور اب آہستہ آہستہ جا رہی تھی۔ اور اُس میں ایک آدمی بیٹھا ہُوا تھا۔ ہومز نے مجھے بُلا کر کہا "ہاں واٹسن! یہی شخص ہے۔ ذرا ادھر آنا۔ اور نہ سہی تو اس کی شکل ہی دیکھ لیں" اُس وقت میں نے دیکھا۔ تو ایک گھنی ڈاڑھی والا شخص گاڑی کی کھڑکی میں سے ہمیں گھُور گھُور کر دیکھ رہا تھا۔ یکایک اُس نے اوپر سے ایک دریچہ سا کھول کر جلدی سے کوچبان کو کچھ کہا۔ اور گاڑی اندھا دھند ریجنٹ سٹریٹ کی طرف نکل گئی۔

ہومز نے نہایت تشنائی انداز سے ادھر اُدھر دیکھا۔ لیکن جب کوئی خالی گاڑی نظر نہ آئی۔ تو خود ہی نہایت تیزی سے لوگوں کے ہجوم کو چیر کر گاڑی کا تعاقب کرنے لگا۔ لیکن گاڑی آگے نکل کر نظر سے اوجھل ہو گئی تھی۔ آخر جب ہومز گاڑیوں اور آدمیوں کے ہجوم سے ہانپتا کانپتا غصے سے لال پیلا نکلا۔ تو اُس نے نہایت افسوس سے ٹھنڈا سانس لے کر کہا "افسوس! ایسی بدقسمتی اور بدانتظامی کا پہلے بھی کہیں سامنا ہُوا تھا؟ واٹسن! ...... واٹسن! اگر تم میں کچھ بھی راستبازی موجود ہے۔ تو میری کامیابیوں کے ساتھ ہی یہ واقعہ بھی ضرور لکھنا"!

میں "یہ کون شخص تھا؟"

ہومز "مجھے خود معلوم نہیں"۔

میں :- "کوئی مخبر ہوگا"

ہومز - "جو کچھ ہم نے سُنا۔ اُس سے تو یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ سر ہنری جب سے یہاں آئے۔ اُن کے پیچھے کوئی نہ کوئی شخص ضرور سائے کی طرح پھرتا رہا۔ ورنہ اتنی جلدی کیسے کوئی معلوم کرسکتا تھا۔ کہ وہ نارتھمبر لینڈ ہوٹل میں فروکش ہونگے۔ اور جو شخص پہلے دن اُن کا تعاقب کرتا رہا۔ وہ لازمی طور پر دوسرے دن بھی ایسا کرتا۔ شاید تم نے دیکھا ہوگا۔ کہ جب ڈاکٹر مارٹیمر اپنے کاغذات پر سے وہ حکایت سی سُنا رہا تھا تو میں دو دفعہ ٹہلتا ٹہلتا کھڑکی کے پاس گیا تھا"

میں :- "ہاں مجھے خیال ہے"

ہومز :- "میں یہی دیکھ رہا ہوں۔ کہ آیا کوئی شخص باہر چکر تو نہیں لگا رہا۔ لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہمارا واسطہ کسی محتاط اور چالاک شخص سے پڑا ہے۔ میں تو اس بات سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ اور اگرچہ میں نے ابھی تک۔ اُس کے متعلق کچھ فیصلہ نہیں کیا کہ وہ اُن کا خیرخواہ ہے یا بدخواہ۔ لیکن اُس کی ذہنی قوت اور طاقت کی موجودگی کا مجھے پُورا پُورا احساس ہے۔ جب ہمارے دوست یہاں سے گئے۔ تو جھٹ پٹ ہی اُن کے پیچھے اس لئے چل دیا۔ تاکہ میں اُن کے اس ہمزاد کو ایک دفعہ دیکھ لوں۔ لیکن وہ کچھ ایسا چالاک واقع ہوا ہے۔ کہ بطور حفظِ ماتقدم وہ ایک گاڑی پر سوار تھا۔ اسی طرح وہ بغیر کسی کے شک وشبہ کے جب چاہتا۔ نہایت آزادی کے ساتھ اُن کے پیچھے جاسکتا تھا۔ اور جب اُس کی مرضی ہوتی۔ اُن سے آگے نکل کر جاسکتا تھا۔ اُسے ایک اور فائدہ بھی حاصل تھا۔ کہ اگر سرہنری بھی گاڑی پر واپس جاتے۔ تو وہ آسانی سے اُن کا تعاقب کرسکتا تھا۔ لیکن بظاہر اس کا ایک نقصان بھی تھا"

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-7

میں "وہ کوچبان کے ہاتھ میں تھا"

ہومز "بالکل ٹھیک"

میں "افسوس! ہمیں نمبر دیکھنا بھی یاد نہ رہا"

ہومز "اگرچہ میں اناڑی سا ہوں۔ لیکن میں خیال بھی نہیں کرسکتا۔ کہ تم فی الحقیقت یہ سمجھ رہے ہو۔ کہ میں نمبر نوٹ کرنا بھول گیا۔ نمبر تو ۲۷۰۴ تھا۔ لیکن فی الحال اس کا کوئی فائدہ؟"

میں "میں حیران ہوں۔ کہ تمہیں افسوس کس بات کا ہے۔ بھلا تم اس سے بڑھ کر کیا کرسکتے تھے؟"

ہومز۔ کیوں نہیں! مجھے تو چاہیئے تھا۔ کہ گاڑی دیکھتے ہی مڑ کر دوسری طرف چلا جاتا۔ ایسا کرنے سے میں بآسانی ایک دوسری گاڑی کرائے پر لے سکتا تھا۔ اور اگر چاہتا۔ تو اس گاڑی کا اچھے فاصلے سے تعاقب کرسکتا تھا۔ یا براہ راست ہی نارتھمبرلینڈ ہوٹل کے قریب چلا جاتا۔ اور یہ مجہول الاسم انسان سر ہنری کے پیچھے پیچھے وہاں جاتا۔ تو اپنے ہی جال میں خود پھنس جاتا۔ پھر دیکھتے۔ کہ جناب جاتے کہاں لیکن اس کے عین برعکس ہم اس قدر غرض کے اندھے اور غیر محتاط ہوگئے۔ کہ اس نے غیر معمولی سرعت سے اس بات کا پورا فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ ہمارا مقصد تاڑ کر رفوچکر ہوگیا"

دوران گفتگو میں ہم ایجنٹ سٹریٹ میں ہی سٹرگشت کرتے رہے۔ اور اس اثنا میں سر ہنری اور اُن کا رفیق ہم سے دور آگے نکل گئے تھے۔

ہومز۔ اب اُن کا تعاقب کرنا بے سود ہے۔ کیونکہ اُن کا سایہ اُن سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوچکا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے ہاتھ میں باقی کیا کیا پتے رہ گئے ہیں........ کیا تم اُس شخص کو پھر کبھی پہچان سکو گے؟

پن :۔"اُس کی داڑھی تو پہچان لُونگا"۔

ہومز:۔"لیکن اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اغلباً ڈاڑھی بھی مصنوعی ہے۔ بھلا ایک چالاک آدمی کو ایسے نازک معاملے میں حلیہ تبدیل کرنے کے سوا ڈاڑھی کی اور کیا ضرورت پڑ سکتی تھی؟ واٹسن! چلو چلیں!"

ہم مقامی نامہ بروں کے ایک دفتر میں گئے۔ جس کے مینجر نے ہومز کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا۔

ہومز:۔"اہا! ولسن! معلوم ہوتا ہے۔ تم ابھی تک اُس چھوٹے سے معاملے کو نہیں بھولے۔ جس میں مجھے خوش قسمتی سے تمہاری مدد کرنے کا موقع ملا تھا"۔

مینجر:۔"نہیں جناب! ہرگز نہیں! آپ نے میری عزت اور شاید میری جان تک بچائی تھی۔ بھلا میں کیسے بھول سکتا ہوں"۔

ہومز:۔"ارے میاں! تم یونہیں مبالغہ کر رہے ہو۔ اچھا ولسن! مجھے یاد ہے۔ کہ اُن دنوں تمہارے ہاں ایک لڑکا مسمی کارٹرائٹ ہُوا کرتا تھا۔ اور اُس کی ذہانت کا علم مجھے اس دن دورانِ تفتیش میں ہُوا تھا"۔

مینجر:۔"جناب وہ اب بھی میرے پاس ہی ہے"۔

ہومز:۔"مہربانی کر کے ذرا اُسے بلوا بھیجئے۔ اور ہو سکے۔ تو یہ پانچ پونڈ کا نوٹ بھی تُڑوا دیجئے گا"۔

مینجر کے بُلانے پر ایک چودہ برس کا ذہین اور ہونہار سا لڑکا آیا۔ اور ہمارے شہرہ آفاق سراغرساں کو نہایت مؤدبانہ طریقے سے کھڑا دیکھتا رہا۔

ہومز:۔"اچھا میاں کارٹرائٹ! ذرا ہوٹلوں کی ڈائرکٹری تو لانا ..... اچھا! یہاں تیئس ہوٹلوں کے نام درج ہیں۔ جو چیرنگ کراس کے بالکل قریب ہیں۔ کیوں سمجھے نا؟"

"جی ہاں"۔

"ان سب میں باری باری جانا"+

"اچھا جناب"+

"جب جاؤ تو پہلے ہر ایک دربان کو باہر ایک ایک شلنگ دینا۔ یہ تو تیئیس شلنگ ہیں"+

"جناب"+

ہومز۔"یہ کہنا کہ کل کی ردی کی ٹوکری دیکھنی چاہتے ہو۔ کیونکہ ایک ضروری برقی خبر کہیں غلطی سے کسی اور کے پاس چلی گئی ہے۔ اور تم اُسے ردی میں ڈھونڈھ رہے ہو۔ کیوں؟ سمجھے؟"

"جی ہاں"+

ہومز۔"اور دراصل تمہیں ٹائمز کا ایک پرچہ تلاش کرنا ہوگا۔ جس کے وسط میں سے کسی نے قینچی سے کتر کتر کر موریاں سی بنائی ہوئی ہوں۔ یہ لو۔ یہ ورق ہے۔ اسے پہچان لوگے نا؟"

"جی"+

ہومز۔ جب تم کسی ہوٹل میں جاؤ گے تو عام طور پر دربان کسی اور ملازم کو بلوا بھیجیگا۔ ان ملازموں کو بھی ایک ایک شلنگ دینا۔ یہ تیئیس شلنگ اور ہیں۔ اغلباً بیس جگہ سے تو یہی جواب ملیگا۔ کہ ردی یا تو جلا دی گئی ہے۔ یا کہیں پھینک دی گئی ہے۔ باقی کے تین میں جا کر تمہیں کہیں کاغذوں کے انبار دکھائے جائیں تو دکھائے جائیں۔ ورنہ امید کم ہی ہے۔ خیر تم ٹائمز کے اس ورق کا خیال رکھنا خیال تو نہیں لیکن کوشش کرنا۔ یہ لو دس شلنگ اور لے لو۔ شائد کہیں ضرورت پڑ جائے۔ ہاں.... اور آج شام سے پہلے ہی مجھے بیکر سٹریٹ میں تار کے ذریعے اطلاع دے دینا+

اچھا واٹسن! اب ہم ایک تار بھیجکر ۲۷۰۴ نمبر کے گاڑیبان کا پتہ دریافت کرتے ہیں۔ اور اسکے بعد ذرا بانڈ سٹریٹ کے تصویر خانے میں جا کر وقت گزارتے ہیں۔ تاکہ ہوٹل ہر وقت مقررہ پر جائیں"+

پانچواں باب

تین ٹوٹے ہوئے ڈورے

شرلک ہومز کے امتیازات خصوصی میں سے ایک یہ تھا۔ کہ وہ جب چاہتا۔ اپنے تفکرات سے آزاد ہو سکتا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے تک تو وہ اُن تمام حیرت انگیز واقعات کو بظاہر بھولے رہا۔ اور بلجیم کے مشہور مصوروں کی قلمکاریوں کے مطالعے میں مستغرق رہا۔ اُس وقت وہ فنون لطیفہ (جن کے متعلق اُس کی معلومات نہایت بلند پایہ کی تھیں) کے سوا کسی چیز کا ذکر ہی نہ کرتا تھا۔ آخر جب ہم تصویر خانے سے نکل کر ہوٹل میں گئے۔ تو وہاں کے کلرک نے کہا "جناب! سر ہنری باسکرول اُوپر آپ کا انتظار فرما رہے ہیں۔ اُنہوں نے مجھے آپ کی تشریف آوری پر آپ کو فی الفور اُوپر لے جانے کو کہہ رکھا ہے"

ہومز۔ میرے خیال میں آپ کو یہ رجسٹر دکھانے میں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟

کلرک "نہیں جناب! بڑے شوق سے ملاحظہ فرمائیے گا"

اُس میں سر ہنری کے بعد دو نام درج ہوئے تھے۔ پہلا تو تھیوفیلس جانسن ساکن نیوکیسل بمعہ عیال اور دوسرا مسز اولڈمور سکنہ ہائی لاج۔ ایلٹن اور اُن کی ایک ملازمہ کا تھا۔

ہومز نے دربان سے مخاطب ہو کر پوچھا "ہاں یہ جانسن صاحب تو وہی ہونگے نا؟ جنہیں میں بھی جانتا ہوں۔ کیوں یہ وہی بزرگ تو نہیں جو وکالت کرتے ہیں۔ اور قدرے لنگڑا کر چلتے ہیں؟

دربان :۔ جی نہیں - یہ تو کوٹلے کی کاؤنٹی کے مالک ہیں - اور ماشااللہ ابھی آپ کی عمر کے جوان ہیں "+

ہومز :۔ تمہیں یقین ہے - کہ یہی کوٹلے والے صاحب ہیں ؟

دربان :۔ جناب یقین کیسے نہ ہو - اس ہوٹل میں وہ گذشتہ سالوں میں کئی بار تو رہ چکے ہیں - ہم سب اُنہیں اُنہیں بخوبی جانتے پہچانتے ہیں "+

ہومز :۔ اچھا ـــــ فیصلہ شد اِمگر - میاں ! ان مسز اولڈ مور کا نام بھی تو مانوس سا معلوم ہوتا ہے - کئی بار ایک دوست کو ملنے گئے - اور کئی پرانے واقف شناساؤں سے بھی ملاقات ہوگئی - کہیں یہ وہی نہ ہوں "+

دربان :۔ ہاں جناب ! یہ دائم المریض سی ہیں - ان کے شوہر ایک مرتبہ گلوسیسٹر کے میئر بھی رہ چکے ہیں - اور یہ جب کبھی لندن میں تشریف لاتی ہیں - تو ہمارے ہاں ہی اُترتی ہیں "+

ہومز :۔ مفت میں ہی تمہیں تکلیف دی - مجھے ان سے بھی شرفِ واقفیت حاصل نہیں ...... اس کے بعد اُس نے دبی ہوئی آواز میں مجھے کہا - "واٹسن ! اس گفتگو سے میں نے ایک نہایت اہم نتیجہ اخذ کیا ہے - یعنی ہمیں معلوم ہو گیا ہے - کہ جو اشخاص ہمارے دوست کی حرکات و سکنات دیکھنے میں اتنے سرگرم ہیں - وہ خود اسی ہوٹل میں نہیں ٹھیرے - اس سے ثابت ہوتا ہے - کہ اگرچہ وہ اُسے دیکھتے رہنے کے نہایت خواہشمند ہیں - لیکن وہ ساتھ ہی یہ بھی چاہتے ہیں - کہ سر ہنری اُنہیں دیکھ نہ سکیں - یہ ایک نہایت ہی کارآمد نتیجہ ہے "+

میں :۔ کیوں ؟ کیسے ؟

ہومز :۔ کیونکہ ـــــ ارے میاں دیکھو تو یہ کیا بات ہے ؟

جب ہم سیڑھیوں کی چوٹی پر پہنچے ۔ تو آگے سر ہنری ہمارے بالکل سامنے تھے ۔ اُن کا چہرہ غُصّے سے لال پیلا ہو رہا تھا ۔ وہ اپنے ہاتھ میں ایک گرد آلود بُوٹ لئے ہوئے تھے ۔ اور اس قدر برہم اور آشفتہ تھے ۔ کہ اُن کے لئے بات کرنی بھی مشکل ہو گئی تھی ۔ اور آخر جب وہ بولے بھی تو اتنے چوڑے چپٹے خالص امریکن لہجے میں بولے ۔ کہ صبح سے لے کر اب تک ہم میں سے کسی نے بھی انہیں اس طرح بولتے نہیں سُنا تھا ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ کمبخت ہوٹل والے مجھے اُلّو بنا رہے ہیں میں انہیں بتا دوں گا ۔ کہ میں بنانے کا نہیں ۔ واللہ! اگر اُس لونڈے نے میرا بُوٹ نہ پیدا کیا ۔ تو کیا یاد کرے گا ۔ مسٹر ہومز! میں ایک مذاق تو برداشت کر سکتا ہوں ۔ لیکن یہ لوگ تو حد سے ہی بڑھے جاتے ہیں" +

ہومز :- "ابھی تک بوٹ کا ہی جھگڑا ہے"؟

سر ہنری :- "کیوں نہیں ۔ دیکھئے کیسے نکالینگے" +

ہومز ۔ "آپ کیا کہتے ہیں ۔ کہ براؤن رنگ کا نیا بوٹ تھا"؟

سر ہنری :- "وہ تو تھا ۔ مگر اب ایک سیاہ رنگ کا پُرانا بُوٹ بھی غائب ہے" +

ہومز :- "کیوں آپ یہ تو نہیں کہتے ۔ کہ ——" +

سر ہنری ۔ یہی تو میں کہہ رہا ہوں ۔ کہ میرے کُل تین جوڑے تھے ۔ ایک نیا براؤن رنگ کا ۔ ایک سیاہ اور ایک یہ پیٹنٹ چمڑے کا جسے میں پہنے ہوئے ہوں ۔ رات کو وہ نیا بوٹ لے گئے تھے ۔ اور اب یہ سیاہ بُوٹ بھی سونگھ گئے ہیں ...... بتا بے! ..... کیا کہتا ہے ۔ تیرے پاس نہیں؟ ابے میں جو کہتا ہوں ۔ کیا کیا؟ کھڑا میرا منہ دیکھتا ہے! کچھ کہے گا بھی یا نہیں؟

ایک گھبرایا ہوا جرمن نوکر سامنے کھڑا تھا "نہیں حضور۔ میں نے تو سارا ہوٹل چھان مارا۔ خاک بھی پتہ نہیں چلا"+

سر ہنری:" یا تو شام سے پہلے بوٹ آئے گا یا میں خود سید ھا مینجر کے پاس جاؤنگا۔ کہ میں تو چلتا ہوں"+

نوکر:" نہیں جناب مِل جائیگا۔ جناب ذرا صبر فرمائیں۔ کہیں نہ کہیں سے ضرور مِل جائیگا"+

سر ہنری:" ہاں خیال سے دیکھنا! دیکھو! میں نہیں چاہتا۔ کہ اس چوروں کے ڈربے میں رہ کر کوئی اور چیز بھی گنوا بیٹھوں۔ مسٹر ہومز! معاف فرمایئے گا۔ میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں"+

ہومز:" میرے خیال میں تو یہ باتیں قابل توجہ ہیں"+

سر ہنری:" کیوں؟ آپ تو بڑی متانت سے کہہ رہے ہیں"+

ہومز:" ذرا سمجھایئے تو ــــ!"+

سر ہنری:" خاک سمجھاؤں گا۔ مجھے تو عمر بھر میں ایسے عجیب و غریب واقعے سے واسطہ نہیں پڑا ــــ"+

ہومز نے کچھ سوچتے ہوئے "نہایت ہی عجیب" کہا۔ جس پر سر ہنری نے پوچھا" کیوں آپ کا کیا خیال ہے"؟

ہومز:" ابھی تک تو میں بھی اس کے سمجھنے کا کما حقہٗ دعوے نہیں کرسکتا سر ہنری! مجھے تو یہ بڑی ٹیڑھی کھیر نظر آتی ہے۔ جب میں اس واقعے کو آپ کے چچا جان مرحوم کی وفات سے متعلق گردانتا ہوں۔ تو میں نہیں سمجھتا۔ کہ اُن پانچ سو بڑے بڑے معرکوں میں سے کوئی بھی اس معاملے کا ہم پلّہ ہو۔ لیکن ہمارے ہاتھ میں چند ایک سراغ ہیں۔ اور یقیناً اُن میں سے ایک آدھ تو ضرور حقیقت کے بے نقاب کرنے میں مدد دیگا۔ ممکن ہے

• کہ ہم کسی غلط نشان کی پیروی کرتے ہوئے تضیع اوقات کریں۔ لیکن خواہ جلدی پہنچیں۔ یا دیر سے۔ ہم کبھی نہ کبھی حقیقت تک ضرور جا پہنچیں گے۔"

اس کے بعد ہم نے سہ پہر کا ناشتہ نہایت مزے سے اُڑایا۔ کیونکہ اس کے دَوران میں اس ناخوشگوار قضیئے کا کسی نے نام تک نہ لیا تھا۔ آخر جب فارغ ہو کر سر ہنری کی نشستگاہ میں گئے۔ تو ہومز نے سر ہنری سے پُوچھا۔ کہ گھر جانے کے متعلق اُن کا کیا خیال تھا۔ جس کے جواب میں سر ہنری نے کہا "باسکرول ہال میں جاؤنگا اور کیا؟"

ہومز۔ "کب؟"

سر ہنری۔ "اسی ہفتے کے اخیر میں"۔

ہومز۔ "بحیثیت مجموعی آپ کا خیال نہایت موزون ہے۔ میرے پاس اس امر کے کافی ثبوت ہیں۔ کہ لندن میں بعض لوگ آپ کے پیچھے پیچھے پھر رہے ہیں۔ اور اس شہر کے لاکھوں انسانوں میں ان بھلے مانسوں کی شخصیت یا ان کے مقاصد کا دریافت کرنا کارے دارد۔ اگر اُن کے ارادے فاسد ہیں۔ تو کیا خبر۔ وہ آپ کو کچھ ضرر پہنچا بیٹھیں۔ اور ہم بھی آپ کی امداد کو نہ پہنچ سکیں۔ کیوں ڈاکٹر صاحب! جب آپ میرے گھر سے چلے تھے۔ تو آپ کو معلوم تھا۔ کہ کوئی آپ کے پیچھے آ رہا ہے"؟

ڈاکٹر مارٹیمر نے بُوکھلا کر پوچھا "ہیں؟ ہمارے پیچھے کَون تھا؟"

ہومز۔ بدقسمتی سے میں یہ بتانے سے تو معذور ہوں۔ لیکن آپ کے ڈارٹمور کے واقفکاروں میں سے کوئی گھنی ڈاڑھی والا شخص بھی ہے؟"

مارٹیمر۔ "نہیں —— ہاں —— کیوں نہیں! سر چارلس کے خانسامے بیریمور کی ڈاڑھی بڑی گھنی ہے!"

سر ہنری۔ "اچھا تو یہ بیریمور کہاں ہے؟"

مارٹیمر۔ "باسکرول ہال کی نگرانی کرتا ہے"۔

ہومز۔ "کیوں نہ ہم معلوم کریں۔ کہ وہ فی الحقیقت وہیں ہے یا لندن میں آیا ہوا ہے؟"
"یہ کیسے؟"
ہومز۔ "مجھے تار کا ایک فارم دیجئے۔ بس یہی مضمون کافی ہوگا...... "کیا سر ہنری کے آنے کے لئے سب کچھ تیار ہے؟" پتہ "مسٹر بیریمور۔ باسکرول ہال" ہی کافی ہوگا...... ہاں...... لیکن تار گھر کونسا نزدیک ہے؟"
مارٹیمر۔ "گریمپن"
ہومز۔ "اچھا...... بہت خوب! ہم ایک دوسری بار گریمپن کے پوسٹماسٹر کو بھیج دیتے ہیں۔ کہ تار مسٹر بیریمور کے سوا کسی اور کے ہاتھ میں نہ دیجئے گا۔ اور جواب بذریعہ تار سر ہنری باسکرول کو نارتھمبرلینڈ ہوٹل میں بھیجدیں۔ اس سے ہم کو شام سے پہلے ہی پتہ لگ جائیگا۔ کہ آیا بیریمور ڈیون شائر میں اپنی جگہ پر ہی ہے یا کہیں باہر گیا ہوا ہے"
سر ہنری۔ "اچھا یہ تو ہوا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب! یہ بیریمور کون ہے؟"
مارٹیمر۔ "یہ آپ کے گھر کے ایک پرانے کارندے کا لڑکا ہے۔ یہ خاندان آپ کے ہال کی چار پشتوں سے خبرگیری اور خدمت کر رہا ہے۔ جہاں تک مجھے اُن کے متعلق علم ہے۔ وہ خود اور اُس کی بیوی دونوں قابلِ تعریف ہیں"
سر ہنری۔ "اور یہ بھی تو ممکن ہے۔ کہ جب ہمارے خاندان میں سے کوئی شخص بھی باسکرول ہال میں نہ ہوتا ہوگا۔ تو کام کاج تو ان کو ہوتا نہ ہوگا۔ اور یہ میاں بیوی اپنے باوا کا گھر سمجھ کر وہاں گلچھرے اُڑاتے ہوں گے"
ہومز۔ "کیا بیریمور کو بھی سر چارلس کی وصیت کے مطابق کچھ ملا تھا؟"

مارٹیمر:۔ "اُسے اور اُس کی بیوی دونوں کو پانچ پانچ سو پونڈ ملے تھے"۔

ہومز:۔ "اُنہیں معلوم تھا۔ کہ یہ رقم اُنہیں ملیگی؟"

مارٹیمر:۔ "ہاں! سر چارلس مرحوم اپنے وصیت نامے کا مضمون بڑے شوق سے اکثر دوہرایا کرتے تھے"۔

مارٹیمر:۔ "میرے خیال میں آپ ہر ایک ایسے آدمی کو جسے اُن کی وفات کے بعد کچھ ملا ہو۔ مشکوک اور مشتبہ تو نہیں گردانتے۔۔۔۔ کیونکہ مجھے خود بھی اُن کی وصیت کے مطابق ایک ہزار پونڈ ملے ہیں"۔

ہومز:۔ "کسی اور کو بھی کچھ ملا تھا؟"

مارٹیمر:۔ "بہت سے خیراتی کاموں اور مختلف اشخاص کے نام پر بھی تھوڑی تھوڑی رقوم تھیں۔ اور باقی سب سر ہنری کو ملا"۔

ہومز:۔ "اور یہ باقی کتنے پونڈ تھے؟"

مارٹیمر:۔ "سات لاکھ اور چالیس ہزار پونڈ"۔

ہومز نے قدرے تعجب سے اوپر دیکھ کر کہا:۔ "اوہو۔ مجھے تو ذرا بھی خیال نہ تھا۔ کہ اتنی بڑی رقم کا معاملہ ہے"۔

مارٹیمر:۔ "ہاں۔ سر چارلس ایک مشہور امیر کبیر تھے۔ لیکن ہمیں معلوم نہ تھا۔ کہ اُن کے پاس فی الحقیقت اتنی دولت ہے۔ آخرکار جب ہم نے اُن کی کل جائیداد کا تخمینہ لگایا۔ تو ہمیں معلوم ہوا۔ کہ کل جائیداد تقریباً دس لاکھ پونڈ کی مالیت کی تھی"۔

ہومز:۔ "میاں! اس بازی میں تو انسان اپنی جان پر بھی کھیل سکتا ہے ہاں ڈاکٹر صاحب! ایک بات اور۔۔۔۔۔۔ معاف رکھنا۔ مکروہ سی بات ہے۔۔۔۔۔۔ اگر ہمارے نوجوان دوست کو خدانخواستہ کچھ ہو جائے۔ تو یہ جائیداد کیسے ملیگی؟"

مارٹیمر:۔ "چونکہ سر چارلس کا چھوٹا بھائی راجہ باسکرول کنوارا ہی مرگیا

تھا۔ اس لئے جائیداد ڈیسمنڈز کے خاندان میں چلی جائیگی۔ جیمز ڈیسمنڈ تو جو اس خاندان میں سب سے بڑے ہیں۔ ان دنوں ویسٹمورلینڈ میں پادری ہیں"۔

ہومز۔ "میں ان تمام تفصیلات کے لئے آپ کا ازحد ممنون ہوں۔ کیونکہ یہ نہایت دلچسپ سی معلومات ہیں۔ اچھا تو آپ کی ان جیمز ڈیسمنڈ صاحب سے بھی کبھی ملاقات ہوئی ہے"؟

مارٹیمر۔ "جی ہاں۔ وہ ایک دفعہ سر چارلس کے ہاں آئے تھے۔ بظاہر تو نہایت فرشتہ سیرت اور بزرگ انسان تھے۔ مجھے یاد ہے کہ سر چارلس نے اُنہیں کچھ وظیفہ قبول کر لینے پر ہر چند مجبور کیا تھا۔ لیکن اُنہوں نے انکار کر دیا تھا"۔

ہومز۔ "اور یہ سیدھا سادہ انسان سر چارلس کے لاکھوں کا وارث ہوتا"۔

مارٹیمر۔ جائیداد کے تو وہ قانوناً بھی وارث ہوتے۔ کیونکہ جائداد جدی تھی۔ اور اگر نقدی کے بھی کسی اور شخص کو دئے جانے کی وصیت نہ کی گئی ہوتی۔ تو وہ نقدی کے بھی جائز وارث ہوتے"۔

ہومز۔ اچھا سر ہنری! کیا آپ نے اپنی وصیت تیار کر لی ہے"؟

سر ہنری۔ نہیں مسٹر ہومز! مجھے تو فرصت ہی نہیں ملی۔ ابھی کل ہی تو مجھے یہ حالات معلوم ہوئے۔ لیکن کچھ بھی ہو۔ میرا تو یہی خیال ہے۔ کہ نقدی بھی باقی جائیداد اور خطاب کے ساتھ ہی جانی چاہیئے۔ میرے مرحوم چچا جان کا بھی یہی خیال تھا۔ خیال تو کیجئے۔ کہ صرف جائداد سے ہی اس کا مالک وہ پرانی شان اور ٹھاٹھ کیسے رکھ سکتا ہے۔ میرے خیال میں تو زر۔ زمین اور مکان تینوں چیزیں ایک ہی شخص کو ملنی چاہئیں"۔

ہومز۔ بالکل درست۔ ہاں اور میں آپ کے باسکر دل ہال جانے کے متعلق بھی آپ کا بالکل ہمنیال ہوں۔ البتہ ایک بات ہے۔ وہ یہ کہ آپ وہاں اکیلے نہ جائیں"+

سرہنری "ڈاکٹر مارٹیمر میرے ساتھ ہونگے"+

ہومز "لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنا کام کاج بھی تو کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اُن کا گھر بھی آپ کے ہاں سے میلوں دُور ہے۔ خواہ وہ آپ کے کتنے ہی خیرخواہ کیوں نہ ہوں۔ ممکن ہے۔ کہ ان حالات میں وہ آپ کی موقع پر مدد کرنے سے قاصر رہیں۔ نہیں صاحب! آپ کو اپنے ساتھ کوئی نہ کوئی قابل اعتبار آدمی ضرور لے جانا چاہیئے۔ جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہے"+

سرہنری "مسٹر ہومز! کیا آپ خود تشریف لے جا سکینگے"؟

ہومز "اگر معاملات نہایت ہی نازک صورت اختیار کرلیں۔ تو میں بذاتِ خود حاضر ہونے کی کوشش کرونگا۔ لیکن آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس قدر مؤکلوں اور مختلف مقامات سے لاتعداد درخواستوں کی وجہ سے ایک غیر معینہ عرصے کے لئے میرا لندن سے غیر حاضر ہونا محض ناممکن ہے۔ مثلاً اس وقت انگلستان کے ایک مشہور خاندان کے نام پر ایک قزاق یورش کرنے والا ہے۔ اور صرف میں ہی اسے اس تباہ کن حادثے سے بچا سکتا ہوں۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ میرا ڈارٹمور میں جانا کہاں تک ناممکن ہے"+

سرہنری "تو آپ کسے تجویز کرینگے"؟

ہومز نے اس کے جواب میں اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھ کر کہا۔ "اگر میرے مکرّم دوست ڈاکٹر واٹسن مان جائیں۔ تو میرے خیال میں ایسی تنگ سی جگہ کے لئے ان سے بہتر آدمی نہ مل سکے گا۔ مجھ سے زیادہ

وثوق کے ساتھ کوئی شخص بھی کسی کے متعلق ایسے نہیں کہہ سکتا " یہ سارا معاملہ یکایک مجھ پر آن پڑا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا سرہنری نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں دبا لیا تھا۔ اور اب وہ کہنے لگے۔
" واقعی ڈاکٹر واٹسن! آپ کی بڑی شفقت ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ میرا کیا حال ہے۔ کیونکہ آپ بھی میری طرح اس معاملے سے واقف ہیں۔ اگر آپ میرے ساتھ باسکرول ہال تشریف لے جائیں۔ تو میں یہ احسان عمر بھر نہیں بھول سکونگا"۔

اس قسم کی جرأت طلب مہمات میں شامل ہونے کا مجھے خاص شوق تھا۔ اس کے علاوہ ہومز نے بھی میری تعریف کی تھی۔ اور خود سرہنری نے مجھے ایک رفیق کی طرح مخاطب کیا تھا۔ ان سب باتوں کا خیال کر کے میں نے کہا" میں نہایت خوشی سے تیار رہونگا۔ اس سے بہتر موقع میرے ہاتھ کب آئیگا"۔

ہومز:۔ "اور جب معاملات نہایت نازک صورت اختیار کر لیں۔ تو مجھے اطلاع دے دینا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ کیسے کرنا۔ میرے خیال میں تم سنیچروار کو چلے جاؤ گے"؟

سرہنری:۔ "اگر ڈاکٹر صاحب تیار ہوں تو"۔

میں:۔ "میں بالکل تیار ہوں"۔

ہومز:۔ "اچھا پھر اس ہفتے کی شام تک اگر کوئی اور صلاح نہ بن گئی۔ تو ساڑھے دس بجے پیڈنگٹن سے آنے والی گاڑی پر ملینگے"۔

ہم رخصت ہونے کو اُٹھے ہی تھے۔ کہ یکایک سرہنری نے فاتحانہ انداز سے "میرا گم شدہ بوٹ!" کہہ کر ایک جست لگائی۔ اور لپک کر کمرے کے ایک کونے میں سے اپنا براؤن بوٹ ایک چھوٹی سی الماری کے نیچے سے نکال لائے"۔

ہومز:۔"خدا کرے۔ کہ ہماری سب کی سب مصیبتیں ایسی ہی آسانی سے رفع ہو جائیں"+

ڈاکٹر مارٹیمر نے کہا: "نہایت ہی حیرانی کی بات ہے۔ کہ ابھی سہ پہر کے ناشتے سے پہلے میں نے اس کمرے کا چپہ چپہ ڈھونڈھ مارا تھا"+

سر ہنری:۔ "اور میں نے بھی کوئی کونہ نہیں چھوڑا تھا"+

ہومز:۔ "اُس وقت تو آپ کو کوئی بوٹ نہیں ملا تھا؟"

"بس تو جب ہم کھانا کھا رہے ہونگے۔ تو اُسی نوکر نے آنکھ بچا کر رکھ دیا ہوگا"۔ چنانچہ نوکر کو بُلایا گیا۔ لیکن اُس سے بھی کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ ان تمام چھوٹے چھوٹے بے حاصل اور پُر اسرار واقعات (جو اتنی سرعت سے یکے بعد دیگرے پیش آئے تھے)، کے سلسلے میں ایک اور وقوعہ شامل ہو گیا سر چارلس کی اندوہناک وفات کی داستان کے علاوہ ان دو ہی دنوں میں چند نا قابلِ تشریح واقعات یعنی چھاپہ شدہ خط کا آنا۔ گاڑی میں ایک مشکوک آدمی کا دیکھا جانا۔ نئے بُوٹ کا گُم ہو جانا۔ پُرانے سیاہ بُوٹ کا چوری جانا۔ اور پھر نئے بُوٹ کا مل جانا پیش آئے تھے۔ جب ہم گاڑی میں بیٹھ کر واپس چلے۔ تو ہومز کے چپ چاپ۔ متین اور سنجیدہ اور سکڑی ہوئی بھوؤں کو دیکھ کر مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ وہ بھی میری طرح کسی ایسے مقصد کی تلاش میں تھا۔ جس کے حصول کی کوشش کے لیئے یہ سب واقعات (جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور غیر متعلق دکھائی دیتے تھے)، اپنی اپنی جگہ پر ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح بیٹھ جاتے۔ وہ سہ پہر بلکہ شام تک اسی طرح بیٹھا۔ تمباکو پیتا رہا۔ شام کا کھانا کھانے سے چند ہی منٹ پہلے دو تاریں آئیں+

(۱) "ابھی خبر ملی ہے۔ کہ بیریمور وہیں ہے۔

از باسکرول"

(۲) "حسب ارشاد تیئیس ہوٹل تلاش کئے - پرچے کا کوئی نشان نہیں ملا۔
کارٹرائٹ"

ہومز:۔ "اچھا واٹسن! یہ دو ڈورے تو ہاتھ سے گئے - لیکن جب کسی معاملے میں سب کچھ میرے خلاف ہوجاتا ہے - تو میں اُس کی تفتیش مزید سرگرمی سے کیا کرتا ہوں - خیر یہ تو ہُوا - اب کسی اور ڈھنگ پر چلنا چاہیئے +

مَیں:۔ ابھی وہ کوچبان تو ہمارے قبضے میں ہے" +

ہومز - ہاں میں نے اُس کا نام اور پتہ دریافت کرنے کے لئے افسر متعلقہ کو اطلاع دی تھی - کچھ تعجب نہیں - کہ دروازے پر کی گھنٹی اسی کا جواب لائی ہو - تھوڑی ہی دیر میں معلوم ہوگیا - کہ یہ گھنٹی اُس تار کے جواب سے بھی کسی قدر زیادہ تسلی بخش ثابت ہوئی - کیونکہ دروازہ کھلنے پر ایک ایسا آدمی داخل ہُوا - جو شکل و شباہت سے خود ہی کوچبان دکھائی دیتا تھا +

کوچوان:۔ "مجھے ہیڈ آفس سے اطلاع ملی ہے - کہ کسی صاحب نے نمبر ۲۷۰۴ کا نام اور پتہ دریافت کیا ہے - میں سات سال تک گاڑیبانی کرتا رہا - اور کبھی کسی کے منہ سے شکایت کا حرف تک نہیں سُنا - میں اڈے سے سیدھا یہاں آرہا ہوں - کہ جناب سے روبرو ہوکر پُوچھوں - کہ جناب کو میرے خلاف کیا شکایت ہے"؟

ہومز:۔ "میاں! تمہارے خلاف مجھے کسی قسم کی شکایت نہیں - بلکہ اس کے عین برعکس تمہاری تکلیف کے عوض یہ نصف پونڈ دھرا ہے - مجھے امید ہے - کہ تم میرے سوالات کا صاف صاف جواب دوگے" +

کوچوان نے زہر خندہ کرکے کہا "میرا وقت تو اچھا گزرا - اور نہ ہی مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی - پھر جناب نے مجھے کس لئے بلایا ہے"؟

ہومز:"سب سے پہلے اپنا نام اور پتہ بتاؤ۔ شاید پھر کبھی تمہاری ضرورت پڑے"۔

کوچوان:"میرا نام **جان کلیٹن** ہے۔ نمبر ۳۔ ترپی سٹریٹ۔ دی بارو میں رہتا ہوں۔ اور میری گاڑی واٹرلو سٹیشن کے قریب شیلٹے کے اڈے پر ہوا کرتی ہے"۔

شرلک ہومز نے یہ تفصیلات کاغذ پر نوٹ کر لیں۔ اور پوچھا "کلیٹن! یہ بتاؤ۔ کہ جو شخص آج تمہاری گاڑی پر صبح دس بجے اس گھر کو دیکھتا رہا اور پھر بعد میں ایجنٹ سٹریٹ پر دو آدمیوں کو دیکھتا رہا وہ کون تھا؟"

اس پر کوچوان گھبراہٹ اور حیرانی سے مبہوت ہو گیا۔ آخر بولا "جناب میرے بتائے بغیر ہی اتنا جانتے ہیں۔ تو میں اور کیا بتاؤں؟ اصل میں بات یہ تھی۔ کہ اُس نے مجھے کہا تھا۔ کہ وہ ایک جاسوس ہے۔ اسواسطے میں اُس کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتاؤں"۔

ہومز۔ "ارے بھائی یہ ایک نہایت اہم معاملہ ہے۔ اور اگر تم نے کچھ چھپانے کی کوشش کی۔ تو ممکن ہے۔ کہ تمہیں پر کچھ لوٹ پڑے۔ تم کیا کہتے ہو۔ کہ وہ اپنے آپ کو ایک جاسوس ظاہر کرتا تھا"۔

کلیٹن:"جی ہاں"۔

ہومز:"اُس نے یہ کب کہا تھا؟"

کلیٹن:"جب وہ میری گاڑی چھوڑ کر اُترا تھا"۔

ہومز:"اُس نے کچھ اور بھی کہا تھا؟"

کلیٹن:"جی ہاں۔ اُس نے اپنا نام بھی بتایا تھا"۔

ہومز نے فاتحانہ انداز سے میری طرف دیکھ کر پھر پوچھا "بڑی حماقت کی۔ جو اُس نے اپنا نام بتا دیا۔ اچھا اُس کا نام کیا تھا؟"

کلیٹن:"اُس کا نام مسٹر شرلک ہومز تھا"۔

یہ سُن کر میرا دوست اس قدر حیران اور متعجب ہو کر پیچھے ہٹا۔ کہ اس سے پہلے میں نے اُسے ایسا کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لحہ بھر تو وہ چپ چاپ حیران بیٹھا رہا۔ پھر یکایک زور سے قہقہہ لگا کر اُٹھا "کیوں واٹسن؟ کیسا وار ہے۔ برابر کی چوٹ ہے یا نہیں؟ اب کی بار تو اس نے خوب صفائی سے چرکہ لگایا۔ اچھا تو اس کا نام شرلک ہومز تھا؟"

کلیٹن:۔ "جی ہاں یہی تھا"

ہومز:۔ "بہت خوب! لیکن یہ تو بتاؤ۔ کہ تم اُسے کیسے ملے اور ہُوا کیا تھا؟"

کلیٹن۔ "اُس نے مجھے ساڑھے نو بجے ٹریفالگر کے چوک میں بُلا کر کہا۔ کہ میں ایک جاسوس ہوں۔ اور ساتھ ہی دو پونڈ دینے کا اس شرط پر وعدہ کیا۔ کہ میں دن بھر جیسے وہ کہے کرتا رہوں۔ اور اُس سے کچھ نہ پوچھوں۔ سب سے پہلے ہم نارتھمبرلینڈ ہوٹل کے سامنے جا کر کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ دو آدمی نکلے۔ اور اُنہوں نے اڈے پر سے ایک گاڑی لی۔ چنانچہ ہم اُن کے پیچھے پیچھے ہولئے۔ اور وہ یہیں کہیں آکر اُترے"

ہومز۔ "بس یہی دروازہ تو تھا"

کلیٹن:۔ "خیر۔ مجھے یہ تو اچھی طرح سے یاد نہیں۔ کہ یہ تھا یا کوئی اور تھا لیکن مجھے یقین ہے۔ کہ اُسے اچھی طرح معلوم تھا۔ ہم تقریباً سڑک کے وسط میں جا کر ڈیڑھ گھنٹہ کھڑے رہے۔ کہ پھر وہی اشخاص ہمارے پاس سے گزرے۔ اور ہم بیکر سٹریٹ میں اُن کے پیچھے پیچھے ہولئے"

ہومز:۔ "ہاں ٹھیک ہے"

کلیٹن:۔ "آخر جب ہم ایجنٹ سٹریٹ کا تین چوتھائی حصہ طے کر چکے ہونگے تو اُس نے کھڑکی کھول کر مجھے سیدھا واٹرلو سٹیشن کی طرف چلنے کو کہا۔ کہ گاڑی جتنی تیز چلا سکو۔ چلاؤ۔ چنانچہ میں نے گھوڑے کو چابک رسید کیا۔

اور ابھی دس منٹ گزرنے نہ پائے ہوں گے۔ کہ ہم وہاں پہنچ گئے۔ پھر اُس نے بطیب خاطر دو پونڈ ادا کئے۔ اور خود سٹیشن میں گھس گیا۔ وہ گاڑی چھوڑ کر جا ہی رہا تھا۔ کہ اُس نے جاتے جاتے پیچھے مڑ کر کہا "شاید تم یہ سُن کر خوش ہو گے۔ کہ آج تمہاری گاڑی پر مسٹر شرلک ہومز سوار تھا"۔ اس طریقے سے میں اُس کے نام سے واقف ہوا +

ہومز۔ "تم نے اُسے پھر تو نہیں دیکھا؟"

کلیٹن۔ "نہیں جناب! اس سٹیشن کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اور پھر نہیں" +

ہومز۔ "اُن شرلک ہومز صاحب کا حلیہ کیا تھا؟"

گاڑیبان نے سر کھجلاتے ہوئے کہا "کیا بتاؤں۔ اُس کا حلیہ ہی کچھ ایسا مشکل سا تھا۔ عمر تقریباً چالیس سال کی ہوگی۔ قد میانہ تھا۔ یعنی آپ سے دو تین انچ ہی چھوٹا ہوگا۔ وہ ایک معزز آدمی کی طرح ملبوس تھا۔ سیاہ مقطع داڑھی تھی۔ اور چہرے کا رنگ زردی مائل تھا" +

ہومز۔ "اور آنکھوں کا رنگ؟"

کلیٹن۔ "مجھے یاد نہیں" +

ہومز۔ "کچھ اور بھی یاد ہے؟"

کلیٹن۔ "نہیں جناب کچھ بھی نہیں" +

ہومز۔ "اچھا یہ لو تمہارا نصف پونڈ ہے۔ اگر تم کچھ اور اطلاعات بہم پہنچا سکو۔ تو ایک اور مل جائیگا۔ اچھا۔ خدا حافظ" +

کلیٹن۔ "جناب کا نہایت ممنون ہوں۔ اچھا اللہ حافظ" +

جان کلیٹن ہشاش بشاش واپس چلا گیا۔ اور ہومز کندھے جھاڑ کر ایک مصنوعی تبسم سے زہر خندہ کرتے ہوئے مجھ سے یوں مخاطب ہوا۔

"یہ تو تیسرا دَور ابھی ٹوٹ گیا۔ اور ہم کولھو کے بیل کی طرح وہیں کے وہیں رہے۔ دیکھو یہ نابکار کتنا چالاک ہے۔ اُسے سر ہنری کے میرے پاس آنے کا علم تھا۔ اور اُس نے ایجنٹ سٹریٹ میں بھی مجھے تاڑ لیا۔ اور یہ قیاس کرتے ہوئے کہ میں نے گاڑی کا نمبر دیکھ لیا ہے۔ اور میں کوچوان کو پکڑونگا اُس نے مجھے یہ چکمہ دیا۔ واٹسن! اب کی بار ہمارا مدّمقابل بھی ہمارے پلّے کا ہے۔ دیکھو تو سہی۔ دن دہاڑے مجھے لندن میں جُل دے گیا۔ اچھّا خدا تمہیں ڈیون شائر میں اس سے محفوظ رکھّے۔ اس کے متعلق مجھے اطمینان نہ ہوگا۔ کچھ تشویش سی رہیگی"۔

مَیں "کس کے متعلق"؟

ہومز "تمہارے وہاں جانے کے متعلق۔ واٹسن! یہ ایک نہایت خطرناک اور مہیب سا معاملہ ہے۔ جتنا ہی اس کے متعلق مجھے علم ہوتا جاتا ہے۔ اتنا ہی میں اسے خطرناک سمجھتا ہوں۔ ہاں میاں اب تو تم ہنس رہے ہو لیکن تمہارے بیکر سٹریٹ میں بخیریت واپس پہنچنے پر میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر بجا لاؤنگا"۔

چھٹا باب

باسکرول ہال

سرہنری باسکرول اور ڈاکٹر مارٹیمر مقررہ دن پر بالکل تیار تھے۔ چنانچہ ہم اپنے پروگرام کے مطابق ڈیون شائر کو روانہ ہوئے۔ شرلک ہومز میرے ساتھ سٹیشن تک گیا۔ اور رخصت ہوتے وقت اُس نے مجھے چند ہدایات اور نصیحتیں کیں:۔

"دیکھو واٹسن! میں نہیں چاہتا۔ کہ پہلے ہی تمہارے دل میں مختلف قسم کے شبہات ڈال کر تمہیں کسی کے متعلق بدظن کر دوں۔ بلکہ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ تم مجھے نہایت مجمل اور مفصّل طریق سے سارے حالات سے آگاہ کرتے رہو۔ اور آگے قیاسات میں خود قائم کرتا رہونگا"

میں "کس قسم کے حالات؟"

ہومز۔ ہر ایسی بات کی جسے تم براہ راست یا بالواسطہ اس معاملے سے متعلق سمجھو۔ مجھے ضرور اطلاع دینا۔ بالخصوص گردو نواح کے لوگوں کے ساتھ سرہنری کے باہمی تعلقات یا سرچارلس کی وفات کے متعلق کوئی نئی بات معلوم ہو۔ تو مجھے اطلاع دینا۔ میں نے پچھلے دنوں خود بھی کچھ پتہ چلانے کی کوشش کی۔ لیکن جواب نفی ہی میں ملا۔ البتہ ایک بات کا مجھے یقین ہے۔ کہ مسٹر جیمز ڈلیمنڈ جو سرہنری کے بعد جائداد کے وارث ہونگے ایک نہایت ہی ہردلعزیز بزرگ ہیں۔ اس لئے اُن پر کسی قسم کا اشتباہ بعید از قیاس ہے۔ ہمیں چاہئیے۔ کہ اُن کا بالکل خیال ہی نہ کریں۔ اب باقی رہے وہ لوگ جو دراصل قطعی طور پر اس دلدل میں سرہنری کا احاطہ کئے

ہوئے ہیں" +

میں :"کیا سب سے پہلے یہ مناسب نہ ہوگا۔ کہ ہیر ہور اور اُس کی بیوی دونوں سے جان چھڑائیں" +

ہومز: "ہرگز نہیں۔ اگر ایسا کروگے۔ تو تم ایک فاش غلطی کے مرتکب ہوگے کیونکہ اگر وہ میاں بیوی بے قصور ہیں۔ تو ایسا کرنے سے اُن پر ایک صریح ظلم اور اُن کی حق تلفی ہوگی۔ اور اگر فی الحقیقت مجرم ہوئے۔ تو ہم اُن کو اس جرم کی سزا نہیں دلا سکینگے۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ اُن کو مشتبہ اشخاص کی فہرست میں شامل کریں ...... جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ ہال میں ایک سائیس بھی رہتا ہے۔ قریب ہی کہیں دو کسان بھی رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ہمارے دوست ڈاکٹر مارٹیمر بھی ہیں۔ جنہیں میں نہایت دیانتدار سمجھتا ہوں۔ اور اُن کی بیوی بھی ہے۔ جس کے متعلق ہم مطلقاً کچھ نہیں جانتے۔ ان کے بعد ہمارے سائینسدان سٹلیپٹن صاحب آتے ہیں جن کی ایک نوجوان اور خوبصورت ہمشیرہ بھی ہے۔ لیفٹر ہال کے مسٹر فرینکلینڈ بھی ہیں۔ اور شائد ایک دو آدمی اور بھی ہوں گے۔ بس یہ آدمی ہیں۔ جن کے متعلق تمہیں خاص طور پر معلومات بہم پہنچانی چاہئیں" +

میں :"جہاں تک ممکن ہوسکیگا۔ میں کوشش کرونگا" +

ہومز: "تم کوئی ہتھیار بھی لائے ہو؟"

میں :"ہاں میں نے اپنا پستول لے جانا ضروری خیال کیا تھا" +

ہومز: "یقیناً ضروری ہے۔ اپنا پستول دن رات ہر وقت اپنے پاس رکھنا اور خبردار! ہر وقت محتاط رہنا۔ کہیں ڈھیلے نہ پڑ جانا" +

اتنے میں ہمارے احباب نے ایک پہلے درجے کی گاڑی مخصوص کرالی تھی۔ اور وہ پلیٹ فارم پر ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ آخر ہم گئے۔ تو ڈاکٹر مارٹیمر نے ہومز کے سوال کے جواب میں کہا "تازہ حالات تو کوئی

نہیں۔ لیکن میں اس بات کی قسم کھانے کو تیار ہوں۔ کہ گذشتہ دو دن کسی نے ہمارا تعاقب نہیں کیا۔ ہم باہر جاتے وقت ہمیشہ نگاہ رکھتے تھے اور یہ ممکن ہی نہ تھا۔ کہ کوئی ہمیں دیکھتا۔ اور ہم اُسے نہ دیکھتے"+

ہومز۔"میں سمجھتا ہوں۔ آپ دونوں اکٹھے ہی رہے ہیں"+

مارٹیمر۔"نہیں۔ کل سہ پہر کو میں طبی کالج کی عجائب گاہ میں چلا گیا تھا۔ کیونکہ جب کبھی میں یہاں آتا ہوں۔ کم از کم پورا ایک دن یونہیں سیر و تفریح میں گزارتا ہوں"+

سر ہنری۔"اور میں بھی یونہیں باغ میں سیر کرنے نکل گیا تھا۔ خیر ہی ہوئی۔ کوئی حادثہ وغیرہ نہیں ہوا"+

ہومز نے نہایت متانت سے سر ہلا کر کہا۔"نہیں صاحب آپ نے بڑی غلطی کی۔ سر ہنری! دیکھئے! آپ آئندہ کبھی اس طرح اکیلے نہ جایئے گا۔ ورنہ کوئی نہ کوئی آفت ٹوٹ پڑے گی۔ کیوں آپ کو وہ دوسرا بوٹ تو نہیں ملا؟"

سر ہنری۔"اُس سے میں ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں"+

ہومز۔"اچھا! خدا حافظ"+ گاڑی آہستہ آہستہ پلیٹ فارم سے چل پڑی۔ ہومز نے سر ہنری کو مخاطب کر کے کہا۔"سر ہنری! ڈاکٹر مارٹیمر نے اُس دن جو داستان سُنائی تھی۔ کم از کم اُس کے ایک فقرے کا ضرور خیال رکھنا۔ یعنی رات کے اندھیرے میں جبکہ زمین پر شیطانوں اور خبیث ارواح کا دَور دَورہ ہوتا ہے۔ اس دلدلی جگہ پر سے گزرنے کا ہرگز ہرگز خیال بھی نہ کرنا"+

جب گاڑی پلیٹ فارم سے نکل آئی۔ تو میں نے دُور سے ہومز کی لمبی اونچی شکل کو پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ وہ بالکل بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ ہمارا سفر نہایت جلدی سے اور بڑے مزے سے گزرا

یں دورانِ سفر میں اپنے رفقاء سے بالکل بے تکلف ہوگیا تھا۔ اور ساتھ ہی ڈاکٹر مارٹیمر کے سپینئل کتے سے بھی کھیلتا رہا۔ چند ہی گھنٹوں میں زمین کا رنگ سُرخ ہوگیا۔ اور عمارتیں اینٹوں کی بجائے سنگِ خارا کی بنی ہوئی نظر آنے لگیں۔ سُرخی مائل رنگ کی گائیں اونچی اونچی باڑوں والے کھیتوں میں چر رہی تھیں۔ جہاں کی خود رَو گھاس اور مختلف قسم کا تر و تازہ سبزہ ایک مرطوب لیکن جانفزا آب و ہوا کا ثبوت دے رہے تھے۔ نوجوان باسکرول نہایت شوق سے کھڑکی میں سے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ اور جب کبھی اُن کی نظر ڈیون شائر کے کسی دل خوش کُن منظر پر پڑتی۔ تو وہ خوشی سے چلّا اُٹھتے "ڈاکٹر واٹسن! جب سے میں نے اپنا ملک چھوڑا۔ میں دُنیا کے ایک نہایت اچھے علاقے میں رہا۔ لیکن اس جگہ کے برابر میں نے آج تک کوئی جگہ نہیں دیکھی"۔ میں نے اس کے جواب میں کہا "ہاں۔ میں نے بھی ڈیون شائر کا کوئی باشندہ نہیں دیکھا۔ جو بات بات پر اپنے وطن کی قسم نہ کھاتا ہو"۔ ڈاکٹر مارٹیمر بولا "اس کا انحصار دونوں باتوں پر ہے۔ یعنی وطن پر بھی اور لوگوں کی تربیت پر بھی۔ پہلی ہی نظر میں ہمیں ہمارے دوست سر ہنری کا کاسۂ سر سیلٹ ؎ کا سا دکھائی دیتا ہے۔ جن کے مدد سر دل میں جوش اور وفاداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی تھی۔ سر چارلس مرحوم کی کھوپری ایک نہایت ہی نایاب چیز تھی۔ کیونکہ اُس کی ساخت آئیوزنین اور گیلک دونوں کے مابین تھی۔ لیکن سر ہنری! جب آپ باسکرول ہال سے گئے ہونگے۔ تو آپ کہیں بچے ہی ہونگے"۔

سر ہنری:۔ "والد مرحوم کی وفات کے وقت میری عمر تیرہ چودہ سال کی تھی۔ چونکہ وہ جنوبی ساحل پر اپنے گھر میں ہی رہتے تھے۔ اس لئے مجھے

؎ Celts. ایک نسل کا نام۔

باسکروِل ہال دیکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہُوا - میں وہاں سے سیدھا امریکہ چلا گیا تھا - یقین کیجئے - کہ یہ سب کچھ میرے لئے بھی ایسا ہی انوکھا ہے جیسا کہ ڈاکٹر واٹسن کے لئے - مجھے اس دلدل کے دیکھنے کا اتنا شوق ہے کہ کسی کو نہ ہُوا ہوگا"+

مارٹیمر - "اگر واقعی آپ کو شوق ہے - تو وہ دیکھئے - آپ کے سامنے دلدل کا پہلا نظارہ آگیا ہے"+

ہرے بھرے کھیتوں اور درختوں کی چوٹیوں سے اوپر ایک سیاہی مائل پہاڑی تھی - جس کی دندانے دار سی ٹوٹی پھوٹی چوٹیاں دُور سے ایسے دکھائی دیتی تھیں - جیسے عالمِ خواب میں کوئی دُور دراز کا موہوم منظر ہو - سر ہنری باسکروِل دیر تک اپنی آنکھیں جمائے بیٹھے رہے - میں نے اُن کی پُرشوق آنکھوں کو دیکھ کر اندازہ لگایا - کہ اس قطعہ زمین کو دیکھ کر اُن کے دل میں کیا کیا خیالات موجزن ہوئے ہونگے - جس پر اُن کے آباؤ اجداد نے اتنے طویل عرصے تک حکومت کی - اور جن کے نہ مٹنے والے نشانات ابھی تک وہیں موجود تھے+

اگرچہ یہ امریکن لب ولہجے والا نوجوان اس وقت ایک معمولی دھاریدار پٹی کا سوٹ پہنے بے سروسامانی کی حالت میں گاڑی کے کونے میں بیٹھا ہُوا تھا - لیکن پھر بھی اُس کے مؤثر چہرے کو دیکھ کر میں نے محسوس کیا - کہ وہ واقعی اُس شریف - جابر اور سخت گیر خاندان کا نمائندہ تھا - اُس کی گھنی بھوؤں اور بڑی بڑی معاملہ فہم سیاہ آنکھوں سے اُس کا جاہ و جلال - اُس کی خودداری - مستقل مزاجی اور اولوالعزمی ٹپک رہی تھی+

ہمیں اتنا تو یقین ہوگیا - کہ اگر خدانخواستہ اُس کی خاطر اس بھیانک دلدل پر کوئی نہایت مشکل اور خطرناک مہم پیش آگئی - تو کم از کم وہ خود نہایت دلیری سے اس میں شریک ہوگا+

آخر گاڑی سڑک کے کنارے پر کے ایک چھوٹے سے سٹیشن پر ٹھیری چھوٹی سی سفید باڑ کے باہر ایک چھوٹی سی دو گھوڑوں والی گاڑی کھڑی تھی۔ وہاں ہمارا "تشریف لے جانا" ایک غیر معمولی سا موقع تھا۔ کیونکہ خود سٹیشن ماسٹر اور بہت سے قلی ہمارے ارد گرد اسباب اُٹھانے کے لئے جمع ہو گئے۔ یہ ایک نہایت دلکش دیہاتی مقام تھا۔ لیکن میں دروازے پر دو سیاہ وردی والے سپاہیوں کو اپنی بندوقوں سے ٹیک لگائے دیکھ کر حیران سا ہو گیا۔ اور جب ہم گزرے۔ تو انہوں نے نہایت غور سے ہمیں دیکھا۔ ایک گٹھیلے سے کھردرے چہرے والے کوچوان نے سر ہنری کو سلام کیا۔ اور چند ہی منٹوں میں گاڑی ہمیں اس چٹی چوڑی سڑک پر سے اُڑائے جا رہی تھی۔ ہمارے ہر دو جانب سڑک سے بہت اونچی ڈھلوان دار چراگاہیں تھیں۔ لیکن اس مزیدار اور سہانے منظر کے پیچھے دلدل کا ایک لمبا چوڑا محدّب سا بھیانک قطعہ تھا۔ جو شام کے وقت آسمان کے عکس سے اور بھی تیرہ و تار ہو گیا تھا۔ اس کے سلسلے کو کہیں کہیں سے ٹوٹی پھوٹی پہاڑیاں قطع کر دیتی تھیں۔ آخر ہماری گاڑی ایک پگڈنڈی پر مُڑ کر اُوپر چڑھنے لگی۔ یہ سڑک مُدّتوں تک پہیوں کے چلنے سے ایک گہرے نالے کی طرح ہو گئی تھی۔ جس کے دونوں کناروں پر اُونچی اونچی گھاس تھی۔ جس میں جا بجا موٹے اور گدّے دار پتوں والی بوٹیاں اُگی ہوئی تھیں۔ مختلف قسم کی خاردار جھاڑیاں غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی روشنی میں کندن کی طرح دمک رہی تھیں۔ گاڑی اسی طرح بلندی پر چڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ ہم ایک تنگ پتھریلے پُل کو عبور کر کے ایک تیز اور تند پہاڑی ندی کے کنارے ہو لئے۔ سڑک اور ندی دونوں مڑتے مڑاتے ایک وادی میں سے گزرتے تھے۔ جو زیادہ درختی بلوط اور صنوبر وغیرہ کی قسم کی جھاڑیوں سے بھرپور تھا۔ ہر نئے نظارے کو دیکھ کر سر ہنری خوشی

سے کُود اُٹھتے اور اِدھر اُدھر کی چیزوں کو دیکھ کر سوالوں کی بوچھاڑ کر دیتے اُنہیں سب کچھ سہانا نظر آ رہا تھا۔ لیکن میرے خیال میں ہر ایک چیز پر افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ کیونکہ موسم خزاں کے آثار بھی سارے علاقے میں نظر آ رہے تھے۔ نیچے زرد زرد مرجھائے ہوئے پتوں کا فرش بچھا ہُوا تھا۔ جن کو گاڑی نہایت بیدردی سے کچل رہی تھی۔ اُوپر سے بھی ہم پر کملائے ہوئے خزاں دیدہ پتے جھڑ رہے تھے۔ پہیوں کی آواز ان میں ایسی مدھم پڑ گئی تھی۔ گویا کہ انہیں خود یدِ قدرت نے باسکرول کے نئے وارث کے آنے پر بطور شگون رستے میں بکھیر دیا تھا۔ یکایک ڈاکٹر مارٹیمر نے چونک کر کہا "ہیں؟ یہ کیا؟"

ہمارے سامنے ایک محدب سی زمین تھی۔ جس پر سیاہ رنگ کی کائی جمی ہوئی تھی۔ درحقیقت یہ دلدل کا ہی ایک ٹکڑا تھا۔ جس کی چوٹی پر کسی شاہسوار کے بُت کی طرح ایک اکڑا ہُوا سخت اور سیاہ سوار اپنی بندوق کو کہنی پر تیار رکھے گھوڑے پر بے حس و حرکت بیٹھا ہُوا تھا۔ جس سڑک پر ہم سفر کر رہے تھے۔ وہ اسی کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا۔ مارٹیمر نے گاڑیبان سے پُوچھا "پرکنز! کیا بات ہے"؟

پرکنز نے اپنی نشست پر سے مُڑ کر کہا "جناب! تین دن ہوئے۔ پرنسٹون کے قیدخانے سے ایک قیدی بھاگ نکلا ہے۔ محافظ ہر ایک سٹیشن اور سڑک پر متعین ہیں۔ لیکن ابھی تک اُس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ اصل میں بات تو یہ ہے۔ کہ یہاں کے لوگ ان کو پسند نہیں کرتے"۔

"میرے خیال میں جو اسے پکڑے گا۔ اُسے پانچ پونڈ انعام بھی ملیگا"۔

پرکنز "جناب یہ تو درست ہے۔ لیکن پانچ پونڈ حاصل کرنے کے لئے کون اپنی جان پر کھیل سکتا ہے۔ کوئی معمولی قیدی تو ہے نہیں۔ یہ شخص کسی بات سے بھی ٹلنے کا نہیں"۔

مارٹیمر:۔ "اس کا نام کیا ہے؟"

پرکنز:۔ "ناٹنگ ہل کا مشہور قاتل سلڈن نو ہے" +

مجھے اس مقدمے کے حالات بخوبی یاد تھے۔ کیونکہ اس سے ہومز کو بڑی دلچسپی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ یہ جرم نہایت وحشیانہ اور منظالمانہ طریقے سے کیا گیا تھا۔ اور موت کے حکم کے عوض اُسے قیدِ دوام اس لئے ہوئی تھی۔ کہ اُس کے دماغ کی صحت کے متعلق چند شبہات تھے +

گاڑی اب ایک ٹیلے کی چوٹی پر چڑھ چکی تھی۔ اور ہمارے سامنے ایک لمبی چوڑی دلدل کا پھیلاؤ آ گیا تھا۔ جس کی مکروہ سطح پر مختلف قسم کے پتھر اور ایسی ویسی بہت سی اشیا، چمک رہی تھیں۔ اُس پر سے ایک سرد ہوا کا جھونکا آیا۔ جس سے ہم کانپنے لگے۔ اسی غیر آباد میدان پر یہ خبیث انسان کہیں منڈلا رہا ہوگا۔ کیونکہ اُنہوں نے اسے اپنے میں سے خارج کر دیا تھا۔ بس۔ اس کریہہ منظر چٹیل میدان میں کسی چیز کی کمی تھی۔ تو کسی ایسے انسان ہی کی تھی +

سر ہنری نے بھی خاموش ہو کر اپنے کوٹ کو قدرے زیادہ مضبوطی سے پکڑ کر اپنا جسم ڈھانپ لیا۔ ملک کا سرسبز اور خوشحال حصّہ ہمارے پیچھے رہ گیا تھا۔ ہم جب مڑ کر دیکھتے تھے۔ تو غروب ہونے والے آفتاب کی ترچھی شعاعیں اُن زمینوں پر پڑ کر سنہری تاروں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں۔ ہمارے سامنے کی سڑک اب پہلے سے بھی زیادہ سُنسان اور غیر آباد ہو رہی تھی۔ کہیں کہیں سر راہ کوئی جھونپڑا بھی نظر آ جاتا تھا۔ جس پر سخت پتھر کے سوا کوئی بیل یا کسی قسم کی سبزی تک نظر نہیں آتی تھی۔ یکایک ہمارے قریب ہی پیالے کی طرح ایک نشیب دار سی زمین آ گئی۔ جس میں بلوط اور صنوبر کے درخت لگے ہوئے تھے۔ مگر سالہا سال کی سخت آندھیوں اور تند ہواؤں سے ٹوٹ کر بالکل ٹنڈ رہ گئے

تھے۔ ان درختوں میں سے جب دو بُرج نظر آنے لگے۔ تو کوجوان نے اُن کی طرف اشارہ کرکے "باسکرول ہال" کہا۔ خدا معلوم ان الفاظ میں کیا تاثیر تھی۔ کہ سر ہنری اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کے چہرے کا رنگ سُرخ ہو گیا۔ اور اُن کی آنکھیں چمکنے لگیں ــــ چند ہی منٹوں میں ہم صدر دروازے تک پہنچ گئے۔ پُرانی وضع کے دروازوں پر نقش و نگار ایسے دکھائی دے رہے تھے۔ گویا کہیں شیطان کی آنت اُلجھ گئی ہے۔ دونوں طرف پُرانے بوسیدہ ستون تھے۔ جن پر بنا پتی کے سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ اور اُن کے اوپر باسکرولز کا خاندانی نشان یعنی جنگلی سؤر کا سر کندہ تھا۔ یہ ڈیوڑھی اب صرف پُرانے سیاہ رنگ کے سنگ خارا کا ایک کھنڈر سا رہ گئی تھی۔ سامنے ہی ایک نئی عمارت تھی۔ جس کی تعمیر ابھی ادھوری سی ہی ہوئی تھی۔ یعنی سر چارلس کے جنوبی افریقہ کے سیم و زر کا یہ پہلا ثمر تھا۔

دروازے سے نکل کر ہم روش پر پہنچے۔ جہاں پھر گاڑی کے پہیوں کی آواز پتوں میں مدھم ہو گئی۔ اور اُن پُرانے درختوں کی ٹہنیوں نے ہمارے اوپر ایک تیرہ و تار سرنگ سی بنا دی۔ جب باسکرول نے اپنے مکان کو دیکھا۔ جو دُور سے ایک بھوت کی طرح کچھ چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔ تو وہ بے اختیار کانپ اُٹھے۔ اور دبی ہوئی زبان سے مارٹیمر سے دریافت کیا "کیا یہی جگہ تھی"؟

مارٹیمر "نہیں۔ نہیں۔ وہ سدا بہار درختوں والی روش دوسری جانب ہے"۔

ہمارے نوجوان نے اپنے اردگرد یاس انگیز نگاہوں سے دیکھکر کہا۔ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ چچا جان مرحوم نے یہاں پر کسی آنے والی مصیبت کا خیال کیا ہو۔ یہ جگہ تو منچلے سے منچلے انسان کو بھی خوف دلانے کے لئے کافی ہے۔ میں انشا اللہ یہاں چند ہی مہینوں کے اندر برقی قمقموں کی ایک قطار نصب کرادونگا۔ اور جب ہال کے دروازے پر ایک ہزار قندیل کی طاقت کا برقی قمقمہ لگا ہوا ہوگا۔ تو یہ جگہ بُقعۂ نور بن جائیگی۔ اور شائد آپ اسے پھر پہچان بھی نہ سکیں"۔

یہ روش ایک سرسبز میدان میں جا کر ختم ہوتی تھی۔ میں نے اس دھندلی سی روشنی میں دیکھا۔ کہ اس کے عین وسط میں ایک بڑی بھاری عمارت تھی۔ جس کے آگے ایک ڈیوڑھی بنی ہوئی تھی۔ .... سامنے کا سارا حصہ عشق پیچاں سے منڈھا ہُوا تھا۔ البتہ کہیں کہیں کسی دروازے کے قریب یا کسی خاندانی نشان کے قریب سے پرے ہٹائی گئی تھی +

اس مرکزی عمارت کے پُرانے زمانے کے دو اونچے اونچے کنگرے دار بُرج دُور سے آنے والوں کو سب سے پہلے نظر آتے ہیں۔ ان میں بہت سے چھوٹے چھوٹے سوراخ بندوقوں کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ دائیں بائیں دونوں بغلوں میں سنگ خارا کے جدید طرز کے بازو بنے ہوئے تھے۔ کھڑکیوں کی گھنی سلاخوں میں سے مدھم روشنی آ رہی تھی۔ اور بلند راویہ دار چھت پر سے چمنی کا دھواں ایک سیاہ ستون کی طرح دکھائی دے رہا تھا +

جب گاڑی قریب پہنچی۔ تو ڈیوڑھی کے سائے میں سے ایک لمبا اُونچا آدمی "خوش آمدید! سر ہنری باسکرول زندہ باد!" کہتا ہُوا گاڑی کا دروازہ کھولنے کو بڑھا۔ ہال کی زردی مائل روشنی میں ایک عورت کی شکل دکھائی دی۔ جو آ کر گاڑی پر سے اسباب اُتارنے میں اس کی مدد کرنے لگی +

مارٹیمر "آپ میرے براہ راست گاڑی گھر تک لیجانے پر معترض تو نہ ہونگے۔ کیونکہ میری اہلیہ میرا انتظار کھینچ رہی ہونگی؟"

سرہنری "نہیں۔ لیکن پہلے کھانا تناول فرمایئے۔ اور پھر آپ تشریف لے جا سکتے ہیں" +

مارٹیمر۔ میرا جانا نہایت ضروری ہے۔ میرے لئے وہاں کوئی نہ کوئی کام پڑا ہوگا۔ میں یہاں ٹھیر کر آپ کو اپنا گھر دکھاتا۔ لیکن بیریمور مجھ سے بہتر رہنما ثابت ہوگا۔ ۔۔ خدا حافظ! لیکن جب کبھی بھی میری خدمات کی ضرورت پڑے۔ دن ہو یا رات۔ مجھے بلوا بھیجنے میں بالکل تامّل نہ کیجئے گا" +

پہیوں کی آواز روش پر مدھم پڑگئی۔ اور میں اور سرہنری دونوں ہال میں داخل ہوئے۔ ہمارے آنے کے بعد ہی فوراً دروازے کے زور سے بند ہونے کی آواز آئی۔ جس کمرے میں ہم داخل ہوئے تھے۔ وہ ایک اچھا کشادہ اور بلند کمرہ تھا۔ اس کی چھت پر بڑے بڑے اور پرانے شاہ بلوط کے سیاہ شہتیر تھے۔ سامنے دو آہنی کتوں کے پیچھے ایک پرانی وضع کے آتشدان میں آگ دھک رہی تھی۔ چنانچہ ہم نے اس سے اپنے ہاتھ گرم کئے۔ کیونکہ اس طویل سفر میں ہم سردی سے سُن ہو گئے تھے۔

پھر ہم نے پیچھے والی بلند کھڑکی کو دیکھا۔ جس میں پرانے رنگین شیشے جڑے ہوئے تھے۔ بارہ سنگے کے سر اور دیواروں پر کے خاندانی نقوش سب کے سب درمیان والے لمپ کی مدھم روشنی میں دھندلے سے ہو گئے تھے۔ سرہنری نے انہیں دیکھکر کہا "میں یہاں آنے سے پہلے بھی انہیں بالکل ایسے ہی تصور کیا تھا۔ کیا یہ ایک قدیم زمانے کے خاندان کے گھر کا ہو بہو مرقع نہیں؟ میں جب دیکھتا ہوں۔ کہ اس میں میرے آبا و اجداد پانچسو سال تک رہتے رہے ہیں تو میرے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ جاتی ہے"۔

میں نے دیکھا۔ کہ سرہنری کا قدرے گندمی سا چہرہ طفلانہ جوش سے چمک اٹھا تھا۔ اُن کے جسم پر روشنی پڑ رہی تھی۔ لیکن لمبے لمبے سائے دیواروں پر ایسے دکھائی رہے تھے۔ گویا کہ اُن پر ایک سیاہ بادل چھایا ہوا ہے۔ بیریمور ہمارے کمروں میں ہمارا اسباب چھوڑ کر واپس آ گیا تھا۔ اور اب ہمارے سامنے ایک مؤدب اور شائستہ نوکر کی طرح کھڑا تھا۔ وہ ایک خوبصورت بلند شخص تھا۔ اُس کی سیاہ داڑھی بالکل مقطع تھی۔ اور چہرے کا رنگ زردی مائل تھا۔ آخر وہ بولا۔ "جناب ابھی کھانا تناول فرمائینگے یا کچھ دیر سے؟"

سرہنری "کیوں تیار ہے؟"

بیریمور "بس جناب! ابھی ہوا جاتا ہے۔ آپ کے کمروں میں گرم پانی موجود ہے

میں اور میری بیوی جب تک جناب کوئی معقول اور خاطرخواہ انتظام نہ فرمالیں یہاں نہایت خوشی سے ٹھہرینگے۔ لیکن جناب جانتے ہیں۔ کہ نئے حالات میں گھر میں کافی نوکر چاہئیں"+

سر ہنری:۔"کونسے نئے حالات ہیں"؟

بیریمور۔جناب اس سے میری مراد یہ ہے ۔ کہ سر چارلس مرحوم ایک سیدھے سادے اور گوشہ نشین انسان تھے ۔ لازمی طور پر آپ کے ہاں پہلے سے زیادہ آمد و رفت ہو گی ۔ اس لئے جناب کو گھر میں کچھ تغیّر و تبدّل کرنا پڑے گا+

سر ہنری:"تمہارا کیا مطلب ہے ۔ کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں یہاں سے جانا چاہتے ہو"؟

بیریمور:"جب جناب اجازت دینگے"+

سر ہنری۔لیکن تمہارا خاندان ہمارے ہاں کئی پشتوں سے ہے ۔ کیوں ٹھیک ہے یا نہیں؟ مجھے یہاں آتے ہی فوراً پرانے تعلّقات منقطع کرنے پر نہایت رنج ہوگا"+

میں نے خانسامے کے چہرے پر ایک افسوس کے آثار دیکھے "ہاں جناب! میں بھی محسوس کر رہا ہوں ۔ لیکن ہم دونوں کو مرحوم کے ساتھ بہت اُلفت تھی۔ اُن کی ناگہانی وفات سے ہمیں سخت صدمہ پہنچا ہے ۔ اور اسی واسطے گرد و نواح کی اشیاء ہمیں کانٹوں کی طرح چبھ رہی ہیں ۔ مجھے تو ڈر ہے کہ ہمیں یہاں عمر بھر کبھی بھی چین نہ آئیگا"+

سر ہنری:"لیکن تم کرو گے کیا"؟

بیریمور:"جناب مجھے یقین ہے ۔ کہ ہم کوئی کاروبار چلا لینگے ۔ کیونکہ سر چارلس مرحوم کی فیاضی نے ہمیں ایسا کرنے کے وسائل مہیّا کر دئے ہیں ۔ اچھا جناب! اب بہتر یہی ہوگا۔ کہ پہلے میں جناب کو سب کمروں میں لے جاؤں"+

ہال کے اوپر ایک چوکور سی کٹہرے دار غلام گردش بنی ہوئی تھی۔ جہاں پہنچنے کے لئے دُہری سیڑھیاں لگی ہوئی تھیں۔ اس مرکزی جگہ میں سے دو طویل برآمدے ساری عمارت میں لمبے رُخ چلے گئے تھے۔ جن کے دائیں بائیں سے تمام سونے والے کمروں کے دروازے کھلتے تھے۔ ہم دونوں کے کمرے ایک ہی قطار میں بلکہ ایک دوسرے سے بالکل متصل تھے۔ یہ کمرے باقی مکان کی نسبت موجودہ زمانے سے زیادہ مطابقت رکھتے تھے۔ چمکدار کاغذ اور بہت سی شمعوں نے میرے دل پر سے وہ تمام پریشان کُن خیالات نکال دئے۔ جو یہاں داخل ہونے پر خود بخود ہیں مَوجزن تھے۔ لیکن کھانا کھانے کا کمرہ جس کا دروازہ ہال میں سے کُھلتا تھا۔ ایک یاس افزا اور تاریک سی جگہ تھی۔ اس لمبی سی کوٹھری کے دو حصّے تھے۔ جن کو پُرانے زمانے کی ایک ہی اونچی سیڑھی جدا کرتی تھی۔ ایک طرف تو بلند شاہ نشین تھا۔ جہاں خاندان کے ارکان بیٹھا کرتے تھے۔ اور نیچے والا حصّہ نوکروں کے لئے مخصوص تھا۔ ہمارے سر پر کے سیاہ شہتیر کمرے کی ایک طرف سے دوسری طرف تک چلے گئے تھے۔ اور اُن کے اوپر ایک دھوئیں سے نیرہ وتار شدہ چھت تھی۔ اُس زمانے میں تو قندیلوں کی قطاریں اس جگہ کو روشن کرنے کے لئے جگمگ جگمگ کرتی ہونگی۔ اور کسی پُرانے جشن یا دعوت کے ہنسی مذاق۔ غل غپاڑے اور ناتراشیدہ باتوں کو تو یہ جگہ کسی قدر نرم بنا دیتی ہوگی۔ لیکن اب جبکہ سیاہ لباس میں ملبوس دہ مُوجودہ زمانے کے شریف آدمی بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ تو ایک کی آواز دب جاتی تھی۔ اور دوسرے کا دِل سہم رہا تھا۔ گوناگُوں لباسوں میں ملبوس خاندان کے بزرگوں کی مدّھم سی تصاویر ہم پر گھُور گھُور کر دیکھ رہی تھیں۔ گویا اپنی خاموش موجودگی سے ہمیں ہیبت دلا رہی تھیں۔ اسی لئے ہم نے یہاں بہت کم بات چیت کی۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہو چکے۔ تو میں بہت خوش ہُوا۔ کیونکہ اس

کے بعد ہم ایک نئی روشنی کے بلیرڈ کھیلنے کے کمرے میں چلے گئے۔ جہاں ہم نے ایک ایک سیگرٹ پیا۔

سرہنری :- واللہ! یہ نہایت ڈراؤنی سی جگہ ہے۔ میرے خیال میں یہاں تو آواز بھی دب جاتی ہے۔ البتہ اب میں اپنے آپ کو اس سے قدرے باہر پاتا ہوں۔ میں اس بات پر اب ذرا بھی متعجّب نہیں۔ کہ چچاجان مرحوم یہاں آکر قدرے وہمی اور کمزور سے ہو گئے ہوں۔ اچھا! اگر آپ آرام کرنا چاہتے ہیں۔ تو چلئے۔ ہم آج رات جلد ہی سو جاتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کل صبح خوب مزیدار گزرے۔

میں نے سونے سے بیشتر اپنی کھڑکی کے پردے کو ہٹا کر باہر دیکھا ہال کے دروازے کے مقابل کا سرسبز میدان میرے سامنے تھا۔ کچھ دُور درختوں کی قطاریں ہوا کے زور سے جھوم رہی تھیں۔ اور اُن میں سے ایک خفیف سی آواز بھی آرہی تھی۔ دوڑتے ہوئے بادلوں کی درزوں کو ماہتابِ نیم تمام پھاڑ کر نکلا۔ اس کی سرد روشنی میں میں درختوں کے پرے کی پہاڑیوں اور لمبی چوڑی نشیب دار سیاہ دلدل کو دیکھ سکتا تھا۔ میں نے پردہ بند کر لیا۔ کیونکہ یہ آخری منظر بھی پہلے نظاروں سے کچھ کم نہ تھا۔ حالانکہ اُس رات یہی آخری منظر نہ تھا۔ میں ہرچند تھکا ماندہ تھا۔ لیکن مجھے نیند مطلقاً نہ آئی۔ ساری رات کروٹیں لے لے کر سو جانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن نیند مفقود ہو گئی۔ بہت دُور کوئی گھڑی ہر پندرہ منٹ کے بعد گھنٹے بجا رہی تھی۔ اور اُس کے سوا اس پُرانے مہیب اور ڈراؤنے گھر میں کہیں سے کوئی آواز نہ آتی تھی۔ یکایک آدھی رات کے قریب ایک صاف گونج دار آواز سی سُنائی دی۔ میں نے غور سے سُنا۔ تو یہ کسی عورت کی ہچکیوں کی سی آواز معلوم ہوئی۔ اور ایسی دبی ہوئی اور گھُٹی ہوئی تھی۔ کہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی بیچاری بے اختیار ہو کر

کراہ رہی ہے - میں بستر پر سے اُٹھ بیٹھا - اور غور سے سُننے لگا - یہ آواز چنداں دُور سے نہ تھی - بلکہ یقیناً کہیں اسی مکان کے اندر سے آرہی تھی - آدھ گھنٹے تک تو میں نہایت چوکنا ہو کر بیٹھا رہا - لیکن اس اثناء میں گھڑی کے گھنٹے اور عشق پیچہ کے دیوار سے لگ کر سر سر کرنے کے بغیر کوئی آہٹ نہیں سُنائی دی +

ساتواں باب

میرینٹ ہاؤس ــــ سٹیپلٹنز

صبح کی تازگی اور طراوت نے وہ خیالات جو باسکرول ہال میں داخل ہوتے وقت ہمارے دل پر نقش پذیر ہو گئے تھے۔ کسی حد تک مٹا دئے۔ جب میں اور سرہنری دونوں بیٹھے حاضری کھا رہے تھے۔ تو آفتاب کی شعائیں سلاخ دار کھڑکیوں میں سے چھن چھن کر خاندانی نشانات پر سے منعکس ہوکر طرح طرح کے ہلکے ہلکے خوشنما رنگ بکھیر رہی تھیں۔ جن سے چنگیبر کی سی چوبی چھت کانسی کی طرح چمک رہی تھی۔ اب اسی کمرے کی فضا کا گزشتہ شب کو ایسا یاس انگیز ہونا محض ناممکن دکھائی دیتا تھا۔

سرہنری "میرے خیال میں گذشتہ شب یہ گھر تو قابلِ الزام نہ تھا۔ ہمارا اپنا ہی قصور تھا۔ پہلے ہی ہم سفر کے تھکے ماندے تھے۔ اور پھر گاڑی کی سواری نے سردی میں ہمیں اور بھی مضمحل کر دیا تھا۔ اس لئے ہمیں سب کچھ اپنے ہی حسبِ حال نظر آتا تھا۔ اب ہم تازہ دم ہیں۔ اس لئے وہی چیزیں سہانی نظر آ رہی ہیں"۔

میں "لیکن یہ سب کچھ بالکل ہی ہمارے دماغوں کی اختراع نہ تھی۔ مثلاً رات کو آپ نے بھی ایک عورت کو ہچکیاں لیتے سنا ہو گا؟"

سرہنری۔ واقعی عجیب بات ہے۔ مجھے بھی نیم خوابی کی سی حالت میں ایسا ہی خیال آیا تھا۔ میں کچھ دیر ہمہ تن گوش رہا۔ لیکن پھر کوئی آواز سنائی نہ دی اس لئے میں سمجھا۔ کہ یہ محض خواب و خیال ہی تھے"۔

میں "میں نے بالکل صاف طور پر سنی تھی۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ یہ کسی عورت

کی ہچکی تھی"۔

سرہنری - ہمیں اس کے متعلق براہ راست دریافت کرلینا چاہیئے - اُنہوں نے گھنٹی بجائی - جب بیرِیمور آیا - تو اُس سے پُوچھا گیا - لیکن اُس وقت یہ معلوم ہوتا تھا - کہ اُس کے زردی مائل چہرے کی رنگت اپنے مالک کے الفاظ سُن کر قدرے اور بھی پھیکی پڑگئی تھی "جناب ہمارے گھر میں دو عورتیں تو ہیں - ایک برتن مانجنے والی لڑکی ہے - جو دوسری طرف سوتی ہے - اور دوسری میری بیوی ہے - جس کے متعلق میں یقین سے کہ سکتا ہوں - کہ یہ آواز اُس کی نہیں تھی"۔

دراصل وہ اُس وقت دروغ بافی سے کام لے رہا تھا - کیونکہ اتفاق ایسا ہُوا - کہ ناشتے کے بعد ہی مجھے اُس کی بیوی برآمدے میں ایک ایسی جگہ ملی - جہاں اُس کے چہرے پر آفتاب کی پوری روشنی پڑ رہی تھی - وہ ایک بے حس سی موٹی بھدّی دُرشت رو عورت تھی - لیکن اُس کی غمّاز آنکھیں سرخ تھیں - اُس نے اپنے سُوجے ہوئے پپوٹوں میں سے میری طرف دیکھا - صاف ظاہر تھا - کہ رات کو رونے والی عورت وہی تھی - اور اگر فی الحقیقت وہی تھی - تو اُس کے خاوند کو بھی ضرور اس بات کا علم تھا - لیکن اُس نے حقیقت کے طشت ازبام ہوجانے کے خیال پر بھی جھوٹ بولنے کی جرأت کی تھی - اب سوال یہ تھا - کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اور اُس کی بیوی روتی کیوں تھی؟

اس سیاہ داڑھی اور زردی مائل چہرے والے خوبصورت جوان کی شخصیت دن بدن زیادہ پُراسرار بن رہی تھی - کیونکہ یہی شخص تھا - جس نے سرچارلس کی میّت کو سب سے پہلے دیکھا تھا - اور مرحوم کی وفات سے پہلے کے واقعات بھی سب کے سب اُسی کی زبانی معلوم ہوئے تھے - کیا یہ ممکن ہوسکتا تھا - کہ وہ شخص جسے ہم نے اُس دن ریجنٹ سٹریٹ میں گاڑی پر دیکھا تھا - وہ یہی بیریمور تھا؟ کیونکہ اُس کی داڑھی بھی تو بالکل اسی کی سی تھی - گاڑیبان نے اس

کا قد کچھ چھوٹا بیان کیا تھا۔ لیکن ممکن ہے۔ کہ اُسے مغالطہ ہُوا ہو...."

یہ تو ہُوا۔ لیکن میں اس بات کا فیصلہ کیسے کر سکتا ہوں؟ چنانچہ سب سے پہلے گریمپن کے پوسٹ ماسٹر سے یہ دریافت کرنا ضروری تھا۔ کہ آیا کہ وہ آزمائشی تار بیریمور کو ہی دی گئی تھی یا کسی اور کو؟ خواہ جواب کچھ ہی ملے۔ مجھے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ میں نے آخر شرلک ہومز کو بھی تو رپورٹ بھیجنی ہے +

کھانا کھانے کے بعد سر ہنری نے بہت سے کاغذات دیکھنے تھے۔ اس لئے وہ وقت میری مہم کے لئے نہایت موزون تھا۔ میں دلدل کے کنارے کنارے تقریباً چار میل کا چکر کاٹ کر آخر ایک چھوٹے سے قریہ میں پہنچا۔ جس میں ایک سرائے بھی تھی۔ اور ڈاکٹر مارٹیمر کا مکان بھی وہیں تھا۔ جو باقی عمارتوں سے کافی بلند نظر آتا تھا۔ پوسٹماسٹر صاحب کو جو گاؤں کے پنساری بھی تھے وہ تار اچھی طرح یاد تھی۔ میرے پُوچھنے پر اُنہوں نے کہا "ہاں جناب میں نے وہ تار مسٹر بیریمور کو حسب ہدایت پہنچادی تھی" +

مَیں۔ اُسے تار دینے کون گیا تھا؟

"میرا لڑکا۔ کیوں بیٹا جیمز! تم نے پچھلے ہفتے وہ تار ہال میں جا کر مسٹر بیریمور کو دے دی تھی نا؟"

"ابا جان۔ میں نے دے دی تھی" +

میں نے پوچھا۔ "خود اُسی کو دی تھی؟"

"وہ خود کوٹھے پر تھا۔ اس واسطے میں اُسے تو نہ دے سکا۔ لیکن میں نے اُس کی بیوی کو دی تھی۔ وہ کہتی تھی۔ کہ اُسے فوراً پہنچادونگی" +

مَیں۔ تم نے بیریمور کو دیکھا تھا؟ اگر نہیں تو تمہیں کیسے معلوم ہُوا۔ کہ وہ کوٹھے پر تھا؟

اس پر پوسٹ ماسٹر صاحب قدرے ترشروئی سے بول اُٹھے۔ "اُس

کی بیوی کو نہیں تو اور کسے معلوم ہوگا۔ کیوں ؟ اُسے تار نہیں ملی تھی۔ اگر اُسے کچھ شکایت ہے تو وہ خود کر سکتا ہے"۔

اُن سے کچھ اور پوچھنا بے سُود تھا۔ لیکن مجھے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ ہومز کی حکمت عملی کے باوجود بھی ہمارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ کہ اس دوران میں بیریمور بھی لندن میں گیا ہُوا تھا۔ اگر فرض کریں۔ کہ سر چارلس کو آخری بار زندہ دیکھنے والا یہی انسان تھا۔ اور نئے وارث کا سب سے پہلا تعاقب کرنے والا بھی یہی شخص تھا۔ تو پھر کیا نتائج پیدا ہونگے ؟ کیا وہ کسی دوسرے کا کارندہ تھا۔ یا یہ سب کچھ اُس کے کسی اپنے ہی قبیح منصوبے کا آغاز تھا ؟ باسکرول کے خاندان کو تنگ کرنے کا اُسے کیا فائدہ تھا ؟ مجھے اُس وقت اُس ٹائمز میں سے کتری ہوئی عجیب وغریب تحریر کا خیال آیا۔ تو میں نے سوچا کہ آیا یہ اس کا کام تھا۔ یا کسی اور شخص کا۔ جس نے اس کے منصوبوں کو خاک میں ملا دینے کا تہیّہ کیا ہُوا ہو ؟ اگر کوئی معقول مقصد نظر آتا تھا۔ تو وہ یہ تھا۔ کہ سر ہنری کے بیان کے مطابق یہ بھی ممکن تھا۔ کہ اگر باسکرولز کے خاندان کو خوف دلا کر یہاں سے بھگا دیا جائے۔ تو بیریمور اور اُس کی بیوی کے لئے بیٹھے بٹھائے مستقل طور پر ایک آرام دہ اور نفیس گھر بن جائیگا۔ لیکن اتنی گہری اور دماغ سوز تدابیر کا صرف اسی مقصد کے لئے وجود میں آنا ناممکن تھا۔ کیونکہ اُنہیں کی بدولت سر ہنری کے اردگرد ایک نامعلوم جال سا بُنا جا رہا تھا۔ خود ہومز نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا۔ کہ اُس کے اتنی سنسنی خیز مقدمات میں سے کوئی بھی ایسا پیچیدہ نہ تھا۔ جب میں واپس آ رہا تھا۔ تو میری یہی خواہش تھی۔ کہ خدایا ہومز کہیں جلدی جلدی اپنی مصروفیات سے فارغ ہو۔ اور خود آکر مجھے اتنی بڑی ذمّہ داری سے سبکدوش کرے۔

یکایک یہ سلسلۂ خیالات پیچھے سے میرا نام پکارا جانے پر اور تیز قدموں کی آہٹ پر منقطع ہو گیا۔ مَیں نے خیال کیا۔ کہ ڈاکٹر مارٹیمر ہوگا۔ لیکن پیچھے پھر کر

جب میں نے ایک اجنبی شخص کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ تو میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ ایک چھوٹا سا پتلا دبلا نازک مزاج انسان تھا۔ اُس کے سر کے بال پھیکے سے رنگ کے تھے۔ اور اُس کے چہرے پر بہت کم گوشت تھا عمر تیس اور چالیس کے درمیان ہوگی۔ وہ ایک سیاہی مائل سُوٹ زیب تن کئے ہوئے تھا۔ اور سر پر ایک گھاس کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ اُس کے کندھے پر سے نباتاتی نمونوں کے جمع کرنے کے لئے ٹین کا ایک بکس لٹک رہا تھا۔ اور کیڑے پتنگے پکڑنے کے لئے وہ ایک ہاتھ میں سبز رنگ کی جالی لئے ہوئے تھا۔ وہ ہانپتا ہوا آیا۔ اور مجھ سے یوں مخاطب ہُوا "ڈاکٹر واٹسن! مجھے یقین ہے۔ کہ آپ میری گستاخی معاف فرماوینگے۔ کیونکہ اس دلدل پر ہم سب ایک دوسرے سے نہایت بے تکلف واقع ہوئے ہیں۔ اور رسمی تعارف وغیرہ کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ شائد آپ نے میرا نام ڈاکٹر مارٹیمر سے سُنا ہوگا۔ میں سٹیپلٹن ہوں۔ اور میریپٹ ہوس میں رہتا ہوں"۔

میں۔ "اتنا تو مجھے آپ کے بکس اور جالی نے بھی بتا دیا ہوتا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا۔ کہ مسٹر سٹیپلٹن ایک ماہر نباتات وحیوانات ہیں۔ لیکن آپ کو میرا کیسے پتہ لگا؟

سٹیپلٹن۔ "میں مارٹیمر کے ہاں آیا تھا۔ اور اُس نے اپنے ہسپتال کی کھڑکی میں سے آپ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ کا اور میرا رستہ ایک ہی تھا۔ اس لئے میں آپ کے پاس پہنچنے کے لئے دوڑا۔ تاکہ آپ سے تعارف بھی ہو جائے۔ میرے خیال میں سر ہنری بھی اس سفر کے بعد اب بخیریت ہونگے؟"

میں۔ "خدا کے فضل سے وہ بالکل تندرست ہیں"۔

سٹیپلٹن۔ "ہم سب کو قدرے خوف تھا۔ کہ سر چارلس کی وفات کے بعد یہ نوجوان کہیں یہاں آنے سے انکار نہ کردے۔ ایک امیر آدمی سے یہ توقع رکھنا کہ وہ یہاں کی سکونت اختیار کر کے اپنے آپ کو زندہ درگور کر دیگا۔ ایک بہت

بڑی بات ہے - لیکن میں آپ کے سامنے یہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا - کہ گردونواح کے لوگوں کے لئے یہ بہت کچھ ہے - میرے خیال میں سر ہنری تو اس معاملے میں توہّم پرست نہیں واقع ہوئے؟"

میں "میں تو نہیں سمجھتا - کہ وہ اس قسم کے آدمی ہوں"+

سٹیپلٹن "آپ کو اُس شیطانی کُتّے کی داستان تو معلوم ہوگی؟"

میں "ہاں - میں نے سُنی ہوئی ہے"+

سٹیپلٹن "میں حیران ہوں - کہ یہاں کے باشندے کس قدر غیر معمولی طور پر سریع الاعتقاد ہیں - ان میں سے کئی ایسے ہونگے - جو اس بات کی قسم تک کھانے کو تیار ہیں - کہ انہوں نے بچشم خود ایک ایسا حیوان دیکھا ہے"+

اگرچہ اُس نے یہ سب کچھ متبسّمانہ انداز سے کہا - لیکن میں نے اُس کی آنکھوں کو دیکھ کر معلوم کر لیا - کہ وہ یہ سب کچھ نہایت متانت سے کہہ رہا تھا+

سٹیپلٹن "یہ داستان سر چارلس کے تصوّر پذیر دماغ میں اس قدر سرایت کر گئی تھی - کہ میں تو سمجھتا ہوں - کہ اُن کی وفات کا اصلی سبب بھی یہی تھا"+

میں "یہ کیسے؟"

سٹیپلٹن "اُن کا دِل اتنا کمزور ہو گیا تھا - کہ کسی معمولی کُتّے کے دکھائی دینے کا اثر بھی اُن کے لئے نہایت مہلک تھا - میرے خیال میں انہوں نے اُس رات اُن سدا بہار درختوں والی روش پر کچھ نہ کچھ ضرور دیکھا ہوگا مجھے اُن سے بڑا اُنس تھا - اس لئے مجھے پہلے سے ہی خطرہ تھا - کیونکہ میں جانتا تھا - کہ اُن کا دل کمزور ہے - اور اس کے سبب اُن پر کہیں کوئی مصیبت نہ ٹوٹ پڑے"+

میں "آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا تھا؟"

سٹیپلٹن "میرے دوست ڈاکٹر مارٹیمر کہا کرتے تھے"۔

مَیں - آپ کا کیا خیال ہے۔ کہ سر چارلس کا کسی کُتے نے تعاقب کیا اور وہ خوف سے مر گئے؟

سٹیپلٹن - تو آپ اس معمے کا اس سے بہتر کوئی حل بتا سکتے ہیں؟"

مَیں "لیکن میں تو ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچا"

سٹیپلٹن "اور مسٹر شرلک ہومز؟"

یہ الفاظ سُن کر لمحہ بھر کے لئے تو میرا دم نکل گیا تھا۔ لیکن اپنے ہمراہی کے پُر استقلال چہرے اور جمی ہوئی آنکھوں میں سے ایک ہی نگاہ میں معلوم ہو گیا۔ کہ یہ الفاظ کہ کر وہ مجھے گھبرانا نہیں چاہتا تھا۔

سٹیپلٹن "یہ کہنا کہ ہم آپ سے ناواقف ہیں۔ نہایت لغو ہے۔ کیونکہ آپ کے سراغرساں دوست کے کارنامے یہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ اور آپ اُن کی شہرت اپنی شخصیت ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ جب مارٹیمر نے مجھے آپ کا نام بتایا۔ تو وہ بھی اس حقیقت سے منکر نہ ہو سکا۔ کہ یہ واقعی آپ ہی تھے۔ اس لئے اس جگہ پر آپ کی تشریف آوری سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کے دوست مسٹر ہومز بھی اس معاملے میں کچھ دلچسپی لے رہے ہیں۔ پس لازمی طور پر مجھے اُن کی صائب رائے کے دریافت کرنے کا شوق تھا"

مَیں "معاف رکھئیے گا۔ میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا"

سٹیپلٹن "کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں۔ کہ وہ خود بھی اپنی تشریف آوری سے ہماری عزت افزائی کرینگے؟"

مَیں "فی الحال تو وہ لندن چھوڑ کر نہیں آ سکتے۔ کیونکہ ابھی بہت سے دیگر مقدمات اُن کی فوری توجہ کے قابل ہیں"

سٹیپلٹن "افسوس! اگر وہ ہوتے۔ تو اس تاریک معاملے پر کچھ نہ کچھ روشنی

ڈالتے - لیکن مجھے امید ہے - کہ اس تفتیش کے دوران میں اگر آپ کو میری خدمات کی ضرورت پڑی - تو آپ مجھے کہیں گے - اگر مجھے آپ کے شبہات یا آپ کی تجویز کے متعلق کچھ علم ہوتا - تو میں شائد آپ کی کسی قسم کی مدد کر سکتا یا کچھ مشورہ بھی دے سکتا"+

میں :- "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں - کہ میں یہاں محض اپنے دوست سر ہنری کے لئے آیا تھا - اور مجھے کسی قسم کی مدد نہیں چاہیئے"+

سٹیپلٹن :- "بڑی اچھی بات ہے - کہ آپ اس قدر محتاط اور چوکنے رہتے ہیں - اور آپ ایسا کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں - میں سمجھتا ہوں - کہ میں مفت میں دخل در معقولات دے رہا تھا - اب مجھے ایسا کرنے کی قرار واقعی سزا مل گئی ہے - اور میں وعدہ کرتا ہوں - کہ آئندہ اس معاملے کا آپ کے سامنے ذکر نہیں کرونگا"

اب ہم اُس مقام پر پہنچ گئے تھے - جہاں سے ایک تنگ اور سرسبز پگڈنڈی سڑک سے علیحدہ ہو کر دلدل کے درمیان میں سے جاتی تھی - ایک کھڑے اور اونچے ڈھلوان والی پہاڑی جس پر گول مول پتھر بکثرت بکھرے ہوئے تھے - دائیں طرف تھی - کسی زمانے میں یہاں سے سنگِ خارا کھود کھود کر نکالا جاتا تھا - ہمارے سامنے والے رُخ پر ایک سیاہ رنگ کی کھڑی چٹان تھی - جس کے سوراخوں میں مختلف قسم کے پتوں والی بُوٹیاں اور جھاڑ بیریاں اُگی ہوئی تھیں - کچھ دُور ایک بلند جگہ سے دھواں اُوپر کی طرف جا رہا تھا +

سٹیپلٹن :- "اس دلدل والے رستے پر ہی تھوڑی دُور میرا بیٹ ہوس واقع ہے اگر آپ کو گھنٹے بھر کی فرصت ہے - تو میرے ساتھ تشریف لے چلئے - میں آپ کا اپنی ہمشیرہ سے تعارف کراؤنگا" - میرا پہلا خیال تو یہ تھا - کہ مجھے سر ہنری کے پاس ہونا چاہیئے تھا - لیکن پھر مجھے اُن کاغذات کے انبار کا خیال آیا - جن سے اُن کی میز اٹی پڑی تھی - تو میں نے سوچا - کہ میں وہاں اُنہیں کونسی مدد دینے کے قابل ہونگا - کیونکہ میں ہومز کے خاص طور پر کہنے کے مطابق اس کے ساتھ جا کر

ان کے حالات کا مطالعہ کروں - چنانچہ میں اُس کے ساتھ پگڈنڈی پر ہو لیا۔
سٹیپلٹن نے لہراتے ہوئے سبزے کی لمبی لمبی سر سبز لہروں اور ان کی چوٹیوں پر کے جھاگ کی مانند دکھائی دینے والے سنگِ خارا کی ٹوٹی پھوٹی چٹانوں کی طرف دیکھ کر کہا "واقعی یہ دلدل بھی عجیب جگہ ہے - آپ اسے دیکھتے دیکھتے کبھی نہیں اُکتا سکتے - اور نہ ہی آپ اس کے عجیب و غریب مخفی رازوں کو معلوم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ جتنی ہی غیر آباد ہے - اتنی ہی پُراسرار ہے"+

مَیں "تو آپ اس سے اچھی طرح واقف ہیں"؟

سٹیپلٹن "مجھے یہاں آئے ہوئے دو ہی سال ہوئے ہیں - اس لئے یہاں کے باشندے مجھے نووارد ہی سمجھتے ہونگے - سر چارلس جب یہاں آئے تو تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہم بھی یہاں آ بسے - لیکن مجھے اپنے طبعی مذاق اور شوق کی وجہ سے گرد و نواح میں جستجو و تلاش کرنی پڑی - اور اب میں سمجھتا ہوں - کہ اسے کوئی ہی مجھ سے بہتر جانتا ہوگا"+

مَیں "کیا اسے جاننا اتنا مشکل ہے"؟

سٹیپلٹن "واقعی بہت مشکل کام ہے - مثلاً آپ اس شمال کے جانب کے میدان کے متعلق جس میں کہیں کہیں پہاڑیاں بھی اُبھری ہوئی ہیں - کوئی خاص بات بھی دیکھتے ہیں"؟

مَیں "کیوں نہیں - گھوڑ دوڑ کے لئے یہ ایک نہایت مزیدار جگہ ہوگی"+

سٹیپلٹن "لازمی طور پر آپ یہی خیال کریں گے - لیکن یہی خیال آج سے پہلے کئی آدمیوں کی جان لے چکا ہے - کیا آپ اس پرے کے وہ چمکنے والے سبز قطعے دیکھ رہے ہیں"؟

مَیں "ہاں وہ باقی جگہ کی نسبت زیادہ سر سبز نظر آتے ہیں"+

اس پر سٹیپلٹن ہنس پڑا - اور کہنے لگا - وہ ایک بڑی بھاری دلدل ہے - جسے گرمپین کی دلدل" کہتے ہیں - وہاں ایک بھی بھٹکے ہوئے قدم کی تلافی نہیں ہو سکتی

انسان ہو یا حیوان۔ سب کا انجام ایک ہی ہے یعنی موت۔ ابھی کل ہی میں نے اس دلدل کے ٹٹوؤں میں سے ایک کو وہاں دھنستے دیکھا۔ چنانچہ وہ وہیں رہا میں دیر تک اُس کے سر کو اُس گڑھے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھتا رہا۔ لیکن آخر وہ وہیں غرق ہو گیا۔ وہاں خشک موسم میں بھی گزرنا کارے دارد۔ لیکن جب موسم خزاں کی بارشیں ہوتی ہیں۔ تو وہاں جانا خود موت کے مُنہ میں جانا ہے۔ لیکن میں اس کے عین وسط میں سے بھی صحیح و سالم واپس آسکتا ہوں۔ واللہ وہاں ایک اور کمبخت ٹٹو پھنسا ہُوا ہے۔ میں نے دیکھا۔ تو کوئی بھوری سی شے سرسبز سگلا میں پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ آخر اس کشمکش کے بعد ایک اکڑی ہوئی گردن جان کنی کی سی حالت میں بلند ہوئی۔ اور پھر ایک ہولناک اور پُر درد ہنہنانے کی سی آواز سنائی دی۔ اسے سُن کر میں ڈر کے مارے کانپ اُٹھا۔ لیکن میرے ہمراہی کا دل قدرے مضبوط تھا۔ آخر میرے ہمراہی نے کہا۔ "لو اسے بھی دلدل پی گئی! دو ہی دنوں میں دو تو میرے سامنے چٹ کر گئی۔ اور خدا معلوم ابھی اور کتنے غرق ہونگے۔ کیونکہ خشک موسم میں یہ وہاں جانے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور ان بیچاروں کو خشک و تر کا پتہ تب ہی لگتا ہے۔ جب اس کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔ واقعی یہ دلدل نہایت بُری جگہ ہے"۔

میں :- "اور کیا آپ اس میں جا سکتے ہیں؟"

سٹیپلٹن :- "ہاں میں نے ایک یا دو راستے بھی معلوم کر لئے ہیں۔ لیکن ان پر چلنے والا آدمی نہایت چست چالاک ہونا چاہیئے"۔

میں :- "لیکن آپ اتنی خطرناک جگہ میں کیوں جاتے ہیں؟"

سٹیپلٹن :- "ذرا اُن سامنے کی پہاڑیوں کو دیکھئے۔ درحقیقت وہ اس ناقابلِ گزر دلدل میں چھوٹے چھوٹے جزیرے سے بن گئی ہیں۔ کیونکہ یہ دلدل آہستہ آہستہ ان کے اردگرد پھیل گئی ہے۔ اگرچہ وہاں پہنچ سکیں۔ تو آپ کو وہاں نایاب

بُوٹیاں اور پودے ملینگے"۔

میں :- "میں بھی کسی دن قسمت آزمائی کرونگا"۔

اُس نے حیرانی سے میری طرف دیکھا "خدا کے لیئے اس خیال کو اپنے دل سے نکال دیجئے۔ ورنہ آپ کا خون میری گردن پر ہوگا۔ یقین جانئے۔ کہ یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ آپ وہاں سے زندہ واپس آسکیں۔ میں بھی صرف چند پیچیدہ سے نشانات کو دیکھ کر آتا جاتا ہوں.........."۔

میں :- "میں؟ ..... یہ کیا ہے"؟

ایک پتلی سی طویل دردانگیز آواز سُنائی دی۔ جس سے ساری فضا گونج اُٹھی۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوسکتا تھا۔ کہ یہ کہاں سے آرہی تھی۔ پہلے یہ ایک مدھم آواز تھی۔ لیکن بڑھتے بڑھتے یہ کسی چیز کے غرّانے کی سی آواز سُنائی دینے لگی۔ اور آخر رفتہ رفتہ پہلے سے دھیمی ہو کر رہ گئی۔ سٹیپلٹن نے میری طرف عجیب نگاہوں سے دیکھا۔ اور کہا "واقعی یہ دلدل بڑی عجب جگہ ہے"۔

میں :- "یہ کیا چیز تھی"؟

سٹیپلٹن :- "یہاں کے لوگ تو کہتے ہیں۔ کہ یہ باسکرولز کے کُتّے کی آواز ہے۔ جو اپنے شکار کے لیئے پکار رہا ہے۔ میں نے ایک دو دفعہ پہلے بھی یہ آواز سُنی تھی۔ لیکن اتنی بلند کبھی نہیں سُنی تھی"۔

میں نے خوف وہراس سے اردگرد کے وسیع میدان کو دیکھا جس میں جھاڑیاں اور سرسبز گھاس جابجا اُگے ہوئے تھے۔ اس وسیع پھیلاؤ پر بالکل سنّاٹا طاری تھا۔ البتہ دو پہاڑی کوّے ہمارے پیچھے ایک ٹیلے پر بیٹھے زور سے ٹرّا رہے تھے۔

میں :- "آپ ایک تعلیمیافتہ انسان ہیں۔ میرے خیال میں آپ تو ایسی لغویات کو نہیں مانتے۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ کہ یہ آواز کس چیز کی تھی"؟

سٹیپلٹن :۔ کیچڑ میں سے بھی بعض دفعہ عجیب آوازیں سننے میں آتی ہیں۔ یا تو کہیں کیچڑ بیٹھ رہا ہوگا۔ یا پانی کے زور سے اُوپر کو اُٹھنے کی آواز ہے"۔

میں :۔ نہیں۔ یہ تو کسی جاندار کی آواز تھی"۔

سٹیپلٹن :۔ ممکن ہے۔ کہ ایسے ہی ہو۔ آپ نے کبھی کسی بگلے کو بولتے سُنا ہے؟

میں :۔ نہیں۔ میں نے کبھی نہیں سُنا"۔

سٹیپلٹن :۔ انگلستان میں ویسے تو یہ پرندہ بڑا کمیاب ہو گیا ہے۔ لیکن اس دلدل میں کسی ایسی چیز کا ابھی تک موجود ہونا تعجب خیز نہیں۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ اس سرزمین پر کے کسی آخری بگلے کی آواز ہو"۔

میں :۔ ایسی عجیب اور حیرت انگیز آوازیں نے کبھی نہیں سُنی"۔

سٹیپلٹن :۔ یہ ساری کی ساری جگہ ہی ایسی مجہول سی ہے۔ ذرا سامنے والی پہاڑی کے دامن کی طرف تو دیکھکر بتایئے کہ کیا ہے" سامنے کی چٹان پتھروں کی بنی ہوئی گول سی دیواروں سے بھرپور تھی۔ کم از کم ایسے بیس حلقے ہونگے

میں نے جوابدیا "بھیڑوں کے باڑے تو نہیں؟"

سٹیپلٹن :۔ نہیں۔ یہ ہمارے قدیم زمانے کے بزرگوں کے گھر ہیں۔ زمانۂ قبل از تاریخ میں یہ دلدل نہایت گنجان آباد تھی۔ چونکہ اُن کے بعد وہاں بالخصوص کوئی لوگ نہیں رہے۔ اس لئے اُن کے چھوٹے چھوٹے سامان ابھی تک وہیں نظر آتے ہیں۔ یہ اُن کے بن چھت کے جھونپڑے ہیں۔ اگر آپ کو کہیں ان میں سے کسی کے اندر جانے کا شوق چرائے۔ تو آپ کو اُن کی چارپائیاں اور چولھے ابھی تک صحیح سالم نظر آئینگے"۔

میں :۔ لیکن یہ تو خاصا شہر ہوگا۔ یہ کس زمانے میں آباد تھا؟

سٹیپلٹن :۔ دھات کے زمانے سے پہلے کے پتھر کے زمانے لوگ تھے لیکن تاریخیں معلوم نہیں"۔

میں :۔ وہ یہاں کیا کرتے تھے ؟"

سٹیپلٹن :۔ "ان ڈھلوانوں پر اپنے مویشی چراتے تھے ۔ رفتہ رفتہ جب پتھر کا استعمال متروک ہوگیا ۔ تو انہوں نے زمین کھود کر اس میں سے قلعی حاصل کرنا سیکھ لیا ۔ اُس پہاڑی کے سامنے والی خندق بھی انہیں کی نشانی ہے ۔ ڈاکٹر صاحب! آپ کو اس دلدل کے متعلق عجیب سے عجیب باتیں معلوم ہونگی ۔ ذرا معاف رکھیں ۔ میں ابھی آیا ۔ ہاں ۔ ہاں ۔ واقعی یہ تو سائیکلو پائڈ ہے" ۔ یہ ایک چھوٹا سا مچھر تھا ۔ یا کوئی مکھی تھی ۔ جو اڑتی ہوئی ہمارے سامنے سے گزری ۔ فوراً ہی سٹیپلٹن اُس کے پیچھے بڑے زور سے دوڑ پڑا ۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ وہ مڑکر سیدھی گریمپن کی دلدل کی طرف جارہی تھی ۔ لیکن سٹیپلٹن نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا ۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر چھلانگیں مارتا اُس کا تعاقب کر رہا تھا ۔ اور اس کی سبز جالی اُس کے پیچھے پیچھے ہوا میں اُڑ رہی تھی ۔ اپنے سیاہی مائل کپڑوں سے اور اس طرح رُک رُک کر کترا تے ہوئے ٹیڑھا ترچھا جانے سے وہ خود بھی ایک بڑا سا مچھر دکھائی دیتا تھا میں کھڑا دل ہی دل میں اُس کی غیر معمولی چُستی اور جسارت کی تعریف کر رہا تھا ۔ اور ساتھ ہی مجھے یہ خطرہ تھا ۔ کہ ایسا نہ ہو کہیں اُس کا پاؤں پھسل جائے اور وہ دھم سے اُس نظر فریب دلدل میں جا پڑے ۔ کہ پیچھے سے پاؤں کی چاپ سنائی دی ۔ میں نے پھر کر دیکھا کہ اُس دھوپ کی جانب سے میرے قریب ہی اُسی راستے پر ایک عورت آ رہی تھی ۔ دلدل کے نشیب کے باعث میں اسے میری پٹ ہوس کی طرف سے آتے ہوئے اس سے پہلے نہ دیکھ سکا ۔ حتیٰ کہ وہ بالکل قریب آگئی ۔ مجھے اس بات کے متعلق ذرا بھی شبہ باقی نہ رہا کہ وہ مس سٹیپلٹن تھی ۔ کیونکہ اغلباً اس دلدل میں بہت کم عورتیں رہتی تھیں اور مجھے یہ بھی یاد تھا ۔ کہ کسی نے مجھے کہا تھا ۔ کہ وہ بہت خوبصورت

بہے۔ یہ غیر معمولی عورت فی الحقیقت وہی تھی۔ بہن اور بھائی کے خط وخال ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔ کیونکہ سٹیپلٹن میانہ رنگ تھا۔ اُس کے بالوں اور اُس کی آنکھوں کا رنگ پھیکا سا تھا حالانکہ اُس کی بہن کا رنگ اتنا گندمی تھا۔ کہ مَیں نے اُس سے پہلے اُس رنگ کی انگلستان بھر میں کوئی عورت نہ دیکھی تھی۔ اس کے علاوہ وُہ سرو قد اور طرحدار تھی۔ اُس کا بدن چھریرا سا تھا اور اُس کے خود دار چہرے کی بناوٹ اس غضب کی تھی۔ کہ اگر اُس کے نازک لبوں اور خوبصورت آنکھوں پہ نہ ہوتی۔ کہ اُسے کسی حد تک بے حس کہا جا سکتا تھا۔ اپنی متناسب شکل اور زیبا لباس کے سبب سے وُہ اُس دلدل کے ویران رستے میں ایک حُور نظر آتی تھی۔ جب مَیں نے اُس کی طرف دیکھا۔ تو وہ اپنے بھائی کی طرف دیکھ رہی تھی پھر وہ تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی میرے پاس آئی۔ مَیں نے ٹوپی اُتار کر سلام کیا اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا۔ کہ اُس کے الفاظ نے مجھے کچھ اور سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اُس نے آتے ہی مجھے کہا۔ "یہاں سے چلے جائیے۔ فوراً سیدھے لندن چلے جائیے"۔ مَیں لاعلمی سے حیران ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کی آنکھیں مجھے دیکھ کر چمک رہی تھیں۔ اور وہ بے صبری کے ساتھ اپنے پاؤں سے زمین کوٹ رہی تھی۔ چنانچہ مَیں نے پوچھا کہ مَیں کیوں واپس جاؤں۔ تو اس نے دبی ہوئی آواز میں آہستہ سے کہا۔ میں اس کی زیادہ تشریح نہیں کر سکتی۔ اُس کی زبان میں عجیب لکنت سی تھی۔ آخر وہ پھر بولی "خدا کے لئے میرے کہنے پر عمل کرو۔ خدا کے لئے چلے جاؤ اور پھر کبھی اس دلدل کا نام بھی نہ لینا"۔

مَیں۔ لیکن مَیں تو ابھی آہی رہا ہوں"۔

اُس نے زور سے کہا "اے بندۂ خدا! میں تو تمہارے بھلے کے لئے کہہ رہی ہوں۔ خدا کے لئے آج رات ہی لندن چلے جانا۔ کچھ بھی ہو یہاں سے چلے جانا....... چپ..... میرا بھائی آ رہا ہے....... اُس کے سامنے کہیں بھولے سے بھی اس بات کا ذکر نہ کرنا...... کیا آپ میرے لئے سامنے کے جھنڈ میں سے وہ آرچڈ (ایک قسم کا پھول) نہیں لا سکتے ؟ یہاں اس دلدل میں یہ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ لیکن آپ اس دلدل کی قدرتی خوبصورتی اور آرائش والے موسم سے بہت دیر کے بعد تشریف لائے ہیں" سٹیپلٹن اپنے پتنگے کا تعاقب چھوڑ کر زور سے سانس لیتا ہؤا اور اس جدّوجہد کے سبب سے اپنا چہرہ لال کئے واپس آیا۔ اُس نے آتے ہی "ہیلو! بریل!" کہا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ اُس کی آواز اتنی پُرتپاک نہ تھی۔

بریل "جیک تم بڑے گرم ہو"!

سٹیپلٹن "ہاں میں ایک سائیکلو پائڈز کا تعاقب کرتا رہا۔ وہ ایک بڑی کمیاب چیز ہے۔ اور خزاں کے ان آخری دنوں میں تو کسی خوش قسمت ہی کو ملے تو ملے مجھے بڑا افسوس ہے۔ کہ ہاتھ سے نکل گیا" وہ بے پرواہی سے بول رہا تھا۔ مگر اُس کی چھوٹی چھوٹی ہلکی سی آنکھیں کبھی مجھ پر ہوتیں اور کبھی اُس لڑکی پر۔ آخر اُس نے کہا "میں سمجھتا ہوں آپ نے ایک دوسرے سے تعارف کر لیا ہے"؟

بریل "ہاں۔ میں سر ہنری کو بتا رہی تھی۔ کہ وہ ایسے موسم میں تشریف لائے ہیں۔ جبکہ اس دلدل میں اس کی اصلی دلفریبیاں نہیں رہتیں"

سٹیپلٹن "کیوں؟ تم انہیں کون سمجھ رہی ہو"؟

بریل "میں تو سمجھتی ہوں۔ کہ آپ سر ہنری ہیں"۔

میں نے کہا "نہیں نہیں میں تو ایک معمولی سا ناچیز انسان ہوں

البتہ اُن کا ایک دوست ہوں۔ میرا نام ڈاکٹر واٹسن ہے۔"

لڑکی کے متاثر چہرے پر پریشانی اور بیزاری کی جھلک آئی اور اُس نے کہا "ہم آونکی اور ہی باتیں کرتے رہے ہیں۔"

اُس کے بھائی نے اُس پر ایک مستفسرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے کہا "آپ کے پاس اتنی باتیں کرنے کا وقت ہی کیا تھا۔"

بیرل "میں ڈاکٹر واٹسن سے ایسی باتیں کر رہی تھی۔ گویا کہ وہ مہمان نہ تھے۔ بلکہ یہاں کے باشندے تھے۔ انہیں اس بات کی چنداں پرواہ نہ ہوگی کہ اس موسم میں یہاں آرچڈ........ ہوتے ہیں یا نہیں........ لیکن آپ ذرا غریب خانے کا بھی ملاحظہ فرماتے جائیے...... آپ چلیں گے نا؟"

ایک مختصر سا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم وہاں پہنچے۔ اُن کا سنسان گھر اس لق و دق میدان میں واقع تھا۔ جو غالباً پرانے فارغ البال وقتوں میں وہ کسی چرواہے کا گھر ہوگا۔ لیکن فرق اتنا تھا۔ کہ اب اس کی مرمت ہو گئی تھی۔ اور وہ موجودہ زمانے کے گھروں کی طرح بن گیا تھا۔ اُس کے اردگرد ایک باغیچہ بھی تھا۔ لیکن اُس کے درخت جیسا کہ پانی کی دلدل پر بالعموم ہوا کرتے ہیں۔ بالکل ٹوٹے پھوٹے اور شکستہ تھے۔ بحیثیت مجموعی وہ ایک خسیس اور افسردہ سی جگہ نظر آتی تھی۔ ایک عجیب سے سوکھے سڑے چہرے والے بوڑھے نوکر نے جو ایک پھٹا پرانا کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ دروازہ کھولا۔ لیکن گھر کے اندر کشادہ فراخ اور عالی شان کمرے تھے۔ جن سے اُس عورت کا مذاقِ لطیف اور سلیقہ شعاری ٹپک رہی تھی۔ جب میں نے کھڑے ہو کر ایک کھڑکی میں سے حدِ نظر تک دکھائی دینے والی دلدل اور اُس پر کے سنگ خارا کو دیکھا تو میں قدرے متعجب سا ہوا۔ کہ اتنے اعلیٰ

تعلیمیافتہ آدمی اور اتنی خوبصورت عورت کو یہاں رہنے کی کیا ضرورت پڑی تھی +

سٹیپلٹن نے گویا میرے خیالات کا جواب دیتے ہوئے کہا "اگرچہ ہم نے اپنی رہائش کے لئے نہایت اُلٹی جگہ چنی ہے۔ لیکن ہم یہاں بالکل خوش و خرم رہتے ہیں۔ کیوں بریل ٹھیک ہے نا؟

اُس نے "واقعی" کہا۔ لیکن اُس کا لہجہ اس بات کی تائید نہیں کر رہا تھا +

سٹیپلٹن "سکاٹ لینڈ میں مَیں نے ایک سکول چلایا ہؤا تھا۔ لیکن میرے جیسے مزاج اور مذاق والے انسان کے لئے وہاں کا کام کاج روز مرہ کی عادت میں داخل ہو گیا تھا۔ اور مجھے درس تدریس میں کوئی بڑی دلچسپی بھی نہ تھی۔ لیکن ہر وقت بچوں کے ساتھ رہنا اُن کی تعلیم و تربیت کرنا اور اپنے اخلاق اور نصب العین کا ان پر اثر ڈالنا مجھے بہت عزیز تھا۔ لیکن مقدر میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ سکول میں ایک سخت وبا پھیلی اور تین لڑکے مر گئے چنانچہ اس وجہ سے سکول پھر نہ سنبھل سکا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرا بہت سا سرمایہ غیر تلافی طور پر تباہ ہو گیا۔ پھر بھی اگر ان لڑکوں کی بھولی بھالی شکلیں کبھی سکول میں نظر آتیں تو مَیں اپنے نقصان کے باوجود بھی خوش رہ سکتا تھا۔ لیکن میرا علم نباتات و حیوانات کا زبردست شوق مجھے کشاں کشاں یہاں لے آیا۔ میرے اور میری بہن کے لئے جو نیچر کے مطالعہ کی میری ہی طرح مشتاق ہے۔ اس قسم کے کام کی یہاں بہت بڑی گنجائش ہے۔ ڈاکٹر صاحب! جب آپ اس کھڑکی میں کھڑے دلدل کو دیکھ رہے تھے۔ تو کیا آپ بھی یہی باتیں نہیں سوچ رہے تھے؟"

میں "ہاں! مجھے بھی خیال آیا تھا۔ کہ یہ جگہ بڑی بے رونق ہوگی۔ شاید آپ کے لئے تو قدرے کم ہوگی۔ لیکن آپ کی ہمشیرہ کے لئے زیادہ"۔ لیکن اُس نے تیزی سے جواب دیا "نہیں نہیں، ہمیں نے تو کبھی بھی بے لطفی محسوس نہیں کی۔ ہمارے پاس مطالعہ کے لئے کتابیں موجود ہیں۔ اور ہمارے پڑوسی بھی نہایت عمدہ انسان ہیں۔ اپنے شعبۂ علم میں ڈاکٹر مارٹیمر ایک متبحر عالم ہیں۔ سر چارلس مرحوم بھی ایک قابلِ تعریف رفیق تھے۔ ہم اُن سے بڑے گہرے واقف تھے۔ ہمیں ان کی وفات کا بڑا صدمہ پہنچا ہے ... آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اگر آج سہ پہر میں سر ہنری کو ملنے جاؤں تو میرا جانا مداخلت بیجا تو نہ ہوگا؟

میں "مجھے یقین ہے۔ کہ وہ آپ کو دیکھ کر بڑے خوش ہونگے"۔

بیریل "تو آپ اُن سے کہ دیجئے گا۔ کہ میں انہیں ملنے آؤنگی اپنی ناچیز سی خدمات سے جب تک ان کی طبیعت یہاں لگ نہ جائے۔ ہم بھی کسی حد تک انہیں کچھ سہولتیں بہم پہنچا سکتے ہیں کیوں ڈاکٹر صاحب! آپ اوپر چل کر میرے لیپیڈوپٹرا کے مجموعے کو دیکھیں گے؟

میرے خیال میں جنوبی انگلستان بھر میں ایسا مجموعہ کسی کے پاس نہ ہوگا۔ جب تک آپ انہیں دیکھنے سے فارغ ہوں گے لنچ (سہ پہر کا کھانا) بالکل تیار ہو جائیگا"۔

لیکن میں چاہتا تھا۔ کہ جلدی جلدی سر ہنری کے پاس

سلہ ایک قسم کے چار جھلی دار پروں والے حشرات کی ایک نوع۔ جس میں پتنگے پروانے وغیرہ بھی شامل ہیں۔

واپس پہنچوں - کیونکہ دلدل کے اداس منظر نے ٹنڈ کی یکسانیت اور اس عجیب آواز نے جسے باسکرول کے خاندان کی روایت کے متعلق سمجھا جاتا تھا میرے دماغ میں افسردگی سی پیدا کردی تھی - ان سب دھندلے اور معمولی خیالات کے علاوہ مس سٹیپلٹن کے نہایت خلوص سے اور صاف طور پر متنبہ کرنے کے پیچھے کوئی خاص اور اہم وجہ دکھائی دیتی تھی - اس لئے میں نے اُن کے اصرار کے باوجود لنچ تک ٹھیرنے سے انکار کیا اور میں جلدی ہی اُس سرسبز پگڈنڈی پر سے واپس آگیا - لیکن جب چٹان کے قریب پہنچا - تو مس سٹیپلٹن کو وہاں برسرِ راہ ایک پتھر پر بیٹھے دیکھ کر میں بھوچکا رہ گیا - آخر میں نے سوچا کہ کوئی اور چھوٹا راستہ ہوگا - مس سٹیپلٹن کا چہرہ رستے پر چلنے کی جدوجہد کے باعث خوبصورتی سے تمتما رہا تھا اور وہ اپنا ایک ہاتھ اپنے پہلو پر رکھے ہوئے تھی " ڈاکٹر صاحب میں دوڑ کر یہاں آپ سے ملنے کے لئے آئی ہوں - مجھے ٹوپی تک پہننے کی فرصت نہیں ملی - میں یہاں زیادہ ٹھیر بھی نہیں سکتی - کیونکہ میرے بھائی کو میری عدم موجودگی کا علم ہو جائیگا - میں آپ کو صرف یہی کہنے آئی ہوں - کہ میں نے آپ کو سر ہنری سمجھ کر غلطی سے جو الفاظ کہے تھے کیا آپ انہیں بھول جائیں گے ؟

میں " مس سٹیپلٹن ! میں انہیں کیسے بھول سکتا ہوں - میں سر ہنری کا ایک دوست ہوں - اور اُن کی خیر و عافیت کے ساتھ میرا بہت سا تعلق ہے - مجھے بتائیے کہ آپ کیوں اتنی مُصر تھیں کہ سر ہنری کو لندن چلے جانا چاہئے ؟ "

مس سٹیپلٹن " یہ محض میرا ایک وہم تھا - جب آپ مجھ سے تھوڑے زیادہ واقف ہو جائیں گے - تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ

ہیں اپنے کہنے کرنے کی وجوہات کسی کو نہیں بتایا کرتی"۔
میں "نہیں۔ نہیں مجھے اب تک آپ کی آواز کی تھرتھراہٹ یاد ہے۔ اور ابھی تک میں آپ کی اُس نگاہ کو بھی نہیں بھولا۔ خدارا مجھے صاف صاف بتائیے کیونکہ جب سے میں یہاں آیا ہوں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا کہ بہت سے سائے میرے آگے پیچھے پھر رہے ہیں۔ میری زندگی بھی یہاں اُس گریمپن کی دلدل کی طرح ہو گئی ہے۔ جس میں جا بجا سرسبز گڑھے ہیں۔ اور جن میں انسان کسی کی رہبری کے بغیر غرق ہو جاتا ہے۔ مجھے یہ بتا دیجئے۔ کہ آپ کا مطلب کیا تھا۔ اور پھر میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کا آگاہ کن پیغام سرہنری تک پہنچا دونگا" لمحہ بھر کے لئے تو اُس کے چہرے پر تذبذب کا سا رنگ رہا۔ لیکن جواب دیتے وقت اُس کی آنکھیں پھر سخت ہو گئیں "ڈاکٹر واٹسن! آپ مفت میں اس معاملے کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔ اصل میں بات یہ ہے۔ کہ مجھے اور میرے بھائی کو سر چارلس کی وفات کا سخت صدمہ پہنچا تھا۔ ہم ان کے گہرے دوست تھے۔ اور وہ اکثر ہمارے گھر آیا جایا کرتے تھے ان کا دل اُس خدائی قہر سے جو اُن کے خاندان پر تھا۔ بہت متاثر معلوم ہوتا تھا۔ اور جب یہ درد انجام حادثہ پیش آیا۔ تو لازمی طور پر میں نے یہی خیال کرنا تھا۔ کہ اُن کے خوف کی کوئی نہ کوئی معقول وجوہات ہونگی۔ اسی لئے جب اس خاندان کا ایک اور نمائندہ یہاں رہنے کے خیال سے آیا۔ تو میں نے اس بات کو محسوس کیا۔ کہ اُسے یہاں رہنے کے خطرے سے آگاہ کر دینا چاہیئے۔ میں اُن کو یہی کہنا چاہتی تھی"۔
میں "لیکن یہ خطرہ کس قسم کا ہے"؟

مس سٹیپلٹن:۔ "آپ کو اُس کتے کی حکایت معلوم ہے"؟
میں:۔ "میں ایسی لغویات کو نہیں تسلیم کر سکتا"۔
مس سٹیپلٹن:۔ "لیکن میں تو مانتی ہوں۔ اگر سر ہنری آپ کی مانتے ہوں۔ تو آپ اُنہیں ایسی جگہ سے جو اُن کے خاندان کے لئے ہمیشہ مہلک ثابت ہوئی ہو۔ لے جائیے۔ خدا کی زمین وسیع ہے۔ جب خدا کی زمین وسیع ہے تو اُنہیں کیا پڑی ہے۔ کہ مُفت میں ایک مخدوش جگہ میں رہیں"۔
میں:۔ "چونکہ یہ ایک مخدوش جگہ ہے۔ اسی لئے سر ہنری یہاں رہنے کے خواہشمند ہیں۔ یہ اُن کی فطرت میں داخل ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ جب تک آپ کوئی زیادہ صاف اور قاطع وجوہات نہ بتائیں گی وہ محض میرے کہنے پر یہ جگہ چھوڑ کر نہیں جائیں گے"۔
مس سٹیپلٹن:۔ "مجھے قطعی طور پر کچھ معلوم نہیں۔ اس لئے میں بتانے سے معذور ہوں"۔
میں:۔ "مس سٹیپلٹن میں آپ سے ایک اور بات پوچھتا ہوں۔ کہ ہماری پہلی ملاقات کے وقت اگر آپ یہی کچھ کہنا چاہتی تھیں۔ تو اس گفتگو کو اپنے بھائی سے کیوں چھپانا چاہتی تھیں۔ کیونکہ اس میں تو کوئی بات ایسی قابل اعتراض نہ تھی۔ جسے وہ خود یا کوئی اور شخص قابل اعتراض سمجھیں"؟
مس سٹیپلٹن:۔ "میرا بھائی چاہتا ہے کہ یہ ہال آباد ہو۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ ایسا کرنے میں سارے علاقے کے غریب لوگوں کی بہتری ہوگی۔ اس لئے اگر اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے سر ہنری کو یہاں سے چلے جانے کا مشورہ دیا ہے تو وہ مجھ پر بہت ناراض ہوگا۔ اچھا میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ میں زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اب مجھے واپس

جانا چاہیئے - کیونکہ اگر میرے بھائی کو معلوم ہوگیا - کہ میں گھر میں نہیں ہوں تو اُسے شک گزریگا - کہ میں آپ سے ملنے آئی ہوں - اچھا خدا حافظ"۔ وہ چند ہی منٹوں میں ان گول مول پتھروں میں نظر سے اوجھل ہوگئی - اور میں مختلف خطرات کو دل میں لئے باسکرول ہال کی طرف واپس چلا ؞

آٹھواں باب

ڈاکٹر واٹسن کی پہلی رپورٹ

آئندہ واقعات کو میں آپ کے سامنے ان خطوط کی صورت میں پیش کروں گا۔ جو میں نے وقتاً فوقتاً شرلک ہومز کو لکھے تھے اور جو اس وقت بھی میرے سامنے میز پر پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ورق کہیں گم ہو گیا ہے۔ باقی سب کے سب بعینہٖ اسی طرح ہیں جیسے میں نے لکھے تھے۔ اگرچہ وہ حادثات مجھے ابھی تک اچھی طرح سے یاد ہیں۔ لیکن یہ خطوط میرے اس وقت کے خیالات اور شبہات کا اظہار میرے حافظے کی نسبت بدرجہا بہتر کر سکتے ہیں۔

مرقومہ باسکرول ہال ۱۵۔ اکتوبر

مائی ڈیئر ہومز

اس سے پیشتر کے خطوط اور تاریں تمہیں مل گئی ہونگی۔ اور تم ان حالات سے جو دنیا کے اس ویران گوشے میں وقوع پذیر ہوتے رہے۔ کسی حد تک واقف ہو گئے۔ یہاں کوئی جتنی دیر ٹھیرے اتنا ہی زیادہ اس دلدلی فضا کی وسعت اور ہیبت سے متاثر ہو گا۔ جب کوئی شخص اس کے درمیان جا پہنچتا ہے۔ تو وہ انگلستان کی موجودہ تہذیب و تمدن کے تمام آثار پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اور اپنے تئیں زمانۂ قبل از تاریخ کے انسانوں کے گھروں اور ان کے دیگر نشانات سے گھرا ہوا پاتا ہے جدھر دیکھتا ہے۔ ادھر ہی اسے یا تو ان فراموش شدہ پرانے لوگوں

کے گھر نظر آتے ہیں۔ یا اُن کی قبریں اور یا اُن کے بڑے بڑے تراشیدہ پتھر دکھائی دیتے ہیں۔ جن کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اُن کی عبادت گاہوں کا امتیاز خصوصی تھے۔ جب کوئی ان سیاہ عمودی چٹانوں کے دامن میں ان کے گھروں کو دیکھتا ہے تو موجودہ زمانہ اُس سے دور پیچھے رہ جاتا ہے اور اگر ایک گھنے بالوں والا انسان ہاتھ میں چقماق کی نوک والا تیر اور کمان لئے ہوئے کسی گھر کے چھوٹے سے دروازے سے نکل کر اس منظر پہ ان موجود ہو۔ تو اُس کی موجودگی زیادہ موزوں ہوگی۔ عجیب بات تو یہ ہے۔ کہ وہ لوگ اس بے ثمر سی دلدل میں اتنے گنجان کیوں آباد تھے۔ میں آثار قدیمہ کا ماہر نہیں ہوں اور نہ ہی پرانی تواریخ کا دلدادہ ہوں۔ لیکن رہ رہ کر مجھے بھی خیال آتا ہے۔ کہ یہ امن پسند لوگ لوٹ گھسوٹ سے تنگ آکر اس جگہ میں آبسے ہونگے۔ جس کو اور کوئی قبول نہ کرتا ہوگا۔ یہ جملہ ہائے معترضہ تمہارے عملی دماغ کے لئے چنداں دلچسپ نہ ہونگے۔ کیونکہ مجھے ابھی تک یاد ہے۔ کہ تم اس قسم کے مسائل کو کہ آیا سورج زمین کے گرد پھرتا ہے یا زمین سورج کے گرد حرکت کرتی ہے۔ کبھی خاطر میں بھی نہیں لاتے تھے۔

اگر میں نے گذشتہ دنوں میں تمہیں کوئی اطلاع نہیں بھیجی۔ تو اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اب تک کوئی قابل ذکر بات ہی نہ ہوئی تھی۔ اور پھر یکایک ہی ایک سخت تعجب خیز واقعہ پیش آگیا۔ جس کا ذکر آہستہ آہستہ کردوں گا۔ سب سے پہلے تمہیں باقی صورت حالات سے آگاہ کرتا ہوں۔

اُن باتوں میں سے جن کا اب تک میں نے تم سے بہت کم ذکر کیا ہے۔ ایک، تو اُس مفرور قیدی کا معاملہ ہے۔ اب یہ بات

مان لینے کی کہ وہ موقع پا کر کہیں کو چل دیا ہے۔ ایک زبردست وجہ یہ ہے۔ کہ اُسے بھاگے ہوئے دو ہفتے ہو گئے ہیں۔ لیکن نہ اُسے کسی نے یہاں دیکھا۔ اور نہ ہی اُس کے متعلق کچھ سنا گیا ہے اگر کوئی کہے کہ وہ اتنے دنوں تک دلدل میں رہ سکتا ہے۔ تو یہ بالکل قابل تسلیم نہیں۔ ویسے چھپنے کو تو اُس کے لئے ہزاروں جگہیں موجود تھیں لیکن کھانے کو اگر کسی کی بھیڑ چُراتا۔ تو چُراتا ورنہ یہاں اُس کے کھانے کے لئے اور کچھ نہ تھا۔ ہم سب تو یہی سمجھتے ہیں۔ کہ وہ چلا گیا ہے۔ اور اسی خیال کے باعث اکیلے دکیلے کسان اور زمیندار رات کو آرام سے سوتے ہیں۔

یہاں تو ہم چار صحیح الجثہ آدمی گھر میں موجود ہیں۔ لیکن سٹیپلٹن اور اُس کی ہمشیرہ کا خیال آتا ہے کہ وہ بیچارے باقی لوگوں سے میلوں دور بالکل اکیلے رہتے ہیں۔ ایک ماما ایک بوڑھا نوکر اور وہ بہن بھائی ہیں۔ ان میں سے مؤخر الذکر بھی اتنا طاقتور نہیں ہے۔ اگر کوئی ناٹنگ ہل کے قاتل جیسا مجرم اُن کے گھر میں گھس جائے۔ تو اُن کی بیکسی کا تم خود ہی اندازہ کر سکتے ہو۔ مجھے اور سر ہنری ہم دونوں کو یہ خیال آیا۔ کہ پرکنز وہاں جا کر سویا کرے۔ لیکن سٹیپلٹن نے ہماری ایک بھی نہ سنی۔

اصل میں بات تو یہ ہے۔ کہ سر ہنری کو ہمارے پڑوسی کی بہن کا قدرے خیال ہو گیا ہے۔ اور یہ کوئی قابل تعجب بات نہیں۔ کیونکہ سر ہنری جیسے چست چالاک آدمی کا وقت یہاں کسی شغل کے بغیر مشکل سے ہی گزر سکتا ہے۔ اور وہ عورت بھی خوبصورت ہے۔ اُس کے رنگ ڈھنگ سے گرم ممالک کے باشندوں کی سی اجنبیت ٹپکتی ہے حالانکہ اس کے عین برعکس اس کا بھائی قدرے ٹھنڈا اور بے حس سا واقع ہوا ہے۔ لیکن اُس کے چہرے کو بھی دیکھ کر برق خوابیدہ

کا گمان گزرتا ہے۔ اُس کا اپنی بہن پر بڑا رعب ہے۔ میں نے اکثر اوقات دوران گفتگو میں اُسے اپنے بھائی کی طرف ایسی نگاہیں ڈالتے ہوئے دیکھا ہے۔ گویا کہ وہ اُس کی اجازت اور رضامندی چاہتی ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ وہ اپنی ہمشیرہ پر بہت مہربان ہے۔ لیکن اُس کی خشک آنکھوں میں چمک ہے۔ اور اُس کے پتلے ہونٹ بالکل بند رہتے ہیں۔ جس سے اُس کا چہرہ قدرے سخت اور درشت دکھائی دیتا ہے۔ تمہاری قیافہ شناسی کے لئے وہ ایک دلچسپ تختۂ مشق بن سکتا ہے۔

وہ پہلے دن ہی سرہنری کو ملنے آیا۔ اور دوسرے دن صبح کو ہم دونوں کو وہ جگہ دکھانے لے گیا۔ جس کے ساتھ کمبخت ہیوگو کی موت کی داستان منسوب کی جاتی ہے۔ ہم چند میل دلدل میں سے سیر و گشت کرتے ہوئے ایک ایسی بھیانک اور دلگیر جگہ میں جا پہنچے جو خود ہی یہ حکایت سنا رہی تھی۔ ہم نے وہاں ٹوٹی پھوٹی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان ایک درہ دیکھا۔ جس کے آگے ایک کھلا میدان تھا۔ جس میں روئی کی طرح سفید اور نرم گھاس اُگا ہوا تھا۔ اس کے عین وسط میں دو بڑے بڑے بوسیدہ پتھر تھے جو اوپر سے ایسے تیز نظر آتے تھے۔ گویا کسی عفریت یا دیو کے بڑے بڑے چیرنے پھاڑنے والے دانت تھے۔ غرضیکہ ہر طرح یہ منظر اُس پرانے درد انجام حادثے کے مطابق تھا۔ سرہنری بہت متوجہ نظر آتے تھے۔ اور اُنہوں نے کئی بار سٹیپلٹن سے پوچھا۔ کہ آیا وہ فی الحقیقت انسانی معاملات میں کسی اعلیٰ طاقت کی مداخلت کے امکان کو مانتا تھا۔ یا نہ اگرچہ وہ بظاہر بے فکری سے پوچھ رہے تھے۔ لیکن یہ صاف صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ سچ مچ اور نہایت

سنجیدگی سے دریافت کر رہے تھے۔ سٹیپلٹن اپنے جوابات میں بہت محتاط تھا۔ لیکن اُس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ بہت کچھ جانتا تھا۔ مگر کئی باتیں ہمیں بتانی نہیں چاہتا تھا۔ شاید وہ سر ہنری کے خیال سے ایسا کر رہا تھا۔ اُس نے ہمیں ایسے خاندانوں کے متعلق بہت سے واقعات سنائے۔ جنہوں نے ایسے ہی بد تاثرات سے بہت نقصان اُٹھایا تھا۔ اور رخصت ہوتے وقت وہ اپنے متعلق ہمارے دل میں یہی خیال چھوڑ گیا۔ کہ اُس کے خیالات بھی رائے عامہ کے مطابق تھے۔

واپس جاتے ہوئے ہم نے میری پیٹ ہاؤس میں لنچ کھایا۔ اور وہیں ہی سر ہنری کا مس سٹیپلٹن سے تعارف ہؤا۔ پہلی ہی نگاہ میں سر ہنری اُس پر مائل ہو گئے۔ اور اگر میں نے اُن دونوں کے خیالات کا اندازہ کرنے میں ایک بہت بڑی غلطی نہیں کی۔ تو یہ موانست باہمی تھی واپس جاتے ہوئے سر ہنری بار بار اُسی کا ذکر کرتے۔ اور اُس دن سے لیکر آج تک کوئی ہی دن خالی گیا ہوگا۔ جس میں ہم نے بہن بھائی میں سے کسی ایک کو نہ دیکھا ہو۔ آج رات ان کی ہمارے ہاں دعوت ہے۔ اور اگلے ہفتے ان کے ہاں جانے کا چرچا ہے۔ اس سے بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہوگا۔ کہ سٹیپلٹن کی عین منشاء یہ ہونی چاہیئے۔ کہ اُن دونوں کی آپس میں شادی ہو جائے۔ لیکن میں نے کئی بار جب سر ہنری کو اُس کی ہمشیرہ کی طرف ملتفت دیکھا۔ تو اُس کے چہرے پر بھی سخت ناراضامندی کے آثار پائے۔ مانا کہ اُسے اپنی ہمشیرہ بہت عزیز ہے اور اُس کی انتہائی خود غرضی ہوگی۔ مگر مجھے یقین ہے۔ کہ اُس کی یہ منشاء ہرگز نہیں۔ کہ یہ واقفیت عشق و عاشقی کا رنگ پکڑ لے۔ چنانچہ کئی بار میں نے اُن کی راز و نیاز کی باتوں اور خلوت کی ملاقاتوں

بن حائل ہوتے دیکھا ہے۔ ذرا دیکھو تو اگر ہماری دیگر مشکلات
بن اس عشق عاشقی کی ٹانگ بھی اُڑ گئی۔ تمہاری اس ہدایت پر
کہ سر ہنری کو تنہا باہر نہ جانے دوں میرا عمل پیرا ہونا اور بھی دشوار
ہو جائے گا۔ اور اگر بن تمہارے حکم کی لفظ بہ لفظ تعمیل کروں
تو اس سے میری مقبولیت اور دوستی کو ضعف پہنچیگا۔
ابھی اگلے روز ہی .... ہاں جمعرات کو ڈاکٹر مارٹیمر نے ہمارے
ہاں لنچ کھایا۔ اُس نے لامگ ڈون ہیں سے کھود کھود کر
زمانۂ قبل از تاریخ کی ایک کھوپری ڈھونڈ نکالی ہے۔ ان دنوں
وہ اس خوشی سے پھولا جامے ہیں نہیں سماتا۔ واقعی ایسے یکسو
مزاج مجذوب کم ہی ہونگے۔ اس کے بعد سٹیپلٹنز بھی آ گئے۔
اور ہمارے مہربان ڈاکٹر مارٹیمر سر ہنری کی درخواست پر ہم
سب کو سدا بہار درختوں والی روش پر اُس رات کی ہولناک
واردات کا موقعہ دکھانے لے گئے۔ یہ روش نہایت لمبی اور
یاس انگیز ہے۔ دونوں طرف اوپر سے ہموار کی ہوئی باڑ ہے
جس کے ساتھ ساتھ دونوں کناروں پر گھاس کی دو تنگ
پٹڑیاں ہیں۔ روش کے نصف میں دلدل کی طرف ایک چٹخنی
دار سفید چوبی دروازہ ہے۔ جہاں سے سر چارلس مرحوم کے سگار
کی راکھ ملی تھی۔ اور اس کے پرے وسیع دلدل ہے۔ مجھے تمہارا
قیاس یاد تھا۔ اور میں نے اس کی مدد سے اس حادثے کے تصور
کرنے کی کوشش کی۔ کہ جب سر چارلس وہاں کھڑے ہونگے۔ تو انہوں
نے دلدل پر سے کسی ایسی چیز کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا ہوگا
جس نے اُن کو بدحواس کر دیا ہوگا۔ اور وہ خوف اور تھکان کے
باعث دوڑتے دوڑتے دم توڑ کر مر گئے ہونگے۔ میں نے اُن درختوں

کی تیرہ و تار سُرنگ سی بھی دیکھی - جس کے پیچھے سے وہ جان بچانے کے لئے دَوڑے ہونگے - لیکن کس چیز کے خوف سے ؟ کسی بھیڑوں کی رکھوالی کرنے والے کتّے کے ڈر سے ؟ یا کسی سیاہ رنگ کے بڑے بھاری چپ چاپ شیطانی کتّے سے ؟ کیا اس معاملے میں کسی انسان کا بھی دخل تھا ؟ کیا وہ زرد رُو اور ہوشیار بیر یمور کچھ اَور بھی جانتا تھا ؟ یہ خیالات بالکل دھندلے اور غیر قطعی تھے - لیکن مجھے اس بات کا یقین تھا - کہ کچھ بھی ہو - ان کی تہ میں کوئی نہ کوئی جُرم ضرور ہے ٭

تمہیں پچھلی دفعہ خط لکھنے کے بعد میں ایک اَور پڑوسی سے مِلا - یہ لیفٹر ہال کے مسٹر فرینکلینڈ ہیں - جو ہمارے جنوب کی طرف چار میل کے فاصلے پر رہتے ہیں - وہ ایک سُرخرو - سفید پوش صفراوی مزاج کے بزرگ ہیں - اُن کو انگریزی قانون کا ٹھرک ہے - اپنی بہت سی جائداد بھی مقدمہ بازی کی نذر کر دی ہے - وہ صرف اپنا شوق پُورا کرنے کے لئے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں - اور ہر ایک مسئلے کا کوئی سا پہلو لینے کو تیار رہتے ہیں - اس لئے کچھ تعجب کی بات نہیں - کہ اُن کا یہ شغل گراں قیمت ثابت ہوا ہے - کبھی تو وہ استحقاقِ نفاذ کئے بیٹھتے ہیں - اور سارے حکام ضلع کے سامنے خم ٹھوک بیٹھتے ہیں - کہ اگر کچھ کر سکتے ہو تو رستہ کُھلوا لو - اور کبھی خود اپنے دستِ مُبارک سے کسی زمیندار کے کھیت کا پھاٹک اُکھاڑ کر مالک کو ڈنکے کی چوٹ سے للکار کر کہتے ہیں - کہ یہاں تو فلاں زمانے سے رستہ جاری تھا - آؤ کسی کی طاقت ہے - تو مدافلت بیجا میں مجھے دھر لو - انہیں زمینداروں اور عوام الناس سے متعلقہ پُرانے رسم و رواج اور آئین و قوانین ازبر ہیں - جنہیں وہ یا تو ترنور دی کے

گاؤں کے لوگوں کے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ یا اُن کے خلاف اس لئے کبھی تو وہ اُنہیں فاتحانہ طور پر گاؤں میں اُٹھائے لئے پھرتے ہیں اور کبھی آپ کے گدھے اور پتلے بنا کر جلاتے ہیں۔ یعنی لوگوں کا طرزِ عمل اُن کے آخری معرکے کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اب وُہ سات مختلف مقدمے چلا رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ رہی سہی جائداد بھی جاتی رہیگی۔ اور یہ زہر اُگلنے کے بعد آئندہ کے لئے وہ ضرر رسانی کے قابل نہیں رہیں گے۔ اگر اُن کی قانون دانی کو نظر انداز کر دیا جائے تو وہ ایک خلیق اور نیک فطرت انسان واقعہ ہوئے ہیں۔ اور میں ان کا ذکر بھی یہاں محض اس لئے کرتا ہوں۔ کہ تم گرد و نواح کے لوگوں کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے متعلق بالخصوص مُصِر تھے۔ آجکل اُن کا شغل نہایت عجیب ہے چونکہ آنجناب ایک شوقیہ ہیئت دان بھی ہیں۔ اس لئے اُن کے پاس ایک اعلےٰ درجہ کی دور بین ہے۔ جسے لے کر وہ دن بھر اپنے کوٹھے پر سے اُس قاتل کی تلاش کے خیال سے دلدل کی طرف دیکھتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنی توجہ کو یہیں تک محدود رکھتے۔ تو بہتر تھا۔ مگر افواہ گرم ہے کہ اب وُہ ڈاکٹر مارٹیمر پر مقدمہ چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ اُس نے ایک پتھر کے زمانے کی قبر بغیر متوفی کے وارث کی اجازت حاصل کرنے کے کھود ڈالی ہے۔

جب کبھی یہاں کی یکسانیت میں بے لطفی سی پیدا ہونے لگتی ہے تو وہ (عین ضرورت کے موقعہ پر) کوئی نہ کوئی نیا تماشہ یا سوانگ کھڑا کر کے اسے کو کسی حد تک پُر لطف بنا دیتے ہیں۔

اب تمہیں اُس مفرور قیدی۔ سٹیپلٹنز۔ ڈاکٹر مارٹیمر اور مسٹر فرینکلینڈ کے حالات سے کماحقہٗ واقف کرنے کے بعد میں سب سے ضروری اَور

اہم موضوع کو لیتا ہوں - یعنی بیبر میورز کا ذکر خیر کرتا ہوں - اور بالخصوص گذشتہ شب کے عجیب و غریب حالات سناتا ہوں - سب سے پہلے تو اس آزمائشی تار کا قصہ ہے - جو تم نے لندن سے یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجی تھی - کہ آیا بیبر یمور یہیں ہے - یا کہیں اور - میں پہلے ہی بتا چکا ہوں - کہ یہ کوشش بالکل بے سود نکلی - یعنی ہمارے پاس کسی بات کا بھی ثبوت نہیں - میں نے سرہنری سے ذکر کیا تو انہوں نے جھٹ سے بیبر یمور کو بلا کر پوچھا کہ وہ تار اُس نے خود لی تھی - بیبر یمور نے جواب دیا "ہاں"۔

سرہنری :- کیا اُس لڑکے نے تمہارے ہاتھ میں دی تھی"؟

بیبر یمور نے قدرے حیران ہو کر کچھ سوچ کر کہا "نہیں - اُس وقت میں اوپر والے چوبی کمرے میں تھا - میری بیوی میرے پاس اوپر آئی تھی"۔

سرہنری :- کیا تم نے خود اُس کا جواب دیا تھا"؟

بیبر یمور :- نہیں - میں نے اپنی بیوی کو اس کا جواب بتا دیا تھا اور اُس نے نیچے آکر لکھ دیا ہو گا۔

شام کو خود بیبر یمور نے ہی اس قصے کو چھیڑا "میں صبح کو جناب کے سوالات کا صحیح مقصد نہیں معلوم کر سکا - کہیں یہ مطلب تو نہیں - کہ خدانخواستہ جناب کو مجھ پر بے اعتباری ہو گئی ہے"؟

سرہنری نے اُسے یقین دلایا - کہ اُن کا یہ خیال ہرگز نہ تھا - اور اُسے ٹھنڈا کرنے اور منانے کے لئے اپنے پرانے کپڑے بھی دے دئے - کیونکہ اب لندن کے سِئے ہوئے کپڑے آ گئے ہیں۔

بیریمور کی بیوی کا مطالعہ بھی میرے لئے خالی از دلچسپی نہیں وہ ایک بھاری بھرکم۔ ٹھوس۔ نہایت واجب التعظیم اور سادہ مزاج عورت ہے۔ تم نے اُس سے زیادہ بے حس کسی کو نہ دیکھا ہوگا۔ لیکن میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ کہ یہاں آتے ہی پہلی رات میں نے اُسے ہچکیاں بھرتے سنا تھا۔ اور اس کے بعد بھی کئی بار میں نے اُس کے چہرے پر آنسوؤں کے آثار دیکھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی بڑا بھاری صدمہ اُس کے دل کو مسل رہا ہے۔ کبھی کبھی میں یہ بھی سوچتا ہوں۔ کہ کہیں اُس کے کسی مجرمانہ فعل کی یاد تو اُسے نہیں ستاتی رہتی۔ جو وہ اس قدر مغموم رہتی ہے۔ یا بیریمور تو اُس کے ساتھ نہیں لڑتا جھگڑتا کیونکہ میں نے ہمیشہ اس بات کو محسوس کیا ہے۔ کہ اس شخص میں کوئی نہ کوئی قابل اعتراض امتیاز خصوصی ہے۔ لیکن گذشتہ رات کی مہم نے میرے تمام شبہات کو ایک عنوان کے تحت جمع کر دیا ہے۔

بذات خود یہ ایک علیحدہ سا مسئلہ دکھائی دیتا ہوگا۔ تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ مجھے گہری نیند کبھی نہیں آتی۔ اور جب سے میں یہاں آیا ہوں۔ میری آنکھ یونہیں ذرا سی بات پر بھی کھل جاتی ہے۔ کل رات دو بجے کے قریب اپنے کمرے میں سے کسی کے دبے پاؤں گذرنے کی آہٹ سے میں جاگ اُٹھا۔ اور دروازہ کھول کر باہر جو جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ برآمدے میں ایک لمبا اُونچا سایہ دوسری طرف جا رہا ہے۔ یہ سایہ کسی ایسے شخص کا تھا۔ جو ہاتھ میں بتی لئے نیچے چپکے چپکے جا رہا تھا۔ اور اُس کی چال ڈھال سے ایک ناقابل بیان مجرمانہ اخفاء ٹپک رہا تھا۔

میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں - کہ اس برآمدے کے سلسلے کو ہال کے اوپر والی غلام گردش قطع کرتی ہے - اور دوسری جانب پر پھر اسی برآمدے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے - میں دیکھتا رہا - یہانتک کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گیا ۔

میں اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا - جب وہ برآمدے کی دوسری طرف پہنچ گیا تو میں نے ایک کھلے ہوئے دروازے میں سے روشنی کی شعاعیں آتی ہوئی دیکھیں - جس سے مجھے معلوم ہوا - کہ وہ کسی کمرے میں چلا گیا تھا - اور یہ کمرے بھی سب کے سب بے سروسامانی کی حالت میں خالی پڑے ہوئے تھے - اس لئے اُس کا وہاں جانا اور بھی پُراسرار معلوم ہونے لگا - روشنی ایک ہی جگہ پر پڑ رہی تھی - گویا کہ وہ بے حس و حرکت کھڑا تھا - میں جتنی خاموشی سے ہو سکا آگے بڑھا - اور دروازے کے کونے میں سے اندر جھانکا ۔

بیریمور کھڑکی پر جھکا ہوا تھا اور شمع کو ہاتھ میں شیشے کے سامنے رکھے ہوئے تھا - اُس کا ایک پہلو میری طرف مڑا ہوا تھا - اور اُس کا چہرہ انتظار اور امید کے باعث درشت اور سخت ہو گیا تھا - وہ چند منٹوں تک غور سے دلدل کی تاریکی کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کھڑا دیکھتا رہا - آخر اُس نے ایک گہری آہ بھری - اور میں فوراً ہی اپنے کمرے میں لوٹ آیا - اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ اُسی طرح چپکے سے میرے کمرے میں سے نکل کر واپس چلا گیا - میری آنکھ لگ جانے کے بہت دیر بعد کسی قفل میں چابی پھیرنے کی آواز سنائی دی - لیکن میں نہیں بتا سکتا کہ وہ آواز کہاں سے آئی تھی - مجھے یہ بھی

معلوم نہیں کہ ان سب باتوں کا مطلب کیا ہے۔ لیکن اس تاریک گھر میں کوئی نہ کوئی تاریک کاروائی ہو رہی ہے۔ جس کی تہ تک ہم کبھی کبھی ضرور پہنچ جائیں گے۔ میں تمہیں اپنے احساسات پڑھنے کی تکلیف نہیں دیتا۔ کیونکہ تم نے صرف واقعات طلب کیے تھے +

آج صبح سر ہنری کے اور میرے درمیان دیر تک اسی معاملے کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ گذشتہ رات کے مشاہدات کی بنا پر ہم نے کاروائی کرنے کی ایک تجویز سوچی ہے۔ اس کے متعلق تمہیں سردست کچھ نہیں بتاؤنگا۔ کیونکہ میری آئندہ رپورٹ قدرے دلچسپ بن جائیگی +

نواں باب

ڈاکٹر واٹسن کی دوسری رپورٹ۔ دلدل پر کی روشنی

مرقومہ باسکرول ہال۔ ۱۵ر اکتوبر

مائی ڈیر ہومز

اگر پہلے دنوں میں مَیں اپنے کارِ مفوضہ کے متعلق تمہیں بہت کم اطلاعات دینے پر مجبور تھا۔ تو اب تمہیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ میں تلافیٔ مافات کر رہا ہوں۔ کیونکہ اب ہمارے ارد گرد بہت سے واقعات نہایت تیزی سے جمع ہو رہے ہیں۔ گذشتہ رپورٹ میں مَیں نے بیریمور کو کھڑکی پر چھوڑا تھا۔ اور اب تو میرے پاس ماشاء اللہ باتوں کا ایک پورا دفتر ہے۔ جسے دیکھکر تم بھی ضرور حیران رہ جاؤ گے۔ واقعات نے غیر متوقع طور پر پلٹا کھایا ہے۔ گذشتہ اڑتالیس گھنٹوں میں یہ بعض پہلوؤں سے تو بالکل قابلِ فہم اور صاف ہو گئے ہیں۔ اور بعض طرح سے اور بھی پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ لیکن مَیں تمہیں بتا دونگا۔ اور باقی سب تم خود سوچ لینا +

اُس ماجرے کے بعد دوسرے دن ہی صبح کی حاضری سے فارغ ہو کر میں برآمدے میں سے ہوتا ہوا اُس کمرے میں گیا۔ جس میں گذشتہ شب بیریمور گیا تھا۔ جس کھڑکی پر سے وہ اتنی غور کے ساتھ دیکھتا رہا تھا۔ وہ مغرب کی جانب واقع تھی میں نے اُس میں ایک خاص بات دیکھی۔ وہ یہ کہ مکان بھر میں دلدل سے قریب ترین کھڑکی وہی تھی۔ اُس کے سامنے دو درختوں کے درمیان ایک شگاف سا تھا۔ جس میں سے دلدل پر نظر پڑتی تھی۔ اور باقی سب کھڑکیوں کے سامنے صرف دُور کا ہی منظر تھا۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ صرف یہی کھڑکی بیریمور کے لئے مفید مطلب تھی۔ اس لئے وہ اغلباً اُس میں سے کسی کو دلدل پر دیکھ رہا ہوگا۔ رات بھی

تاریک تھی۔ اس لئے میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ وہاں کسی کو کیسے دیکھ سکتا تھا۔ مجھے تو یہ خیال بھی آیا تھا کہ ہو نہ ہو۔ کسی آشنا سے اٹ سٹ ہے۔ جبھی تو یہ چھپ چھپ کر نکلتا ہے۔ نیز اُس کی عورت کے اضطراب اور پریشانی کی بھی یہ ایک معقول وجہ ہوسکتی تھی۔ اور ایسے خوبصورت جوان پر اگر کوئی دیہاتی لڑکی ریجھ گئی ہو۔ تو بھی تعجب کی بات نہ تھی۔ میرے اس قیاس کے قائم کرنے کی چند اور وجوہات بھی تھیں۔ مثلاً میرے واپس آجانے کے بعد دروازے کے کھلنے کا یہ مطلب ہوسکتا تھا۔ کہ وہ کہیں پوشیدہ طور پر کسی سے ملاقات کرنے گیا ہو۔ میں صبح کو اسی طرح سوچتا رہا ہیں تو تمہیں اپنے شبہات بتا رہا ہوں۔ خدا معلوم یہ بعد میں کیسے بے بنیاد ثابت ہونگے"

میں نے محسوس کیا۔ کہ بیریمور کی ان حرکات کا اصلی مدعا خواہ کچھ بھی ہو۔ میرے لئے ان واقعات کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھنے کی ذمہ واری ناقابل برداشت ہے۔ چنانچہ میں سرہنری کی مطالعہ گاہ میں چلا گیا۔ اور انہیں من وعن سارا ماجرا کہہ سنایا۔ لیکن وہ میرے اندازے سے قدرے کم حیران ہوئے +

سرہنری "میں جانتا ہوں۔ کہ بیریمور رات کو نقل و حرکت کرتا رہتا ہے۔ اور میرا خیال تھا۔ کہ میں اُس سے پوچھتا۔ عین اسی وقت میں نے خود دو تین دفعہ اُس کے قدموں کی آواز برآمدے میں سے آتی جاتی سُنی ہے" +

میں "تو اغلباً وہ ہر رات کو اُسی کھڑکی کی طرف جاتا ہوگا"؟

سرہنری۔ شاید ایسے ہی ہو۔ اور اگر یہی ہو تو ہم اُس کے پیچھے پیچھے جا کر اُس کے وہاں جانے کا مقصد معلوم کرسکتے ہیں۔ میں حیران ہوں۔ کہ اگر آپ کے دوست ہومز ہوتے تو وہ کیا کرتے" +

میں "مجھے تو یقین ہے کہ وہ بالکل ایسا ہی کرتے جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ ۔ ۔ بھی اسی طرح بیریمور کے پیچھے پیچھے جاکر دیکھتے کہ وہ کیا کرتا ہے"؟

سرہنری "اچھا۔ پھر ہم دونوں جائینگے" +

میں "لیکن وہ ہماری آہٹ تو ضرور پا ئیگا" +

سرہنری :- نہیں - وہ قدرے بہرا بھی ہے - کچھ بھی ہو - ہم قسمت آزمائی کرسکتے ہیں آپ بھی رات کو میرے کمرے میں آجائیے گا - اور ہم اُس کے آنے تک انتظار کرینگے۔

سرہنری اطمینان سے اپنے ہاتھ مل رہے تھے۔ اور یہ ظاہر تھا - کہ وہ اس چُپ چاپ طرزِ رہائش سے اُکتا کر گویا اس مہم کو "خوش آمدید" کہہ رہے تھے۔

گذشتہ ایام میں سرہنری اُس معمار کے ساتھ جس نے سرچارلس کے تعمیرات کے نقشے وغیرہ تیار کئے تھے - خط و کتابت کرتے رہے ہیں - اور ساتھ ہی لندن کے ایک ٹھیکیدار سے بھی اس بارے میں گفت و شنید کرتے رہے ہیں - اس لئے عنقریب ہی یہاں بہت سے تغیرات رونما ہونگے - پلایموتھ سے مکان کو آراستہ پیراستہ کرنے والے کارکن بھی آئے ہوئے ہیں - ان باتوں سے ظاہر ہے کہ ہمارے دوست کے بہت بلند ارادے ہیں - اور وہ خاندان کی قدیم حشمت و عظمت کو برقرار رکھنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف اور اخراجات برداشت کرنے کو تیار ہیں - جب سارا مکان ازسرِنو آراستہ ہو جائیگا - تو باقی صرف کسی نیکبخت گھر والی کی ضرورت رہیگی - اپنے طور پر تمہیں بتاتا ہوں - کہ یہ کمی بھی خدا کے فضل سے پوری ہو جائیگی البشرطیکہ مس سٹیپلٹن رضامند ہو گئیں ، کیونکہ جس درجے تک سرہنری اُس پر مفتون نظر آتے ہیں - میں نے بہت ہی کم اشخاص اس حالت میں دیکھے ہیں - لیکن اس سچّی محبت کی رفتار ایسی نہیں جیسی کہ ہونی چاہیئے تھی - مثلاً آج ہی یہ سطح ایک غیر متوقع طور پر ناہموار بن گئی تھی - جس سے ہمارے دوست کو سخت حیرانی اور پریشانی ہوئی بیریمور کے متعلق مندرجہ بالا گفتگو کے بعد سرہنری ٹوپی پہنکر باہر جانے لگے - جب حسب عادت میں بھی ایسا ہی کیا تو اُنہوں نے میری طرف نہایت عجیب طور سے دیکھکر کہا۔

"کیوں ڈاکٹر صاحب آپ بھی چلینگے؟"

مَیں - "میرا جانا تو آپ کے دلدل کی طرف جانے پر مشروط ہے"

سرہنری :- "میں تو وہیں جا رہا ہوں"

مَیں - تو پھر آپ جانتے ہیں کہ مجھے کیا ہدایات ملی تھیں - مجھے اس دراندازی کا افسوس

ہے۔ لیکن آپ نے بھی سنا تھا کہ ہومر کیسی تاکید سے مجھے آپ کا ساتھ نہ چھوڑنے کو کہہ رہا تھا۔ بلکہ اُس نے خاص طور پر اس بات پر زور دیا تھا۔ کہ آپ دلدل پر اکیلے نہ جائیں"۔

سر ہنری نے ایک شرارت آمیز تبسم سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا سنو میاں! ہومر اپنی تمام دانائی اور بیدار مغزی کے باوجود بھی چند ایک واقعات کو جو میرے یہاں آنے پر رونما ہوئے خیال میں نہیں لا سکتا تھا۔ سمجھے نا؟ مجھے یقین ہے کہ دُنیا بھر میں تم رنگ میں بھنگ ڈالنے والے آخری انسان ہوگے . . . . . میں اکیلا ہی جاؤنگا"۔ میں بیڈھب پھنسا۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ حیران تھا۔ کہ کیا کہتا اور کیا نہ کہتا۔ قبل ازیں کہ میں کچھ فیصلہ کرتا۔ وہ اپنی چھڑی اُٹھا کر رفوچکر ہوگئے لیکن جب میں نے ذرا سوچا تو مجھے ہوش آیا۔ میرے ضمیر نے مجھے سخت ملامت کی۔ کہ میں نے اُنہیں اوجھل کیوں ہونے دیا تھا۔ میں نے سوچا۔ کہ اگر خدا نخواستہ تمہاری ہدایات کی خلاف ورزی کرنے کے سبب سے کوئی حادثہ فاجعہ پیش آگیا تو تمہارے پاس کونسا منہ لیکر واپس جاؤنگا اور کیا کہونگا . . . . . واللہ۔ صرف اس خیال کے آنے سے ہی میں پانی پانی ہوگیا۔ ابھی اُن تک جا پہنچنا چنداں دشوار نہ تھا اس لئے میں فوراً ہی میریپٹ ہوس کی طرف چل دیا۔

سر ہنری تو نظر سے اوجھل ہو چکے تھے۔ لیکن میں اُنہیں دیکھے بغیر ہی جلدی جلدی سڑک پر ہولیا۔ جب میں اُس جگہ جا پہنچا۔ جہاں سے دلدل کی طرف راستہ نکلتا تھا۔ تو میں اس خوف سے کہ کہیں غلط رستے پر ہی نہ چلا جاؤں۔ سنگ خارا کی کان والی چٹان پر چڑھ کر اِدھر اُدھر نظر دوڑانے لگا۔ میں نے اُنہیں دلدل والے راستے پر کوئی پاؤ میل بھر دُور ایک عورت کے ہمراہ جاتے ہوئے دیکھا۔ اُن کے ساتھ مس سٹیپلٹن کے سوا اور کون ہوسکتا تھا۔ یہ بھی عیاں تھا کہ طرفین کے مابین اس ملاقات کا وعدہ پہلے سے قرار پاچکا تھا۔ وہ اپنی گہری باتوں میں غرق آہستہ آہستہ جارہے تھے۔ میں نے مس سٹیپلٹن کے ہاتھوں کی تیز حرکات سے معلوم کیا۔ کہ وہ جو

کچھ بھی کہہ رہی تھی۔ نہایت سچے دل سے کہہ رہی تھی۔ سر ہنری ہمہ تن گوش تھے۔ لیکن اُنہوں نے اغلباً اظہارِ نارضامندی کے طور پر ایک دو بار سر ہلایا۔ مَیں چٹانوں کے درمیان کھڑا اُنہیں دیکھ رہا تھا۔ اور حیران تھا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے چھپے چھپے جا کر اُن کی گفتگوئے راز و نیاز میں اپنی ٹانگ اڑانا ایک سخت غیر مناسب حرکت تھی۔ لیکن ساتھ ہی مجھے اپنے فرض کا بھی احساس تھا۔ کہ اُنہیں نظر سے اوجھل نہ ہونے دینا چاہیئے۔ اگرچہ ایک دوست کی حرکات و سکنات کو تاڑنا ایک تحقیر آمیز اور قابلِ نفرین فعل تھا۔ پھر بھی میں پہاڑی پر سے کھڑا ہو کر اُنہیں دیکھنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔ البتہ بعد میں اُن کے سامنے اقبالِ جرم کر کے اپنے ضمیر کی آلودگی اور کدورت کو دُور کر سکتا تھا۔ یہ تو درست تھا۔ کہ اگر کوئی فوری حادثہ پیش آ جاتا۔ تو میں اُن کی کوئی مدد نہ کر سکتا تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے۔ کہ تم اس بات میں مجھ سے متفق ہو گے کہ بڑی ٹیڑھی کھیر تھی اور یہ کہ میں اس سے زیادہ کچھ کر بھی نہ سکتا تھا۔

سر ہنری اپنی رفیقہ کے ساتھ راستے پر ٹھہر گئے۔ وہ دُنیا و مافیہا سے بیفکر اپنی گفتگو میں غرق تھے۔ کہ یکایک میں نے محسوس کیا کہ میرے علاوہ کوئی اور بھی اُنہیں دیکھ رہا تھا۔ بادی النظر میں تو مجھے کوئی سبز رنگ کی چیز ہوا میں اُڑتی ہوئی نظر آئی۔ ذرا غور سے دیکھا تو ایک چھڑی کے سرے پر لہرا رہی تھی۔ اور اسے ایک آدمی ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس نیچی اونچی زمین پر سے جا رہا تھا۔ یہ سٹیپلٹن تھا۔ اور اُس کے ہاتھ میں تیتریاں پکڑنے والی جالی تھی۔ وہ میری نسبت ان عاشق و معشوق کے بہت نزدیک تھا۔ اور وہ اُنہیں کی طرف جا رہا تھا۔ اُسی وقت اُدھر سر ہنری نے مس سٹیپلٹن کو اپنے پہلو میں لے لیا۔ سر ہنری کی باہیں اُس کے گرد تھیں۔ لیکن معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ مُنہ موڑ کر اُن کی گرفت سے نکلنا چاہتی تھی۔ سر ہنری نے اپنا سر اُس کے مُنہ پر جھکایا۔ لیکن اُس نے اپنا ہاتھ بطورِ احتجاج بلند کیا۔ ....ایک لمحہ گذرا ہوگا۔ کہ سٹیپلٹن کی مداخلت کی وجہ سے دونوں جلدی سے ایک

دوسرے سے علیحدہ ہوگئے +

سٹیپلٹن اُن کی طرف بے تحاشا دوڑ رہا تھا۔ اُس کی جالی نہایت بیہودہ طور پر اُس کے پیچھے پھڑپھڑا رہی تھی۔ اور جب وہ اُن کے نزدیک پہنچا۔ تو اُس کے اعضاء جنبش کر رہے تھے اور وہ غصے سے آتش بپا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اُس نے کیا کہا اور کیا نہ کہا۔ لیکن اتنا معلوم ہو رہا تھا۔ کہ سٹیپلٹن سر ہنری کو سخت سُست کہہ رہا تھا۔ اور موخر الذکر رفع ابہام کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن سٹیپلٹن اس سے اور بھی برافروختہ ہوگیا +

وہ عورت نہایت خودداری کے ساتھ خاموش کھڑی رہی۔ آخر سٹیپلٹن نے مڑ کر قطعی اور تحکمانہ انداز سے اپنی بہن کو اشارہ کیا۔ اُس نے غیر فیصلہ کن نگاہوں سے سر ہنری کی طرف دیکھا اور اپنے بھائی کے ساتھ ہولی۔ اس سائنسدان کے طور اطوار سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اپنی بہن پر بھی خفگی کا اظہار کر رہا تھا۔ سر ہنری ایک منٹ تک تو اُنہیں کھڑے دیکھتے رہے۔ اور پھر بصد یاس و حسرت سر جھکا کر آہستہ آہستہ واپس چلے +

مجھے معلوم نہیں کہ اُنہوں نے ایک دوسرے کو کیا کہا تھا۔ لیکن میں سخت شرمندہ تھا۔ کہ اپنے دوست کو بتائے بغیر میں نے ایسا قابل اخفا منظر دیکھا تھا۔ چنانچہ میں پہاڑی پر سے دوڑتا ہوا اُترا۔ اور اس کے دامن میں سر ہنری سے جا ملا۔ اُن کا چہرہ غصے سے لال سُرخ تھا۔ اور اُن کے ابرو پر بل پڑے ہوئے تھے۔ گویا کہ سوچ رہے تھے۔ کہ خدایا اب کیا بنیگا۔ مجھے دیکھکر اُنہوں نے کہا "ہیلو واٹسن! تم کہاں سے آدھمکے؟ کہیں میرے پیچھے تو نہیں آئے تھے؟"

میں نے اُنہیں سب کچھ بتا یا۔ کہ میں گھر میں نہیں ٹھیر سکتا تھا۔ چنانچہ میں اُن کے پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے تو اُن کی آنکھیں میری طرف چمکنے لگیں۔ لیکن میری صاف گوئی نے اُنہیں ٹھنڈا کر دیا۔ اور آخر وہ زہر خندہ کر کے بولے "تم نے یہی سمجھا کہ اُس پہاڑی کے درمیان کھڑے ہو کر تم پوشیدہ طور

سے سب کچھ دیکھ سکو گے؟ لیکن واللہ مجھے تو اس حالت میں دیکھنے کو گویا سارے لوگ لوٹ پڑے تھے۔ تم کہاں بیٹھے ہوئے تھے"؟

میں نے پہاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

مسٹر ہنری:۔ "اچھا تو تم بالکل پچھلی صف میں تھے۔ لیکن اس کا یہ بھائی پہلی ہی قطار میں تھا۔ تم نے اسے ہماری طرف آتے ہوئے دیکھا تھا؟"

میں:۔ "ہاں"۔

مسٹر ہنری:۔ "کیا تمہیں کبھی یہ خیال بھی آیا ہے۔ کہ اس کا بھائی ایک وہمی سا انسان ہے"؟

میں:۔ "میں تو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کبھی اسے ایسا سمجھا ہو"۔

مسٹر ہنری:۔ "میں بھی کہتا ہوں۔ کہ وہ ایسا ہرگز نہیں۔ آج تک تو میں بھی اسے بالکل صحیح الحواس سمجھتا رہا ہوں۔ لیکن یاد رکھنا یا تو وہ کچھ سٹھیا گیا یا میں۔ کیوں بتاؤ تو مجھ میں کونسا نقص ہے۔ واٹسن تم بھی دو چار ہفتے میرے ساتھ رہے ہو۔ اگر میں اس جیسی عورت کا مقابل بننے کے قابل نہ ہوں۔ تو صاف صاف میرے منہ پر کہدو"۔

میں:۔ "میں تو کوئی نقص نہیں بتا سکتا"۔

مسٹر ہنری:۔ "میری دنیاوی حیثیت کے متعلق اسے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اگر کسی کو کچھ شکایت ہو تو میری شخصیت کے متعلق ہونی چاہئیے۔ میں نے اب تک کسی مرد یا عورت کو کوئی دکھ نہیں پہنچایا۔ پھر میں نے اس کا کیا بگاڑا ہے جو وہ مجھے اس کا ہاتھ تک نہ چھونے دے"۔

میں:۔ "تو کیا اس نے یہ کہا تھا"؟

مسٹر ہنری:۔ "یہ کیا ہے۔ اس نے ہزاروں سنائیں۔ واٹسن! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ان دو چار ہفتوں میں میری اس سے خاص شناسائی ہو گئی تھی۔ لیکن پہلے دن سے ہی میں محسوس کر رہا تھا۔ کہ بدقدرت نے اسے خاص میرے لئے بنایا ہے۔ میں تمہیں کہنے کو تیار ہوں۔ کہ جب وہ میرے ساتھ ہوا کرتی تھی تو وہ بالکل خوش

ہر زم تھی۔ عورت کی آنکھوں میں ایک نگاہ ہوتی ہے۔ جو زبان سے بھی زیادہ صاف اور متاثر ہوتی ہے۔ لیکن اُس نے کبھی بھی ہمیں ملنے جلنے نہ دیا۔ آج ہی پہلی مرتبہ تنہائی میں دو چار باتوں کا موقع ملا تھا۔ مجھے دیکھکر اُسے بڑی خوشی حاصل ہوئی تھی لیکن اُس کی گفتگو محبت کے متعلق نہ تھی۔ بلکہ اگر اُس کے بس میں ہوتا۔ تو مجھے بھی ایسا کہنے نہ دیتی۔ وہ بار بار اور مڑ مڑ کر یہی کہتی تھی۔ کہ یہ جگہ خطرناک ہے۔ اور جب تک میں یہ جگہ چھوڑ کر نہ چلا جاؤنگا۔ اُسے اطمینان نہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ اب تو میں نے اُسے دیکھ لیا تھا۔ اس لئے مجھے چلے جانے کی چنداں فوری ضرورت نہ تھی۔ اور اگر وہ فی الحقیقت ہی مجھے یہاں سے جانے کو کہہ رہی تھی۔ تو یہی طریق ہو سکتا تھا۔ کہ وہ خود بھی میرے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو جائے۔ میں نے ان الفاظ میں اُس سے شادی کی درخواست کی۔ لیکن اُس نے ابھی جواب ہی نہ دیا تھا کہ اُس کا بھائی کسی دیوانے کی طرح جھپٹ پڑا۔ وہ غصے سے نیلا پیلا ہو رہا تھا۔ اور اُس کی ہلکے رنگ کی آنکھیں غصے سے چمک رہی تھیں۔ اُس نے آتے ہی مجھے پوچھا "تم یہاں کیا کر رہے تھے؟ اُس کی مرضی کے خلاف تمہیں ایسی باتیں کہنے کا کیا حق تھا؟ کیا تم اپنے آپ کو نواب سمجھکر اپنے لئے سب کچھ جائز سمجھ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اُس کی بہن کے متعلق میرے خیالات چنداں قابل شرم نہ تھے۔ اور مجھے امید تھی۔ کہ وہ میری بیوی بن کر میری عزت افزائی کریگی۔ لیکن اس سے تو وہ اور کا اور ہی بن گیا۔ چنانچہ میں نے بھی ضرورت سے زیادہ سخت الفاظ میں جواب دیا کیونکہ مجھے اُس کی بہن کی موجودگی کا احساس تھا آخر نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ دونوں چلے گئے۔ اور اب اس سارے علاقے میں میری طرح کوئی بھی نہ ششدر ہوگا۔ واٹسن! اگر آج یہ بتا دو۔ کہ آخر ان سب باتوں کا مطلب کیا تھا تو میں ہمیشہ تمہارا احسان مند رہونگا۔"

میں نے ایک یا دو وجوہات بتائیں۔ لیکن میں خود حیران تھا۔ اُنہیں کیا بتاتا۔ سر ہنری کا خطاب۔ اُن کی جائداد۔ عمر۔ چال چلن۔ شکل اور وضع قطع سب

کی سب باتیں اُن کے موافق تھیں - اُن کے خلاف سوائے اُس خاندانی بدقسمتی کے مجھے اور کسی بات کا علم نہ تھا۔ اُن کے میلان کا جواب اس اکھڑپنے اور اجڈپنے سے اور وہ بھی عورت کی منشاء پوچھنے کے بغیر سخت تعجب خیز معلوم ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ مس سٹیپلٹن کا بھی خاموشی سے سرِتسلیم خم کر لینا کچھ کم حیرت انگیز نہ تھا لیکن سہ پہر کو سٹیپلٹن کے آنے نے ہمارے تمام قیاسات کا خاتمہ کر دیا - وہ صبح کی درشتگی اور بداخلاقی کے لئے معذرت طلب کرنے آیا تھا۔ اور سر ہنری سے اُس کی ایک طول طویل پرائیویٹ ملاقات کا لب لباب یہ تھا - کہ یہ زخم بالکل مندمل ہو گیا تھا۔ اور اس صلح صفائی کے اظہار کے طور پر اگلے جمعے کو ہم دونوں میر ہیپٹ ہاؤس میں کھانا کھائینگے۔

سر ہنری نے کہا "میں اب نہیں کہتا کہ وہ ایک وہمی آدمی نہیں ہے جب وہ آج صبح کو میری طرف دوڑتا ہوا آیا تھا - تو اُس کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک تھی - لیکن میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں - کہ اس سے زیادہ خوش اسلوبی کے ساتھ کوئی اور شخص معذرت نہیں طلب کر سکتا۔"

میں - کیا اُس نے اپنے اس طرزِ عمل کی کوئی وجہ بتائی تھی؟

سر ہنری - "اُس کی بہن اُس کے لئے سب کچھ ہے - یہ تو قدرتی بات ہے - میں اُس کی یہ قدر شناسی دیکھکر نہایت خوش ہُوا - وہ دونوں بچپن سے اکٹھے رہے ہیں اور اُس کے بیان کے مطابق وہ صرف اپنی بہن کی ہی رفاقت میں نہایت خوش و خرم رہا ہے - اس لئے اس سے جدائی کا خیال فی الحقیقت اُس کے لئے ناقابلِ برداشت تھا - اُس نے یہ کہا - کہ اُسے یہ معلوم نہ تھا - کہ میری اُس سے محبت ہو گئی ہے - لیکن جب اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایسے ہی تھا اور عنقریب ہی اُس کی بہن اُس سے جدا ہو جائیگی - تو اس خیال سے اُسے اتنا صدمہ پہنچا - کہ وہ کچھ دیر تک اپنے قول اور فعل کا ذمہ وار نہ رہا - جو کچھ بھی ہُوا تھا - وہ اُس پر متاسف تھا - کیونکہ اُس نے محسوس کیا - کہ اپنی بہن جیسی خوبصورت عورت کو ساری عمر اپنے ساتھ

رکھنا اُس کی انتہائی خود غرضی تھی۔ اور اگر وہ جدا ہو رہی تھی۔ تو بہتر تھا۔ کہ کسی اور کی بجائے پرلے کیلئے پڑوسی کی خاطر ہو۔ لیکن ہر حالت میں اُس کے لئے یہ ایک سخت صدمہ تھا۔ اور اسے برداشت کرنے کے لئے اُسے کسی قدر مہلت کی ضرورت تھی۔ اُس نے یہ بھی کہا۔ کہ اگر میں نے تین مہینے تک اس معاملے کو نہ چھیڑا۔ اور صرف اُس کی واقفیت پر ہی قانع رہا۔ تو اس کے بعد اُسے اپنی طرف سے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا۔ اور اس بات کا فیصلہ ہوگیا +

ایک عقدہ تو حل ہوگیا۔ اگر اس کیچڑ کی تہ تک کوئی بات پہنچی ہے تو یہی پہنچی اب معلوم ہوا۔ کہ سٹیپلٹن نے اپنی ہمشیرہ کے ایک خواستگار اور وہ بھی کسی غیر معمولی خواستگار پر نہیں بلکہ سر ہنری جیسے انسان پر ایسی خشمگیں آنکھوں سے کیوں دیکھا تھا +

اب میں ایک اور معاملے کو لیتا ہوں۔ جس کی گتھی خود میں نے ہی سلجھائی ہے۔ اُس رات کی ہچکیوں کی آواز۔ مسز بیریمور کے چہرے پر آنسوؤں کے نشانات اور خانساماں کے رات کو چھپ چھپ کر جانے کے متعلقہ واقعات کا ذکر کرتا ہوں مائی ڈیر ہومز! اب ذرا اپنے جانب کی خدمت میں مبارکباد عرض کیجیئے گا۔ اور مجھے داد دیجیئے گا۔ کہ تمہارا کارندہ ہونے کی حیثیت میں میں نے تمہیں مایوس نہیں کیا۔ اور میں واقعی تمہارے اُس اعتبار کے قابل جس کا اظہار تم نے مجھے یہاں بھیجتے ہوئے کیا تھا۔ صرف ایک ہی رات میں اس گورکھ دھندے کی تہ کو پہنچ گیا۔ کہنے کو تو میں ایک ہی رات میں" کہہ رہا ہوں۔ لیکن دراصل یہ دو راتوں کا کام تھا۔ یعنی پہلی رات کو ہم عبث ہی انتظار کھینچا کئے۔ میں سر شام ہی سر ہنری کے کمرے میں جا بیٹھا اور صبح کے تین بجے تک ہم دونوں گوش بر آواز رہے۔ مگر گھڑی کی آواز کے بغیر کوئی آواز نہ آئی۔ ہم نے یہ پہرہ نہایت افسردہ دلی سے دیا اور اس کا انجام یوں ہوا۔ کہ چار بجے کے قریب ہم دونوں کی اپنی اپنی کرسیوں پر آنکھ لگ گئی۔ خوش قسمتی سے ہم نے ہمت نہ ہاری۔ اور دوسری رات کو پھر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ اب کی بار ہم

نے لیمپ کی بتی دھیمی کر دی اور بالکل خاموشی سے بیٹھے سگرٹ پیتے رہے منٹ اور گھنٹے نہایت ناقابل تسلیم طور پر طویل ہو گئے تھے۔ لیکن ہم جوں توں کر کے ایسا ایسے شکاری کی طرح جس نے شکار کے لئے دام بچھایا ہوا ہو۔ انتظار کرتے رہے ایک بجا۔ دو بجے اور ہم دوسری بار بھی مایوس ہو کر ہمت ہار بیٹھنے کو تھے۔ کہ یکایک ہم دونوں اپنی اپنی کرسیوں پر سیدھے ہو گئے۔ اور اپنے حواس مجتمع کر کے بیٹھ گئے ..... ہم نے لکڑی کے کرکرانے کی آواز سُنی +

ہم نے نہایت خاموشی کے ساتھ اس آواز کو اپنے پاس سے گزر کر بالکل مدھم ہوتے سُنا۔ پھر سرہنری نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ اور ہم دونوں اُس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ بیریمور برآمدے میں سے غائب ہو چکا تھا۔ اس لئے برآمدہ بالکل تاریک تھا۔ ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ سیڑھیوں پر سے ہو کر برآمدے کی دوسری طرف جا پہنچے۔ ہم نے اُس سیاہ داڑھی والے طویل القامت انسان کی شکل دیکھی۔ جو پنجوں کے بل آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ پھر وہ اُسی دروازے میں سے ہو کر اندر چلا گیا۔ بتی کی روشنی دروازے پر پڑی۔ اور پھر ایک چوڑی شعاع کے سوا باقی برآمدے میں بالکل تاریکی چھا گئی۔ ہم دبے پاؤں آگے بڑھے لکڑی کے ہر ایک ٹکڑے پر پورا بوجھ ڈالنے سے پیشتر ہم تھوڑا سا دباؤ ڈال کر دیکھ لیتے تھے۔ کہ کہیں کرکرائیگا تو نہیں۔ بطور حفظِ ماتقدم ہم اپنے بوٹ بھی کمرے میں اُتار آئے تھے۔ بعض اوقات تو یہ بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ اُس نے ہماری آواز نہ سُنی ہو۔ لیکن خوش قسمتی سے وہ قدرے بہرا تھا۔ اور علاوہ ازیں وہ ہمہ تن اپنے شغل میں مصروف تھا۔ آخر کار جب ہم پھونک پھونک کر اور تول تول کر قدم رکھتے ہوئے دروازے تک جا پہنچے۔ تو ہم نے جھانک کر اندر دیکھا بیریمور ہاتھ میں بتی لئے جھکا ہوا تھا۔ اور اس کا زردی مائل چہرہ شیشے کے ساتھ لگ کر دباؤ کی وجہ سے سفید ہو رہا تھا۔ غرضیکہ وہ ہو بہو گذشتہ رات کی طرح کھڑا تھا +

ہم نے اس مہم کے لئے کوئی خاص تجویز نہیں سوچی تھی۔ لیکن سر ہنری ہر ایک معاملے میں سیدھے اور براہ راست طرز عمل کو ہی صحیح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ سیدھے کمرے میں گھس گئے۔ جب وہ اندر داخل ہوئے۔ تو بیر یمور تیزی سے سر لئے لیکر اُچھل پڑا۔ اُس کے چہرے کی رنگت نیلی پڑ گئی۔ اور وہ کانپنے لگا۔ اور جب اُس نے سر ہنری سے میری طرف دیکھا تو اُس کے پھیکے سے چہرے میں سے اسکی سیاہ آنکھیں تعجب اور خوف سے چمک رہی تھیں۔

سر ہنری:۔ "بیریمور تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

گھبراہٹ کی وجہ سے بیریمور کی قوت گویائی بھی سلب ہو گئی تھی۔ اُس کے ہاتھوں کی کانپتی ہوئی شمع کے پیدا کردہ سائے کبھی بڑھتے تھے اور کبھی گھٹتے تھے۔ آخر اُس نے جرأت کر کے کہا: "نہیں جناب کبھی بھی نہیں میں رات کو محض یہ دیکھنے جایا کرتا ہوں کہ کہیں کوئی کھڑکی کھلی تو نہیں رہ گئی"۔

سر ہنری نے سختی سے کہا: "دیکھو بیریمور۔ آج ہم نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ تم سے ساری حقیقت پوچھ کر رہینگے۔ اس لئے اگر تم دیر سے بتانے کی بجائے جلدی ہی بتا دو گے۔ تو مفت کی تکلیف سے بچ جاؤ گے۔ اچھا اب کہو۔ . . . لیکن خبردار جھوٹ نہ کہنا۔ بتاؤ۔ تم اس کھڑکی پر کیا کر رہے تھے؟"

بیریمور نے مجبور سا ہو کر ہماری طرف دیکھا۔ اور اُس نے اپنے ہاتھ اس طرح ملے۔ گویا کہ وہ بدبختی اور تباہی کے متعلق شک کے آخری درجے پر پہنچ گیا تھا: "جناب میں تو صرف بتی کو شیشے کے سامنے رکھتے ہوئے تھا میں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا تھا"۔

سر ہنری:۔ "اور تم بتی کو شیشے کے پاس کیوں رکھے ہوئے تھے؟"

بیریمور: "سر ہنری! مجھ سے یہ نہ پوچھئے گا۔ میں آپ کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ یہ میرا راز نہیں ہے۔ اس لئے میں اسے ظاہر نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس کا تعلق میرے سوا کسی اور کے ساتھ نہ ہوتا۔ تو میں آپ سے چھپانے کی ہرگز ہرگز کوشش نہ

کرتا۔

یکایک مجھے ایک خیال آیا۔ اور میں نے بتی کھڑکی پر سے اُتار کر اپنے ہاتھ میں لے لی۔ "یقیناً یہ کسی کو اس کے ساتھ اشارہ کر رہا ہوگا۔ دیکھتے ہیں کوئی جواب بھی ملتا ہے یا نہیں"۔ میں نے اُسے عین اُسی طرح رکھا۔ جیسے اُس نے رکھی ہوئی تھی۔ اور میں بھی غور سے رات کی تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ بہت فاصلے پر میں درختوں کی قطار دیکھ سکتا تھا۔ اور دلدل کے کم تاریک حصّے بھی نظر آرہے تھے۔ کیونکہ اب چاند بادلوں کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ پھر یکایک میں خوشی سے پکار اُٹھا۔ کیونکہ اس تاریکی میں سے ایک خفیف سی زرد رنگ کی روشنی چمکی اور یکساں مستعدی کے ساتھ کھڑکی کی چوکھٹ میں آکر چمکتی رہی۔ میں نے کہا۔ "یہ لو"۔

بیرِیمور: "نہیں جناب۔ یہ کچھ بھی نہیں۔ یونہیں ...... کچھ ہے۔ جناب میں آپکو یقین دلاتا ہوں"۔

سر ہنری۔ واٹسن! تم اپنی روشنی کو ذرا کھڑکی میں حرکت دینا ...... ہاں دیکھو ...... وہ بھی ہلتی ہے ...... بتا بے نابکار ...... یہ کیا ہے؟ اب تک کہ یہ بدمعاش کون ہے؟ اور یہ سازش کس کے متعلق ہو رہی تھی؟

بیریمور کا چہرہ بھڑک اُٹھا اور اُس نے کہا: "اس سے آپکا کوئی سروکار نہیں۔ میں نہیں بتاتا کہ کیا ہے"۔

سر ہنری: "اچھا تو ابھی سے ملازمت سے برطرف کئے جاتے ہو"۔

بیریمور: "اچھا جناب یہی تو یہی سہی"۔

سر ہنری: "لیکن تم بے عزتی سے جا رہے ہو۔ واللہ تم کو ایسا کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے تھی۔ تمہارے باپ دادا میرے بزرگوں کے ساتھ سو سال سے کچھ اوپر عرصے سے رہتے آئے ہیں۔ اور اب تم ہو! اُلٹا نمک حرامی کر رہے ہو ...... میرے خلاف ایسی سازشیں کر رہے ہو"۔

ایک عورت نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "نہیں جناب آپ کے خلاف نہیں"۔ میں نے دیکھا۔ تو بیریمور کی بیوی دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ اور اُس کا چہرہ اپنے خاوند سے بھی زیادہ اُترا ہوا تھا۔ وہ ایک کُرتی پہنے ہوئے تھی جس کے اوپر اُس نے ایک دوشالہ اوڑھا ہوا تھا۔ اگر اُس کا چہرہ سخت مغموم نہ ہوتا۔ تو اس ہیئت کذائی میں اُس کی موجودگی سخت مضحکہ خیز ہوتی۔ خانسامے نے اُس کی طرف مڑ کر کہا: "اچھا! الائزا۔ ہمیں یہاں سے کوچ کرنا پڑیگا۔ تم جاکر بوریا بستر باندھو"۔

مسز بیریمور:- "ہائیں . . . . جان۔ کیا میری وجہ سے تم اس حالت تک پہنچ گئے جاؤ . . . . . سر ہنری! یہ سب میری کرنی دھرنی ہے۔ اس نے جو کچھ کیا میری خاطر اور میرے کہنے پر کیا"۔

سر ہنری:- "تو لو پھر اس کا مطلب کیا ہے؟"

مسز بیریمور: "میرا بدنصیب بھائی سامنے دلدل پر بھوکا مر رہا ہے۔ ہم سے یہ تو ہو نہ ہوسکتا تھا۔ کہ وہ ہمارے ہی صدر دروازے پر بھوکا مر جائے۔ یہ روشنی اُسے اس بات کا اشارہ ہے کہ اُس کے لئے کھانا تیار ہے۔ اور سامنے سے اُسکی روشنی اُس تک رہبری کرنے کے لئے ہے۔ کہ اس جگہ لانا"۔

سر ہنری: "تب تو تمہارا بھائی ———"

مسز بیریمور:- "وہی مفرور مجرم جناب! سلڈن"۔

بیریمور نے تصدیق کرتے ہوئے کہا: "واقعی یہی بات ہے۔ میں نے پہلے عرض کیا تھا۔ کہ یہ میرا راز نہیں۔ اس لئے میں آپ کو بتانے سے معذور تھا لیکن اب آپ نے سن لیا ہے اور آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اگر کوئی سازش تھی تو آپ کے خلاف نہ تھی"۔

یہ تھی حقیقت اُن راتوں کی پوشیدہ کارروائیوں کی اور اُس کھڑکی پر کی روشنی کی! میں اور سر ہنری دونوں مبہوت ہو کر اُس عورت کا منہ تکنے لگے۔ کیا یہ ممکن

تھا۔ کہ ایسی واجب التعظیم اور وجیہہ عورت کی۔ کوکھ میں بھی وہی خون دوڑ رہا ہو۔ جو ملک بھر کے مشہور ترین مجرموں میں سے ایک کے رگ و ریشہ میں حرکت کر رہا تھا؟

مسز بیریمور:۔ ہاں جناب میرا نام بھی سالڈن تھا۔ اور وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ جب وہ نوعمر تھا۔ تو ہم اُس کی بہت زیادہ ناز برداری کیا کرتے تھے۔ اور ہر ایک بات اُس کی مرضی پر چھوڑ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ یہ سمجھنے لگا کہ ساری کائنات محض اُس کی دل لگی کے لئے بنی ہے۔ اور وہ اس میں سب کچھ کر سکتا تھا۔ آخر جب وہ بڑا ہوا۔ تو صحبتِ بد کے اثر سے شیطانِ مجسم بن گیا۔ میری والدہ کا دل اُس سے ٹوٹ گیا۔ اور اس کمبخت نے خاندان کی عزت کو ناک میں ملا دیا۔ اور دن بدن زیادہ ذلیل ہوتا گیا اور خدا نے ہی رحم کیا۔ کہ وہ پھانسی سے بچ گیا۔ لیکن جناب! میرے لئے تو وہ ہمیشہ وہی چھوٹا سا گھنگرو ربالوں والا بچہ تھا۔ جسے میں ایک بڑی بہن کی طرح گود میں کھلایا کرتی تھی۔ اسی لئے تو وہ جیل خانے سے بھاگ نکلا۔ اُسے معلوم تھا۔ کہ ہم یہاں ہیں۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا۔ کہ ہم اس کی مدد کرنے سے انکار بھی نہیں کرینگے۔ ایک دن وہ بھوک اور تھکان سے نیم جان یہاں آ پہنچا۔ اُس کے محافظ بھی اُس سے چنداں دُور نہ تھے۔ چنانچہ ہم نے اُسے آنے دیا۔ او۔ اُس کی خبر گیری اور تیمار داری کرتے رہے اور پھر جناب تشریف لائے تو میرے بھائی نے سوچا۔ کہ جب تک یہ شور و غوغا مدھم نہ پڑ جائے۔ وہ اس گھر کی نسبت دلدل پر زیادہ محفوظ رہیگا۔ اس لئے وہ وہیں چھپ گیا۔ لیکن ایک رات چھوڑ کر ہر تیسری رات ہم بتی روشن کر کے اپنی تسلی کر لیتے رہے کہ وہ وہیں تھا یا کہیں چلا گیا تھا۔ اس کے جواب میں وہ بھی بتی جلاتا تھا۔ جس سے ہم سمجھ لیتے کہ وہ وہیں ہے اور پھر بیریمور کچھ گوشت روٹی لے کر وہاں اُسے دے آتا تھا۔ ہمیں تو ہر دن یہی خیال رہا۔ کہ عنقریب ہی وہ کہیں چلا جائیگا۔ لیکن جب تک وہ وہیں تھا۔ ہم اُسے چھوڑ نہ سکتے تھے۔ بس ساری حقیقت یہ ہے۔ چونکہ میں ایک باایمان عیسائی عورت

ہوں۔ اسی لئے میں جناب کو یہ بتانا چاہتی ہوں۔ کہ اس معاملے میں میرا خاوند ہرگز موجب الزام نہیں۔ قصور ہے تو میرا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ یہ سب کچھ کرتا رہا ہے"۔ اس عورت کے الفاظ سے انتہائی صداقت ٹپکتی تھی۔ اس لئے ہم دونوں کو یقین ہوگیا۔ کہ یہی بات تھی۔ سر ہنری نے پھر پوچھا "کیوں بیریمور یہی بات ہے؟"

بیریمور "حضور لفظ بلفظ صحیح ہے"۔

سر ہنری "میں تمہیں اپنی بیوی کی حمایت کرنے پر ملزم قرار نہیں دے سکتا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اسے بھول جاؤ......اب تم دونوں اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ اس کے متعلق ہم صبح کو زیادہ بات چیت کرینگے"۔

جب وہ چلے گئے۔ تو ہم نے پھر کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔ سر ہنری نے اب اسے کھول دیا تھا۔ اس لئے رات کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ہمارے منہ پر تھپیڑے لگا رہے تھے۔ بہت دور اندھیرے میں زرد روشنی کا ایک نقطہ سا نظر آرہا تھا۔ جسے دیکھ کر سر ہنری بے ساختہ بول اٹھے "میں حیران ہوں۔ کہ وہ اتنی جرأت کیسے کر رہا ہے"۔

میں "ممکن ہے۔ کہ وہ ایسی جگہ پر ہو کہ اور کہیں سے نظر ہی نہ آتی ہو"۔

سر ہنری "بیشک۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے کہ کتنی دور ہے؟"

میں "میرے خیال میں تو یہ اس دراڑ والی پہاڑی کے قریب ہی ہے"۔

سر ہنری "ایک دو میل سے زیادہ فاصلے پر نہیں"۔

میں "اتنا بھی مشکل سے ہوگا"۔

سر ہنری "ہاں ٹھیک ہے۔ کیونکہ اگر بیریمور کھانا لے جاسکتا تھا۔ تو یہ جگہ چنداں دور نہ ہوگی۔ اور یہ شیطان خود اس بتی کے پاس کھڑا انتظار کر رہا ہوگا..... واللہ واٹسن میں تو اسے گرفتار کروں گا"۔

یہی خیال میرے دل میں بھی پیدا ہوا تھا۔ بیریمور لوگ ہمیں اپنا بھید بتا دی

سیدھے ہاتھوں تو نہ بتایا تھا۔ بلکہ ہم نے اُسے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ علاوہ ازیں اس جیسے ناقابل اصلاح بدمعاش کے لئے عفو و رحم تو درکنار محض اس کی موجودگی بھی سارے علاقے کے لئے خطرناک تھی۔ اور اگر ہم نے اُسے نہ پکڑا۔ تو اُس کی وحشیانہ اور پُرجوش فطرت کا خمیازہ اوروں کو بھگتنا پڑیگا۔ مثلاً کسی رات وہ ہیلپٹنز پر ہی جا پڑے . . . . . . اور ممکن ہے کہ اسی خیال کے باعث سر ہنری اس مہم میں اتنی گرمجوشی کا اظہار کر رہے ہوں۔ میں نے کہا "ہاں میں بھی چلونگا"۔

سر ہنری "تو پھر اپنا پستول سنبھالو اور بوٹ پہنو۔ جتنی جلدی ہم چل نکلینگے اتنا ہی اچھا ہو گا۔ ممکن ہے کہ کہیں بتی بجھا کر چلا نہ جائے"۔

پانچ ہی منٹ میں ہم دروازے سے باہر جا پہنچے۔ اور اپنی مہم پر روانہ ہوگئے ہم سیاہ جھاڑیوں میں سے جلدی جلدی گزرے۔ اور اب موسم خزاں کی ہوا درختوں سے ٹکرا کر ایک مجہول سی آواز پیدا کر رہی تھی۔ درختوں پر کے جھڑتے ہوئے پتے بھی عجیب سرسراہٹ پیدا کر رہے تھے۔ رات کی ہوا مرطوب اور متعفن تھی کبھی کبھی ماہتاب بھی متحرک پارہ ہائے ابر میں سے نکل کر لمحہ بھر کے لئے جلوہ نما ہو جاتا تھا۔ ابھی ہم دلدل میں داخل ہی ہوئے تھے۔ کہ آسمان پر سے ہلکا ہلکا ترشح ہونے لگا اور ہنوز وہ روشنی بدستور ہمارے سامنے جل رہی تھی۔ میں نے سر ہنری سے پوچھا "آپ مسلح ہیں؟"

سر ہنری "میرے پاس ایک شکاری کراپ موجود ہے"۔

میں "ہمیں چاہیئے کہ اُسے جلدی سے پکڑ لیں۔ کیونکہ وہ ایک نڈر اور بے باک انسان ہے۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پائے کہ ہم اُسے اچانک ہی پکڑ کر قابو کر لیں"۔

سر ہنری "لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ اگر ہومز ہو تو وہ کیا کہے گا؟ رات کے اندھیرے میں زمین پر شیاطین اور خبیث ارواح کے دَور دَورے اور دلدل پر ہرگز نہ جانیکے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

یہ الفاظ اُن کے منہ سے نکلے ہی تھے۔ تو گویا ان کے جواب میں اس دیتا

دہانے میں سے ایک آواز بلند ہوئی۔ یہ عین اسی طرح تھی۔ جیسی میں نے ایکدفعہ گریمپن کی دلدل کے کنارے سُنی تھی۔ رات کی خاموش فضا میں یہ پہلے تو زیرلب غراہٹ سی معلوم ہوتی۔ لیکن بعد میں بڑھتے بڑھتے یہ ایک کُتے کے رونے کی سی ہو گئی۔ اور آخر میں دھیمی ہو کر رہ گئی۔ بار بار یہ کرخت بلند اور وحشناک سی۔ وح فرسا تھرتھراہٹ ہوا میں بلند ہوتی۔ سر ہنری نے میری آستین کو پکڑ لیا۔ اور اُن کا چہرہ سفید ہو کر رات کی تاریکی میں چمکنے لگا۔ "ہیں ...... واٹسن! یہ کیا ہے؟"

میں "میں نہیں جانتا ... یہ آواز اس دلدل میں سے آتی ہے .... ایک دفعہ پہلے بھی سُنی تھی"۔ اب یہ بند ہو گئی تھی۔ اور ہمارے اردگرد بالکل سناٹا طاری ہو گیا ہم گوش بر آواز کھڑے رہے۔ لیکن کچھ نہ سُنائی دیا۔ آخر سر ہنری نے کہا "واٹسن! یہ ایک شکاری کُتے کی آواز تھی"۔ میری رگوں کا خون سرد ہو گیا۔ کیونکہ سر ہنری نے یہ الفاظ رُک رُک کر قدرے بیٹھی ہوئی آواز میں کہے تھے۔ اُنھوں نے پوچھا۔

"اسے کس کی آواز کہتے ہیں؟"

میں "کون کہتے ہیں؟"

سر ہنری "یہی لوگ جو یہاں رہتے ہیں"۔

میں "یہ تو جاہل لوگ ہیں۔ آپ کو یہ پوچھنے کی کیا پڑی ہے کہ یہ اسے کیا کہتے ہیں"۔

سر ہنری "نہیں واٹسن! بتاؤ! اسے کیا کہتے ہیں۔ میں کوئی بچہ تو نہیں .. سچ کہنے میں کیا ڈر ہے؟"

میں نے ہر چند حیل و حجت کی۔ لیکن آخر کہنا پڑا۔ کہ لوگ اسے باسکرولز کے خونی کُتے کی آواز کہتے ہیں"۔

سر ہنری کے کانپنے کی آواز آئی اور وہ چند منٹوں تک خاموش رہے۔ آخر وہ پھر بولے "تھا تو یہ شکاری کُتا ہی۔ لیکن اس کی آواز کوسوں دور

سے آتی معلوم ہوتی تھی"۔

مَیں - یہ کہنا کہ کہاں سے آئی تھی مشکل ہے"۔

سر ہنری - "ہاں اور یہ ہوا کے ساتھ گھٹتی بڑھتی تھی ۔ ۔ ۔ ہاں - کیا یہ گریمپن کی دلدل سے تو نہیں آرہی تھی"۔

مَیں - "ہاں"۔

سر ہنری - "بس وہیں سے آتی تھی - لیکن واٹسن یہ بتاؤ - کہ کیا تمہیں خود خیال نہیں آیا تھا - کہ یہ کسی شکاری کتے کی آواز ہے"۔

مَیں - "جب مَیں نے پچھلی بار سُنی تھی تو سٹیپلٹن بھی میرے ساتھ تھا - وہ کہتا تھا - کہ کیا خبر جو یہ کسی عجیب پرندے کی آواز ہو"۔

سر ہنری - "نہیں ہرگز نہیں - یہ ضرور کسی شکاری کُتے کی آواز تھی - خدایا! کیا ان داستانوں میں کچھ صداقت بھی ہے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا یہ فی الحقیقت ہی ممکن ہے - کہ میں کسی ایسے مبہم اور مجہول سبب کی وجہ سے مخدوش ہوں؟ کیوں واٹسن! تم تو اس بات کو نہیں مانتے نا؟

مَیں - "نہیں - میں ہرگز نہیں مان سکتا"۔

سر ہنری - "لندن میں ایسی باتوں پر مضحکہ اُڑانا کچھ اور ہے - لیکن اندھیرے میں اس دلدل پر کھڑے ہو کر سُننا کچھ اور ہے - اور میرے چچا جان بھی ۔ ۔ ۔ ہاں ۔ ۔ ۔ اُن کی میّت کے نزدیک ہی ایک شکاری کُتے کے پاؤں کے نشانات تھے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سب واقعات بالکل پورے اُترتے ہیں - میں اپنے آپ کو ایسا ڈرپوک تو نہیں سمجھتا - لیکن واٹسن! اس آواز سے تو میرا خون بھی منجمد ہو گیا تھا ذرا میرا ہاتھ تو دیکھنا"۔ اُن کا ہاتھ سنگِ مرمر کی سل کی طرح سرد تھا - میں نے کہا "آپ کل تک انشاء اللہ بالکل تندرست ہو جائیں گے"۔

سر ہنری - "لیکن میں نہیں خیال کرتا کہ میں یہ آواز بھی بھول جاؤں گا - تمہاری کیا صلاح ہے - کہ اب کیا کرنا چاہیئے"؟

میں: کیوں نہ ہم واپس چلیں؟

سر ہنری: واللہ میں تو نہیں جاؤنگا۔ ہم اُسے پکڑنے کے لئے گھر سے آئے تھے۔ اور ہم اُسے ضرور پکڑینگے۔ ہم ایک مجرم کے پیچھے جا رہے ہیں۔ اور ممکن ہے بھی اور نہیں بھی۔ کہ ہمارے پیچھے بھی ایک جہنمی کُتا آرہا ہو۔ یہ کیا ہے۔ اگر جہنم کے سارے شیاطین بھی اس دلدل پر کُھلے چھوڑ دئے جائیں۔ تب بھی ہم باز نہیں آئیں گے +

ہم اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے گرتے پڑتے آگے بڑھتے گئے۔ ہمارے گرد و نواح کی چوٹی دار پہاڑیاں معمول سے بڑی دکھائی دے رہی تھیں۔ اور وہ ٹمٹماتی ہوئی روشنی ہمارے سامنے تھی۔ اس شب دیجور میں یہ سخت نظر فریب تھی۔ کبھی تو ہمارے سامنے ہی چند گزوں پر ہوتی۔ اور کبھی دُور افق پر نظر آتی تھی۔ لیکن آخر ہمیں اس کا محل وقوع معلوم ہوگیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ ہم دراصل اس کے قریب ہی تھے۔ اب ہمارے سامنے ایک موم بتی ایک چٹان کی دراڑ میں سے ٹمٹما رہی تھی۔ جس کے باعث وہ دونوں طرف سے ہوا کے جھونکوں سے محفوظ تھی۔ لیکن باسکرول ہال کی طرف سے وہ صاف نظر آتی تھی۔ ہم سنگ خارا کے ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں بڑھتے گئے۔ اور ہم نے نہایت احتیاط سے اُس پر سے بتی کو دیکھا۔ انسانوں اور حیوانوں سے دُور اس کی چپٹی رنگ کی لَو اور ان چٹانوں پر اس کی روشنی عجیب منظر پیدا کر رہی تھیں۔ سر ہنری نے میرے کان میں کہا: اب کیا؟

میں: ذرا ٹھیرئے۔ وہ اپنی روشنی کے پاس ہی کہیں ہوگا۔ دیکھیں تو کہیں نظر بھی آتا ہے یا نہیں"۔ یہ الفاظ میرے مُنہ سے نکلے ہی تھے۔ کہ ہم نے اُسے دیکھ لیا۔ اُن چٹانوں کے اُوپر سے جن کے شگاف میں شمع جل رہی تھی۔ ایک کریہ منظر زرد رنگ کا چہرہ نظر آرہا تھا۔ جس پر کے پیچ و تاب سے وحشت اور حیوانیت ٹپک رہی تھی۔ وہ کیچڑ سے لتھڑا ہوا تھا۔ اُس کی داڑھی کے بال سخت اور بڑھے ہوئے تھے۔ اور اُس کی

لٹیں آپس میں جکڑی ہوئی تھیں۔ غرضیکہ یہ چہرہ اگر ان پرانے نیم وحشی انسانوں کے تن پر ہوتا۔ تو زیادہ موزوں ہوتا۔ اُس کی چھوٹی چھوٹی عیار اور چمکنے والی آنکھوں پر نیچے سے روشنی پڑ رہی تھی۔ جن سے وہ بار بار دائیں بائیں متجسانہ طور پر کسی ایسے چالاک درندے کی طرح دیکھ رہا تھا۔ جس کے کان میں شکاری کے پاؤں کی بھنک پڑ گئی ہو +

ممکن تھا۔ کہ بیرمور کو کوئی اور مخفی اشارہ دیتا یا دے رہا ہو۔ یہ کسی اور ہی وجہ سے وہ یہ خیال کر رہا ہو۔ کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ بہرکیف اُس کے چہرے پر سے خوف و ہراس کے آثار نمایاں تھے۔ ہمیں یہ خطرہ پیدا ہوا۔ کہ خدا معلوم وہ کس لمحے بتی بجھا کر خود اندھیرے میں رفوچکر ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے جست کی اور میرے پیچھے سر ہنری بھی کود پڑے۔ اُسی وقت وہ چیخ مار کر ہمیں کوستا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک بڑا سا پتھر اُٹھا کر ہم پر دے مارا۔ لیکن خوش قسمتی سے وہ ہمارے سامنے کے سنگِ خارا سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ جب وہ اُچھل کر دوڑنے کو مڑا۔ تو میں نے اُس چھوٹے اور موٹے سے گٹھیلے انسان کی شکل دیکھی۔ اُسی وقت حسنِ اتفاق سے چاند بادلوں میں سے نکل آیا۔ اور ہم پہاڑی کی چوٹی پر سے دوڑ پڑے۔ ہمارا حریف نہایت تیز قدمی سے پہاڑی پر سے اُتر رہا تھا۔ وہ ایک پہاڑی بکری کی سی صفائی سے پتھروں پر سے کودتا پھاندتا جا رہا تھا۔ اگر میں پستول چلاتا تو ممکن تھا۔ کہ اُس کا کوئی نہ کوئی عضو ٹوٹ کر رہ جاتا۔ لیکن میں اسے صرف اپنی حفاظت کے لئے لایا تھا۔ نہ کہ ایک نہتے اور دوڑتے ہوئے انسان پر وار کرنے کے لئے +

ہم دونوں اگرچہ تیز دوڑنے والے تھے۔ اور بالکل تندرست بھی تھے لیکن ہمیں جلدی ہی معلوم ہو گیا۔ کہ ہم اُسے ہرگز نہ پکڑ سکتے تھے۔ ہم اُسے دیر تک چاندنی میں دیکھتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ بڑے بڑے پتھروں میں دوڑتا ہوا ایک متحرک دھبے کی طرح دکھائی دینے لگا۔ ہم دونوں دوڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم بالکل

بھُول گئے۔ اور ہمارے درمیانی فاصلہ بھی لحظہ بلحظہ بڑھتا جا رہا تھا۔ آخر ہم بیٹھ گئے۔ اور ہم نے اُسے دُور پہاڑیوں میں غائب ہوتے دیکھا +

اسی وقت ایک نہایت عجیب اور غیر متوقع واقعہ پیش آیا۔ ہم مایوس ہوکر گھر جانے کو پتھر پر سے اُٹھے ہی تھے۔ کہ اپنے دائیں ہاتھ پر سنگ خارا کی ایک دندانے دار پہاڑی کی چوٹی پر قرص ماہتاب کے سامنے میں نے ایک انسان کی شکل دیکھی۔ جو اپنی روپہلی زمین سے مقابلے کی وجہ سے آبنوس کے کسی تراشیدہ بُت کی طرح سیاہ نظر آ رہا تھا۔ ہومز! اسے محض میرے توہمات پر محمول نہ کرنا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں نے صاف طور پر اُس کی شکل دیکھی۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ وہ ایک چھریرا اور قدآور آدمی تھا۔ اُس کے پاؤں ایک دوسرے سے علیحدہ تھے۔ باہیں ایک دوسری سے جکڑی ہوئی تھیں۔ سر جھکا ہُوا تھا۔ گویا کہ وہ اس ڈراؤنی جگہ کا کوئی بھوت پریت تھا۔ جو اپنے سامنے کے سنگ خارا اور گھاس پر غور و خوض کر رہا تھا۔ نہ ہی یہ وہ مفرور مجرم تھا۔ کیونکہ جہاں وہ غائب ہُوا تھا۔ وہ جگہ اس پہاڑی سے بہت دُور تھی۔ اور دوسرے یہ کہ وہ اتنا قدآور بھی نہ تھا۔ میں تعجب سے پکار اُٹھا۔ اور سر ہنری کو اُس کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا۔ لیکن جب میں اُن کے بازو کو پکڑنے لگا تھا۔ تو وہ اس دَوران میں غائب ہوگیا۔ پہاڑی کی نوک دار چوٹی چاند کے سامنے اُسی طرح تھی۔ لیکن اُس خاموش انسان کا کوئی پتہ نہ تھا +

میں چاہتا تھا۔ کہ اُس پہاڑی پر جا کر دیکھوں۔ لیکن وہ قدرے دور تھی اور سر ہنری ابھی تک اُس آواز کی وجہ سے لرز رہے تھے۔ کیونکہ اس نے اُنکے خاندان کی پُراسرار بدنصیبی کی یاد تازہ کر دی تھی۔ اسی لئے وہ اس تازہ مہم پر جانیکو تیار نہ تھے اُنھوں نے اس پہاڑی پر وہ تنہا آدمی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے وہ اس کیفیت کو محسوس نہ کر سکتے تھے۔ جو اس کے تحکمانہ انداز کو دیکھکر مجھ پر طاری ہوئی تھی چنانچہ اُنھوں نے نہایت آسانی سے کہہ دیا۔ "ہاں کوئی محافظ ہوگا۔ اس مفرور کے پیچھے

ساری دلدل ان محافظوں سے اٹی پڑی ہے"۔

ممکن ہے۔ کہ اُن کا بیان درست ہی ہُوا ہو۔ لیکن میں اسے کسی مزید ثبوت کے بغیر نہیں مان سکتا۔ ہمارا ارادہ ہے۔ کہ آج ہی پرنسٹون کے افسرانِ جیل خانہ کو اطلاع دے دیں۔ کہ اُنہیں یہ مفرور کہاں سے ملے گا۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی تھی۔ کہ ہم خود اُسے پکڑ کر نہ لا سکے۔ یہ ہیں گذشتہ رات کی مختلف مہمات کے حالات اور شاید تمہیں تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ میں نے یہ رپورٹ بھیجکر تمہیں کافی مدد دی ہے۔ ان میں بہت سی باتیں تمہارے لئے خارج از بحث ہونگی۔ لیکن پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ میں تمہیں سب واقعات بالتفصیل بتادوں۔ تاکہ تم خود اپنے مفاد اور نتائج کو مدِّ نظر رکھکر نظر انتخاب کرتے ہوئے "خذ ما صفا و دع ما کدر" پر عمل پیرا ہو سکو۔ صورت حالات یقیناً ترقی پذیر ہے۔ بیریمور کے افعال و حرکات کی علت نمائی تو نہیں معلوم ہو گئی۔ اور اسی سے یہ واقعات ایک بڑی حد تک صاف ہو گئے ہیں۔ لیکن اس دلدل کے اسرار اور اس کے عجیب و غریب باشندے جیسے پہلے غیر ممکن التفحص تھے۔ ویسے ہی اب بھی ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ اپنے اگلے مکتوب میں مَیں ان پر بھی کچھ روشنی ڈال سکوں۔ لیکن کیا ہی اچھا ہو۔ جو تم خود یہاں آجاؤ"۔

دسواں باب

انتخاب از روزنامچہ ڈاکٹر واٹسن

اب تک میں آپ کے سامنے اُن رپورٹوں میں سے اقتباسات پیش کرتا رہا ہوں۔ جو وقتاً فوقتاً اُن پہلے دنوں میں میں نے ہومز کو بھیجی تھیں۔ لیکن اب میں اپنی داستان کے اُس حصے پر پہنچ گیا ہوں۔ جہاں مجھے یہ روش چھوڑنی پڑتی ہے۔ اور اب میں زیادہ تر اپنی یادداشت اور اُن دنوں کے روزنامچے پر اکتفا کرونگا موخرالذکر میں سے مجھے چند ایک ہی اقتباسات درکار ہیں۔ کیونکہ اُن کے بعد کے واقعات کی ہر ایک تفصیل میرے حافظے میں کالنقش فی الحجر ہے۔ اب میں اُس رات کے بے سود اور لاحاصل تعاقب کے بعد کی صبح سے شروع کرتا ہوں۔

۱۶۔ اکتوبر۔ سارا دن گھور گرج ہی رہی۔ کُہر اور بوندا باندی نے بھی قافیہ تنگ کئے رکھا۔ دن بھر مکان پر بادل منڈلاتے رہے۔ کبھی بادل ذرا اونچے ہو جاتے۔ تو تیرہ و تار دلدل نظر آجاتی۔ جس پر کی پہاڑیوں پر جابجا روپہلی ندیاں بہ رہی تھیں۔ جب کبھی گول مول پتھروں کی تر و تر سطح پر بجلی کوندتی۔ تو باہر بھی اندر کی طرح افسردگی ہی افسردگی نظر آتی۔ سر ہنری بھی رات کی سرگرمیوں کی وجہ سے چکنا چور پڑے رہے۔ میں خود بھی اپنے دل پر ایک بوجھ سا محسوس کر رہا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ ہر وقت مخدوش رہتا ہوں۔ اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ مجھے اس کی نوعیت معلوم نہیں کہ کیا ہے۔

اور میرا ایسے محسوس کرنا بھی کسی وجہ کے بغیر نہیں۔ ذرا خود ہی ان واقعات کی طویل فہرست پر نظر دوڑاؤ۔ جو سب کے سب کسی آفت کا پیش خیمہ ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اس ہال کے سابق مالک کی وفات خاندان کی پرانی روایتوں کے

عین مطابق ہوئی۔ اور پھر کسانوں سے کئی بار سُنا ہے کہ اُنہوں نے کسی ایسے ہی حیوان کو پھر دلدل پر دیکھا ہے۔ میں نے خود اپنے کانوں سے دو دفعہ کسی شکاری کُتّے کی دور سے آواز سُنی ہے۔ یہ بات ناقابل تسلیم بلکہ ناممکن ہے۔ کہ یہ واقعہ بھی قدرت کے عام قوانین کے تحت نہ ہو۔ یقیناً ہم ایک کُتّے کو جو اپنے پیچھے بالکل مادی نقش پا چھوڑ جاتا ہے اور جس کے رونے سے ساری فضا گونج اُٹھتی ہے۔ اُسے خود کس طرح غیر مادی تصور کیا جاسکتا ہے۔ سٹیپلٹن اور مارٹیمر ایسے توہمات کو مانیں تو پڑے مانا کریں۔ لیکن مجھ میں کم از کم موٹی سمجھ تو ضرور ہے۔ اس لئے میں کسی طرح بھی ایسی بیہودہ بات باور نہیں کرسکتا۔ ایسا کرنا تو اپنے آپ کو ان بیچارے جاہل کسانوں کے برابر بنانا ہے۔ جو محض ایک خبیث کُتّے کے دیکھنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اُس کی آنکھوں اور اُس کے منہ میں سے جہنم کی آگ کے شعلے بھی نکلتے ہیں۔ ہومز ایسی فرضی باتوں اور اس قسم کے تصورات کو نہیں مان سکتا۔ اور میں اُس کا کارندہ ہوں۔ لیکن پھر بھی واقعات واقعات ہی رہتے ہیں۔ میں نے خود یہ آواز دلدل پر دوبارہ سُنی ہے۔ اگر فرض کرلیں۔ کہ اس دلدل پر کوئی ایسا ہی کُتّا کُھلے بندوں پھر رہا ہے۔ تو یہ سب باتیں صاف ہو جاتی ہیں لیکن ایسا حیوان چھپ کر کہاں رہ سکتا ہے؟ اور کھاتا کیا ہوگا۔ آیا کہاں سے ہے؟ اور اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ اسے دن کو کسی نے نہیں دیکھا؟ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اگر یہ فرض کریں۔ کہ یہ عام قوانین قدرت کے تحت ہے۔ تب بھی اس کے تسلیم کرنے میں اتنی ہی دقت پیش آتی ہے۔ جتنی کہ بصورت دیگر ماننے میں۔ لیکن اس کُتّے کے علاوہ لندن میں کسی انسان کا بھی دخل تھا۔ یعنی وہ گاڑی والا آدمی اور ہنری کو متنبہ کرنے والا خط۔ کم از کم ان کی کچھ تو اصلیت تھی۔ لیکن خدا معلوم یہ کوئی خیر خواہ تھا جو ہنری کی حفاظت کر رہا تھا۔ یا اس کے برعکس کوئی بدخواہ درپئے آزار تھا؟ اور پھر یہ کہ کیا وہ لندن میں ہی رہا تھا۔ یا ہمارے پیچھے پیچھے یہاں بھی چلا آیا تھا؟ کیا۔ ۔ ۔ ۔ کیا۔ اُس پہاڑی پر جو اجنبی میں نے دیکھا تھا۔ کہیں وہی تو نہ تھا؟

• اگرچہ میں نے صرف ایک ہی نگاہ بھر کر اُس کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن میں حلف اُٹھانے کو تیار ہوں۔ کہ میں نے اُسے یہاں کہیں نہیں دیکھا۔ کیونکہ میں سب پڑوسیوں کو پہچانتا ہوں۔ سٹیپلٹن سے وہ دُور اُونچا تھا۔ اور فرینکلینڈ کی نسبت بہت دُبلا تھا۔ بیریمور ہو سکتا تھا۔ لیکن ہم اُسے پیچھے گھر میں چھوڑ آئے تھے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ وہ ہمارے پیچھے نہیں گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ کوئی اجنبی یہاں بھی لندن کی طرح ہماری حرکات سکنات دیکھ رہا ہے۔ اور ہم اُس سے پیچھا نہیں چھڑا سکے۔ اگر ہم اسے پکڑ لیں تو ہماری تمام تکالیف کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائیگا۔ اچھا۔ ... آئندہ میں اپنی تمام قوت اسی کام میں صرف کرونگا"

پہلے میرا خیال تھا۔ کہ سر ہنری کو اپنی تجاویز بتادوں۔ لیکن دوسری بار یہ سوجھی اور سوجھی بھی بڑے دُور کی کہ میں کسی کو نہ بتاؤں۔ اور خود ہی اپنی چال چلوں۔ سر ہنری چُپ چاپ اور لاپرواہ ہیں۔ اور اُس آواز کے سُننے سے وہ خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے مفت میں اُن کے تفکرات بڑھانے کے لئے میں اُن سے کچھ نہیں کہونگا۔ بلکہ اس مقصد کے حصول کے لئے خود ہی کوشش کرونگا

آج صبح ناشتے کے بعد ہمارے ہاں ایک چھوٹی سی جھڑپ بھی ہوئی۔ بیریمور سر ہنری سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ کچھ دیر کے لئے وہ دونوں مطالعہ گاہ میں چلے گئے۔ میں بلیرڈ کھیلنے کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور میں نے ایک سے زیادہ بار اُنہیں ایک دوسرے کو باآواز بلند کچھ کہتے سُنا۔ مجھے کچھ نہ کچھ خیال تھا۔ کہ کس بات کے متعلق بحث ہو رہی ہے۔ سر ہنری نے دروازہ کھول کر مجھے بلوا بھیجا

بیریمور کہتا ہے۔ کہ اسے ہم سے ایک شکایت ہے۔ اس کے خیال میں ہمارے لئے یہ مناسب نہ تھا۔ کہ ہم اس کے نسبتی بھائی کو پکڑنے کے لئے جاتے کیونکہ اُس نے اپنی مرضی سے ہمیں سب کچھ بتا دیا تھا" بیریمور کا چہرہ زرد تھا۔ لیکن وہ ہمارے سامنے بالکل خاطر جمعی سے کھڑا تھا۔ اُس نے کہا "جناب! ممکن ہے میں

قدرے گرم ہو گیا ہوں۔ اگر ایسے ہی ہوا ہے تو معافی کا خواستگار ہوں۔ مجھے یہ سُنکر بڑی حیرانی ہوئی کہ آپ سلڈن کا تعاقب کرتے رہے ہیں۔ اُس بیچارے کے لئے اور تھوڑے نئے جو میں نے اُس کے کھوج پر آپ دونوں کو بھی لگا دیا"۔

سر ہنری:۔ "اگر تم نے بطیب خاطر بتا دیا ہوتا۔ تو علیحدہ بات تھی۔ . . . . تم نے . . . . نہیں . . . . . تمہاری بیوی نے ہمارے مجبور کرنے پر جبھی بتایا جب اُس سے اور کچھ نہ بن آیا"۔

بیری مور:۔ "سر ہنری! میں آپ سے تو ہرگز ہرگز توقع نہ کرسکتا تھا کہ آپ اسکا فائدہ اُٹھائیں گے"۔

سر ہنری:۔ "وہ ایک مردم آزار انسان ہے۔ اس دلدل پر بیچارے لوگوں کے علیحدہ علیحدہ گھر ہیں۔ اور تمہارا بھائی کسی بات سے بھی ٹلنے کا نہیں۔ اگر باور نہ ہو تو اُس کے چہرے پر ایک ہی نگاہ ڈالنے سے تمہیں یقین ہو جائیگا۔ مثال کے طور پر مسٹر سٹیپلٹن کو ہی لے لو۔ اُن کی حفاظت کے لئے اُن کے اپنے سوا اور کوئی نہیں۔ جب تک وہ کہیں مقفل نہ ہو تب تک ارد گرد کے لوگ غیر محفوظ رہینگے"۔

بیری مور:۔ "جناب میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ کہ وہ کسی کے گھر میں نقب نہیں لگائیگا۔ اور وہ آئندہ اس ملک میں کسی کو تکلیف نہیں دیگا۔ یقین جانئے کہ تھوڑے ہی دنوں میں اُس کے جنوبی امریکہ جانے کا انتظام مکمل ہو جائیگا۔ میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں۔ کہ پولیس کو اطلاع نہ دیجیے گا۔ کہ وہ ابھی تک دلدل پر ہی ہے اب اُنہوں نے اُس کا پیچھا چھوڑ دیا۔ اور وہ جہاز کے تیار ہونے تک یہیں چپ چاپ بیٹھا رہ سکتا ہے۔ دوسرے آپ ہمارا ذکر کئے بغیر پولیس کو اطلاع بھی نہیں دے سکتے خدارا پولیس کو اطلاع نہ دیجئے گا"۔

سر ہنری:۔ "کیوں واٹسن! تمہاری کیا صلاح ہے"؟

میں نے کندھے جھاڑ کر کہا:۔ "اگر وہ بخیریت تمام ملک سے باہر چلا جائے تو مالیہ اور ٹیکس ادا کرنے والوں کو ایک بوجھ سے خلاصی ہو جائیگی"۔

سر ہنری :۔"لیکن ممکن ہے کہ وہ یہاں سے جانے سے ہی کسی پر ہاتھ صاف کر بیٹھے"

بیئر یمور :۔ وہ ایسی بیہودہ حرکت ہرگز نہیں کر سکتا۔ اُس کی ضروریات ہم نے مہیا کر دی ہیں۔ اور اب اگر وہ کسی جرم کا مرتکب ہوا۔ تو اس سے اُس کے چھپنے کی جگہ معلوم ہو جائیگی"۔

سر ہنری :۔"ہاں ہاں ...... اچھا بیئر عورت"۔

بیئر یمور۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ میں جناب کا بہت ممنون احسان ہوں۔ اگر وہ پھر پکڑا جاتا تو میری عورت بیچاری اسی غم کے مارے ہلاک ہو جاتی"۔

سر ہنری :۔" واٹسن! ہم ایک ایسے جرم کی اعانت کر رہے ہیں۔ جس کی سزا ضبط جائداد۔ قید یا موت تک ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ سننے کے بعد میرا دل نہیں چاہتا کہ یہ آدمی اُن کے حوالے کر دیا جائے۔ اچھا فیصلہ شد! جاؤ۔ بیئر یمو عیش کرو"۔ وہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں شکریہ ادا کر کے چلا۔ اور پھر کچھ پس و پیش کے بعد واپس آکر کہنے لگا :۔ جناب نے ہم پر اتنی مہربانی کی ہے۔ کہ اس کے عوض جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکتا ہے۔ کرنے کو تیار ہوں۔ سر ہنری! مجھے بھی کچھ معلوم ہے اور میں نے شائید یہ بتا بھی دیا ہوتا۔ لیکن سبب موت کی تحقیقات کے بہت مدت بعد مجھے معلوم ہوا۔ اور اب تک یہ راز میں نے کسی فرد بشر کو نہیں بتایا۔ یہ سر چارلس مرحوم کی وفات سے متعلق تھا"۔ میں اور سر ہنری دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مؤخر الذکر نے پوچھا :۔"تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیسے فوت ہوئے؟"

بیئر یمور :۔"نہیں جناب مجھے یہ معلوم نہیں"۔

سر ہنری :۔"تو پھر کیا ہے؟"

بیئر یمور۔ مجھے یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ وہ پھاٹک پر کیوں گئے تھے ...... وہ کسی عورت سے ملنے گئے تھے"۔

سر ہنری :۔"ہیں؟ وہ کسی اور عورت سے؟"

بیئر یمور :۔"جی ہاں"۔

سرہنری :۔ اور عورت کا نام؟"

بیریمور :۔ "نام تو معلوم نہیں۔ لیکن اُس کے نام کے الفاظ حروف ایل۔ ایل (L. L) سے شروع ہوتے ہیں"+

سرہنری :۔ "بیریمور! تمہیں یہ کیسے معلوم ہُوا؟"

بیریمور :۔ جناب کے چچا جان کی طرف اُسی صبح کو ایک خط آیا تھا۔ عام طور پر اُن کی طرف بہت سے خطوط آیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ایک مشہور اور رحمدل انسان تھے۔ اسی لئے جس کسی کو بھی کچھ ضرورت ہوتی۔ وہ بے تکلف آپ سے امداد طلب کر لیتا تھا۔ لیکن اُس صبح اتفاق سے ایک ہی خط آیا۔ وہ کومبٹریسی سے آیا تھا۔ اور کسی عورت کے ہاتھ کا لکھا ہُوا تھا"+

سرہنری :۔ "اچھا"+

بیریمور :۔ "جناب میں۔ نے تو کچھ بھی نہیں سوچا۔ اور میری بیوی اگر نہ بتاتی۔ تو بالکل ہی نہ سوچتا۔ چند ہی ہفتے گزرے کہ وہ سر چارلس کی مطالعہ گاہ صاف کر رہی تھی۔ کیونکہ اُن کی وفات کے بعد اُسے کسی نے صاف نہیں کیا تھا۔ تو مشبک کے پیچھے سے اُسے ایک جلا ہُوا خط ملا۔ اس کا زیادہ حصہ تو ٹوٹ کر راکھ ہو گیا تھا۔ لیکن ایک ورق کے کونے کا چھوٹا سا پرزہ ابھی باقی تھا۔ جس پر سے حروف پڑھے جا سکتے تھے۔ اگرچہ زمین سیاہ تھی اور وہ قدرے بھورے رنگ کے تھے۔ لیکن ہم نے پڑھ لئے۔ اغلباً یہ الفاظ خط لکھتے جانے کے بعد ایزاد کئے گئے تھے۔ اس پر لکھا ہُوا تھا "آپ ایک شریف آدمی ہیں۔ اس لئے میں امید کرتی ہوں۔ کہ آپ اسے جلا دینگے۔ اور دس بجے اپنے دروازے پر ضرور تشریف لائینگے۔ نیچے دستخط کے حروف ایل۔ ایل (L. L) تھے+

سرہنری :۔ "تمہارے پاس وہ ٹکڑا موجود ہے؟"

بیریمور :۔ "نہیں جناب! جونہیں ہم نے اسے اٹھایا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا"+

سرہنری :۔ "کیا سر چارلس کے پاس اس کے کوئی اور خطوط بھی آتے رہتے تھے؟"

بیرمور:۔ نہیں جناب! میں اُن کے خطوط کا کوئی خاص خیال نہ رکھتا تھا۔ اگر یہ بھی اکیلا نہ ہوتا تو میں نے اسے بھی نہ دیکھا ہوتا"

سرہنری:۔ "اور تمہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ ایل۔ ایل کون ہے؟"

بیرمور:۔ نہیں۔ میں بھی جناب کی طرح اس سے بالکل لاعلم ہوں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ اگر ہم اُس عورت کو پکڑ لیں۔ تو ہمیں سر چارلس کی وفات کے کچھ اور حالات معلوم ہو جائینگے"

سرہنری:۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم نے اتنی اہم خبر کیوں چھپائے رکھی؟"

بیرمور:۔ "جناب اس کے بعد فوراً ہی ہم پر اپنی مصیبت آن پڑی۔ دوسرے یہ کہ ہم دونوں مرحوم سے بہت مانوس تھے۔ کیونکہ شائد ہمیں یہ بھی خیال تھا کہ اُنہوں نے ہمارے لئے یہ سب کچھ کیا تھا۔ اور ہمارا اپنے مرحوم آقا کی میت کو اس طرح اُکھاڑ نکالنا بالکل بے سُود تھا۔ اس کے علاوہ چونکہ یہ ایک عورت کا معاملہ تھا۔ اس لئے ہر قسم کی احتیاط لازم تھی۔ ہم میں سے بہترین انسان بھی ــــ"

سرہنری:۔ "تم نے کیا خیال کیا۔ کہ وہ بدنام ہو جائینگے؟"

بیرمور:۔ "ہاں جناب میں نے سوچا کہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ تو پہنچ نہیں سکتا تھا اور اب جناب نے ہم پر اتنی عنایت و شفقت کی تو میں نے محسوس کیا کہ میرے لئے آپ سے کچھ چھپا رکھنا مناسب نہیں۔ اسی وجہ سے میں نے آپ کو بتایا"

سرہنری:۔ "بہت اچھا بیرمور تم جا سکتے ہو"

جب وہ چلا گیا تو سرہنری نے پوچھا "واٹسن! اس نئی روشنی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

میں:۔ "بظاہر تو اس سے مطلع روشن ہونے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ تاریک ہو گیا ہے"

سرہنری:۔ "میرا بھی سردست تو یہی خیال ہے۔ لیکن اگر اس ایل۔ ایل کی شخصیت معلوم ہو جائے تو سارا قصہ ہی پاک ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اُسے ڈھونڈھ نکالیں تو کم از کم

ہمیں یہ معلوم ہو جائیگا کہ اُس شخص کو ان واقعات کا علم ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا کرنا چاہیئے"+

میں نے ہومز کو فوراً ہی اس کے متعلق اطلاع دیجئے۔ اُسے یہ سراغ مل جائے گا جس کا وہ مدت سے متلاشی ہے۔ اگر وہ یہاں دوڑا ہوا نہ آئے تو کہنا کہ تمہیں بڑا مغالطہ ہوا تھا"!

چنانچہ میں فوراً ہی اپنے کمرے میں گیا۔ اور ہومز کے لئے صبح کی گفتگو کی رپورٹ مرتب کی۔ یہ صاف ظاہر تھا۔ کہ پچھلے دنوں وہ سخت مصروف رہا ہے۔ کیونکہ مجھے بیکر سٹریٹ سے بہت کم خط آئے تھے۔ اور جو آئے تھے وہ بھی سب کے سب نہایت مختصر تھے۔ میری رپورٹوں کے پہنچنے کا ذکر تو درکنار اُن میں میرے کار مفوضہ کا بھی ذکر نہ تھا۔ بیشک اُس کے ڈاکے والا مقدمہ بھی بہت قابل توجہ ہوگا۔ لیکن یہ نیا عنصر اغلباً اُس کی توجہ جذب کریگا اور اُس کے شوق کو تازہ کردیگا۔ کاش کہ وہ خود یہاں موجود ہوتا+

۱۷۔ اکتوبر۔ آج سارا دن مینہ برستا رہا جس سے عشق پیچہ میں سے سرسراہٹ اور اولتی پر ٹپ ٹپ ہوتی رہی۔ میں نے اُس مجرم کا خیال کیا کہ بیچارہ کہیں بے یار و بے پناہ پڑا سردی سے سسک رہا ہوگا۔ پھر اور خیالات آئے۔ اُس گاڑی والے آدمی کا اور رات کے پہاڑی پر کے انسان کا کیا مدعا تھا؟ کیا وہ انسانوں کا نادیدہ چوکیدار بھی اس طوفانِ نوح میں اسی طرح تھا؟ سرِشام ہی میں اپنا واٹر پروف اوڑھ کر گھاس میں دُور دلدل پر نکل گیا۔ میرے دل میں مہیب تصورات تھے سامنے سے چہرے پر بارش کی بوچھار ہو رہی تھی۔ اور کانوں میں ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی۔ اس موسم میں جو گریمپن کی دلدل میں جاتا ہوگا۔ اُس کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہوگا کیونکہ اب تو بلند زمین بھی دلدل بن رہی تھی۔ میں اُس سیاہ پہاڑی پر گیا۔ جہاں میں نے اُس رات کو وہ آدمی کھڑا دیکھا تھا۔ میں نے اُس کی دندانے دار چوٹی پر چڑھ کر نیچے کی یاس افزا زمینوں کو دیکھا۔ جن کے گندمی رخساروں پر تیز و تند ہوا

اور بادل تھپیڑے لگا رہے تھے ۔ آسمان پر سرمئی رنگ کے بادل گھر کے آئے ہوئے تھے ۔ اور کچھ فاصلے پر سے محض خیالی نظر آنے والی پہاڑیوں کے اطراف وجوانب پر سفیدی مائل سیاہ بادل لمبے لمبے ٹکڑوں کی شکل میں گزر رہے تھے ۔ بائیں ہاتھ کے نشیب پر بالکل دھند چھائی ہوئی تھی ۔ جس میں سے صرف باسکرو ہال کے دو بُرج دکھائی دیتے تھے ۔ اس سارے گرد و نواح میں انسانی زندگی کے نشانات یا تو یہ بُرج تھے یا زمانہ قبل از تاریخ کے لوگوں کے مکانات ان پہاڑیوں پر دکھائی دے رہے تھے ۔ میں نے ہر چند ادھر اُدھر دیکھا لیکن اُس اکیلے انسان کا کوئی نشان نہ نظر آتا تھا ۔ جسے آج سے پہلے تیسری رات میں نے وہیں کھڑا دیکھا تھا +

واپس آتے ہوئے ڈاکٹر مارٹیمر سے ملاقات ہوگئی ۔ وہ دلدل کے ایک ناہموار رستے پر اپنی ٹمٹم پر سوار فولاٹر کی طرف جا رہا تھا ۔ وہ ہماری بہت خبر گیری کرتا رہا ہے ۔ اور کوئی ہی دن گزرا ہوگا ۔ جب وہ ہمیں ملنے نہ آیا ہو ۔ وہ مجھے باصرار اپنی ٹمٹم پر بٹھا کر گھر لے آیا ۔ اُسے اپنے سپینئل کُتے کے گم ہو جانے کا سخت افسوس تھا ۔ وہ کہیں پھرتا پھرتا دلدل پر چلا گیا اور پھر واپس نہیں آیا تھا ۔ میں نے اُس کی تسلی و تشفی تو بہت کی ۔ لیکن مجھے گریمپن کی دلدل پر اُس ٹٹو کا حال رہ رہ کر یاد آتا تھا ۔ اور مجھے ذرا بھی امید نہیں کہ اُسے اپنے چھوٹے سے کُتے کو پھر کبھی دیکھنے کا اتفاق ہوگا ۔ ہم ہچکولے کھاتے ہوئے جا رہے تھے ۔ کہ میں نے اُس سے پوچھا " ہاں ۔ ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر صاحب ! میرے خیال میں اس ٹمٹم کی پہنچ کے اندر کوئی ہی ایسا آدمی ہوگا ۔ جسے آپ نہ جانتے ہونگے ؟ "

مارٹیمر " مشکل سے ہی کوئی ہوگا " +

میں " اچھا تو آپ کسی ایسی عورت کا نام بتا سکتے ہیں ۔ جس کے پہلے حروف ' ایل ۔ ایل ' ہوں ؟ "

اُس نے چند منٹ سوچ کر کہا " نہیں مجھے تو یاد نہیں ۔ البتہ یہاں کے چند

خانہ بدوش اور چند مزدور بھی رہتے ہیں۔ میں اُن کا ذمہ نہیں اُٹھا سکتا۔ لیکن باقی زمینداروں یا شرفاء میں سے کسی کے نام کے پہلے حروف یہ نہیں . . . ہاں . . . . ذرا ٹھیرنا . . . . اچھا لارا طوئنز ہے۔ اُس کے نام کے حروف بھی یہی ہیں لیکن وہ تو کومبٹ ٹریسی میں رہتی ہے"۔

میں۔ "وہ کون ہے"۔

مارٹیمر۔ "فرینکلینڈ کی بیٹی ہے"۔

میں۔ "کیا اُسی بوڑھے کبڑے فرینکلینڈ کی؟"

مارٹیمر۔ "ہاں۔ عین اُسی کی۔ یہاں ایک لوئنز نامی مصوّر قدرتی مناظر کی تصویریں کھینچنے آیا تھا۔ اُس نے اس سے شادی کر لی۔ لیکن وہ کوئی لُچا اور بدمعاش ثابت ہوا۔ کیونکہ وہ اُسے چھوڑ کر خود کہیں کھسک گیا۔ جیسے میں نے کہا ہے۔ صرف اُسی ایک کا قصور نہ تھا۔ لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی سے قطع تعلق کر کے اُسے عاق کر دیا۔ کیونکہ ایک دو اور وجوہات کے علاوہ بڑی وجہ یہ تھی۔ کہ اُس نے اُسکی مرضی کے بغیر شادی کر لی تھی۔ اس بوڑھے خبیث اور اُس نوجوان مردود دونوں کے ساتھ بیچاری کے بُرے ہی دن گزرے"۔

میں۔ "اب اُس کا گذارہ کس پر ہے؟"

مارٹیمر۔ "میرے خیال میں یہ بوڑھا اُسے نان شبینہ کو کچھ دیدیتا ہوگا۔ لیکن اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کا اپنا دیوالہ بھی نکلا چاہتا ہے۔ خواہ وہ کیسی ہی تھی لیکن اس حالت میں اُسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُس کے حالات لوگوں کو معلوم ہوئے۔ اور کئی ایک آدمیوں نے مل کر اُسے حلال کی روزی کمانے میں مدد دی۔ میں نے خود بھی ایک حقیر سی رقم دی تھی۔ یہ سرمایہ اُسے ٹائپ کرنیکا ساز و سامان لے دینے کے لئے فراہم کیا گیا تھا"۔

مارٹیمر میرے سوالات کا اصلی مطلب پوچھنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے کچھ بتائے بغیر ہی اُسے ٹال دیا۔ کیونکہ میں اُسے اپنا راز داں بنانے کی کوئی وجہ نہیں سمجھتا

تھا۔ میں نے ارادہ کیا۔ کہ دوسرے دن میں خود کو میڈلیبی جا کر اس مشتبہ عورت سے ملونگا۔ لیکن ان پُراسرار واقعات کے سلسلے میں سے کسی ایک کی گتھی سلجھانا بھی کچھ معنی رکھتا تھا۔

ان دونوں میں دانائی میں کوے کے بھی کان کترتا ہوں۔ مثلاً آج ڈاکٹر مارٹیمر میرے سوالات کا مقصد دریافت کرنے پر اڑا بیٹھا تھا۔ کہ میں نے یونہیں باتوں ہی باتوں میں پوچھا۔ کہ فرینکلینڈ کی کھوپڑی کس قسم کی تھی۔ بس پھر کیا تھا۔ رستے بھر میں علم کاسہ سر کے متعلق ہی گفتگو ہوتی رہی۔ واقعی شرلک ہومز کے ساتھ برسوں رہنے سے یہ فائدہ بھی نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا۔

اس پُرآشوب دن کا ایک اور واقعہ ابھی منت کش تحریر ہے۔ یہ میری اور بیرمیور کی گفتگو کے متعلق ہے۔ جس سے میں ابھی ابھی فارغ ہو رہا ہوں۔ اس کے باعث ایک اور زبردست پتہ میرے ہاتھ آگیا ہے۔ جسے میں بوقت ضرورت استعمال کر سکوں گا۔

مارٹیمر کھانا کھانے کے لئے یہیں ٹھیر گیا تھا۔ اور اس کے بعد جب وہ سرہنری سے دو بیتی کھیل رہا تھا۔ تو بیرمیو میرے لئے مطالعہ گاہ میں قہوہ لایا۔ اور اس موقع کو غنیمت جان میں نے اُس سے چند ایک باتیں پوچھیں "کیا تمہارا وہ قابل قدر رشتہ دار ابھی تک یہیں چکر لگا رہا ہے یا چلا گیا ہے"

بیرمیور "جناب مجھے معلوم تو نہیں۔ لیکن یہی دعا ہے۔ کہ یہ ذات شریف جلدی چلتے بنیں۔ کیونکہ ان کی تشریف آوری سے ہمیں رنج و تکلیف کے سوا کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ آج سے تین دن پہلے میں کھانا لے کر گیا تھا۔ اور تب سے میں نے اُسے کہیں نہیں دیکھا"

میں "تو وہ یقیناً یہیں ہی ہوگا؟"

بیرمیور "خیال تو یہی ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ وہ دوسرا آدمی چٹ کر گیا ہو" میں تھوڑے کے پیالے کو ہاتھ میں لئے بیرمیو کا منہ تکنے لگا "کیا تمہیں بھی معلوم ہے کہ وہاں

کوئی اور آدمی بھی رہتا ہے؟"

بیریمور:"جی ہاں دلدل پر ایک اور آدمی بھی ہے"۔

میں:"تم نے اُسے دیکھا ہے؟"

بیریمور:"نہیں جناب!"۔

میں:"پھر تمہیں یہ کیونکر معلوم ہُوا؟"

بیریمور۔ ایک ہفتہ ہوا یا دو چار دن اُوپر گذر گئے ہوں گے۔ کہ سلڈن نے اُس کا ذکر کیا تھا۔ وہ بھی وہاں روپوش ہے۔ اور جہاں تک میں خیال کرسکتا ہوں وہ کوئی قیدی یا مجرم نہیں"۔ پھر وہ یکایک قدرے جوش سے کہنے لگا: "ڈاکٹر صاحب! میں اُس کی موجودگی پسند نہیں کرتا"۔

میں:"بیریمور ذرا سنو۔ میرا کوئی ذاتی فائدہ نہیں۔ میں تمہارے آقا کی ہی مدد کرنے یہاں آیا ہوں۔ اس لئے مجھے صاف صاف بتا دو۔ کہ تمہیں اُس سے اتنی نفرت کیوں ہے؟"

بیریمور نے ایک دو منٹ پس و پیش کیا۔ یعنی یا تو وہ اس دوران میں اظہارِ خیالات کے لئے الفاظ تلاش کر رہا تھا۔ یا پچھتا رہا تھا۔ کہ اُس نے جلدی سے یہ الفاظ اپنے منہ سے کیوں نکالے تھے۔ آخر اُس نے اپنا ہاتھ بھیگی ہوئی کھڑکی کی طرف جو دلدل کے بالمقابل تھی کر کے کہا:"میں قسمیہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ کہیں نہ کہیں دال میں کچھ کالا ہے۔ اور غالباً یہیں کہیں کوئی کھچڑی پک رہی ہے۔ اگر سر ہنری واپس لندن چلے جائیں۔ تو میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر کرونگا"۔

میں۔ لیکن تمہیں خطرہ کس بات کا ہے؟"

بیریمور۔ مسٹر چارلس کی وفات کو ہی لیجئے۔ کہ روز کی تفتیش کے باوجود بھی وہ کچھ کم پُراسرار نہ تھی۔ رات کو دلدل پر کی آوازوں کا ہی خیال کیجئے۔ سورج غروب ہونے کے بعد کسی کو کتنا ہی کیوں نہ دیں۔ وہ اس دلدل میں سے ہرگز نہیں گذریگا۔ اس اجنبی کو ہی دیکھئے۔ کہ وہ کیا دیکھتا رہتا ہے۔ اور وہ وہاں چھپا کس کا منتظر ہے؟ اور اُس کا

مطلب کیا ہے۔ اس شخص کا وہاں ہونا باسکرول کے نام کے کسی شخص کے لئے بھی اچھا نہیں ہوسکتا۔ جب سرہنری کے نئے نوکر آجائینگے تو مجھے اس گردونواح سے اپنی جان چھڑا لینے پر بڑی خوشی ہوگی"۔

مَیں "لیکن تمہیں اس اجنبی کے متعلق کچھ اور بھی معلوم ہے؟ سلڈن کیا کہتا تھا؟ کیا اسکو اسکی کمینگاہ کا پتہ تھا؟ یا اُسے یہ معلوم تھا کہ یہ شخص وہاں بیٹھا کیا کر رہا ہے"؟

بیریمور۔ "اُس نے اُسے ایک دوبار دیکھا تھا۔ لیکن وہ بڑا گہرا آدمی ہے۔ اُس سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ پہلے تو اُس نے اسے پولیس کا کوئی آدمی سمجھا۔ لیکن اُسے جلدی ہی معلوم ہوگیا کہ یہ شخص بھی وہیں کہیں رہتا تھا۔ جہاں تک اُسے معلوم ہوسکا وہ کہتا تھا۔ کہ یہ کوئی جنٹلمین ہے۔ لیکن وہ یہ معلوم نہ کرسکا۔ کہ یہ یہاں کیا کر رہا ہے"۔

مَیں "وہ کیا کہتا تھا۔ کہ یہ کہاں رہتا ہے"؟

بیریمور "کسی پہاڑی کی ایک طرف اُن پرانے پتھر کے جھونپڑوں میں سے جہاں پرانے لوگ رہا کرتے تھے۔ کسی ایک میں رہتا ہے"۔ مَیں "لیکن اُسکی خوراک کا کیا انتظام ہے"؟

بیریمور "سلڈن نے معلوم کرلیا تھا کہ اُسکے ہاں ایک لڑکا ہے جو اُس کا کام کاج کرتا ہے۔ اور باقی ضروریات بھی لاتا ہے"۔

مَیں "بہت اچھا بیریمور۔ اسکے متعلق پھر کبھی بات چیت کرینگے"۔ جب وہ چلا گیا۔ تو مَیں سیاہ کھڑکی کے پاس جاکر اُسکے کہر آلودہ شیشوں میں سے دوڑتے ہوئے بادلوں اور ہوا سے لہراتے ہوئے درختوں کو دیکھتے ہوئے خیال دوڑانے لگا۔ کہ آج تو مکان کے اندر بھی اللہ حافظ ہے۔ باہر دلدل پر کیا حال ہوگا اور کون ایسا دشمن ہے جو اس موسم میں ایسی جگہ پر آکر منڈلاتا رہتا ہے اور جو اس آزمائش اور مصیبت میں بھی اپنی دھن کا اتنا پکا ہے۔ خدا معلوم اُسکا مطلب کتنا گہرا ہوگا۔ اس تمام معمے کا حل بس نے مجھے اتنا پریشان اور خستہ حال کیا ہوا ہے میرے سامنے دلدل پر کسی پتھریلی کوٹھڑی میں موجود ہے اور مَیں قسم کھاکر کہتا ہوں کہ آج سے ایک ہی دن کے اندر مَیں اس راز کی تہ تک پہنچنے کے لئے جتنا بھی کوئی انسان اپنی کوشش سے کچھ کرسکتا ہے۔ کر دکھاؤنگا۔

گیارھواں باب

پہاڑی پر کا آدمی

میرے روزنامچے کے اقتباسات نے ۱۸۔ اکتوبر تک کے حالات آپ کے پیش نظر کر دئے ہیں۔ اس کے بعد یہ عجیب واقعات نہایت تیز رفتاری اور سرعت سے اپنے خوفناک انجام کی طرف بڑھتے گئے۔ اس سے بعد کے چند دنوں کے واقعات بالکل اَمِٹ طور پر میری یادداشت میں ثبت ہیں۔ اور میں انہیں بغیر اُن دنوں کے روزنامچے کے بلا تکلف بیان کر سکتا ہوں +

جس دن میں نے دو اہم معلومات حاصل کی تھیں یعنی پہلی یہ کہ مسز لارا لوئنز نے سر چارلس باسکرول کو ایک خط لکھا تھا جس میں اُن سے ملاقات کے لئے عین وہی وقت اور وہی جگہ تجویز کئے گئے تھے جس پر اُسی وقت سر چارلس کی موت واقع ہوئی تھی۔ اور دوسری بات یہ تھی۔ کہ یہ آدمی جو دلدل میں گھات لگائے بیٹھا تھا پہاڑی پر کے پتھر کے تعمیر شدہ جھونپڑوں میں ملے گا۔ اب میں اس سے دوسرے دن کے حالات سے شروع کرتا ہوں۔ میں نے خیال کیا کہ ایسی معلومات کے باوجود بھی اگر میں ان تاریک مقامات پر مزید روشنی نہ ڈال سکا تو یا تو یہ میرے حوصلے کا قصور ہوگا یا میری عقل کا +

مسز لوئنز کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہوا تھا وہ میں سر ہنری کو اُسی دن نہ بتا سکا۔ کیونکہ ڈاکٹر مارٹیمر اُن کے ساتھ دیر تک تاش کھیلتا رہا تھا۔ دوسرے روز صبح کے ناشتے کے وقت میں نے سر ہنری کو اس جدید انکشاف سے مطلع کیا۔ اور اُن سے دریافت کیا کہ آیا وہ بھی میرے ساتھ کومبٹ ٹریسی چلینگے یا نہیں۔ پہلے تو وہ بڑی سرگرمی کے ساتھ تیار ہو گئے۔ لیکن ذرا غور کرنے کے بعد ہم دونوں نے خیال کیا۔ کہ میرا اکیلا

جانا بہتر ہوگا۔ کیونکہ ہم نے اس ملاقات کے وقت جتنی شائستگی اور باقاعدگی برتی اتنی ہی ہمیں کم معلومات ملیں گی۔ اس لئے میں اپنے ضمیر کے خلاف سرسبزی کو پیچھے چھوڑ کر خود گاڑی میں سوار ہو کر اس نئے کھوج پر چل پڑا۔

کومسٹالیسی پہنچ کر میں نے پرکنز کو گھوڑے ٹھیرانے کو کہا اور خود اُس عورت کا پتہ پوچھنے لگا۔ جس سے میں یہ استفسارات کرنے آیا تھا۔ اُس کا مکان تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت محسوس نہ ہوئی۔ کیونکہ اس کے مکان کا محل وقوع نہایت اچھا اور مرکزی تھا۔ ایک خادمہ مجھے بے دھڑک بیٹھک میں لے گئی۔ جب میں داخل ہوا تو ایک ریمنگٹن ٹائپ رائٹر کے مقابل سے ایک عورت استقبال کے لئے مسکراتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ میں ایک اجنبی تھا تو وہ جھینپ سی گئی اور اُس نے میرے آنے کا مدعا پوچھا۔

مسز لوئنز کو دیکھ کر مجھے سب سے پہلے یہ خیال گزرا۔ کہ وہ ایک بڑے درجے کی خوبصورت عورت تھی۔ اُس کے سر کے بال اور آنکھیں خوشنما بھورے رنگ کی تھیں۔ اور اُس کے رخسارے اگرچہ کافی اُبھرے ہوئے تھے۔ لیکن اُن کے گندمی رنگ پر غضب کی بہار تھی۔ جسے دیکھ کر گُل کیبٹ کے مرکزی حصے کا دھوکا گزرتا تھا میں پھر کہتا ہوں کہ اُسے پہلی بار دیکھ کر میں دل ہی دل میں اُس کی تعریف کرنے لگا لیکن دوسری بار نظر تنقید سے جو دیکھا تو کوئی خفیف سا نقص دکھائی دیا جو اس کے کمال حسن کو بٹہ لگا رہا تھا۔ یہ یا تو چہرے کا اُکھڑا پن تھا یا شاید کسی حد تک نرمی و ملاحت کی محتاج تھی یا ہونٹ کسی قدر ڈھیلے تھے۔ لیکن یہ بعد کے خیالات ہیں اُس وقت مجھے صرف یہ احساس تھا۔ کہ میں ایک نہایت خوبصورت عورت کے سامنے کھڑا ہوں جو مجھ سے میرے آنے کا سبب پوچھ رہی تھی۔ اُس لمحے تک مجھے معاملے کی نزاکت کا ذرا بھی خیال نہ آیا تھا۔ میں نے کہا "مجھے آپ کے والد سے متعارف ہونے کا فخر حاصل ہے"۔

یہ تعارف کرنے کا نہایت بے ڈھنگا اور بھدا سا طریقہ تھا۔ کیونکہ اُس نے

جلدی ہی یہ جتلا دیا "میرے اور میرے والد کے درمیان کبھی بھی مشترک نہیں "ان کا مجھ پر ذرہ بھی حق نہیں اور میں اُن کے احباب کو اپنے دوست نہیں سمجھ سکتی۔ اگر سر چارلس مرحوم اور دو چار اور بھلے مانسوں پر دولیعت نہ ہوتی تو میں ابا جان کی محبت اور شفقت کے باعث فاقوں مر رہی ہوتی"+

میں۔ "میں انہیں سر چارلس باسکرول کی وفات کے متعلق آپ سے ملنے آیا ہوں"+

اُس کے چہرے پر کے نشانات چمک اُٹھے اور وہ گرم ہو کر بولی "اُن کے متعلق میں کیا جانوں؟" اُس کی انگلیاں ٹائپ رائٹر پر تیزی سے حرکت کرنے لگیں+

میں۔ "کیا آپ اُن سے واقف نہ تھیں؟"

"میں پہلے ہی تو کہہ چکی ہوں کہ میں اُن کی بہت ممنون ہوں۔ اگر میں اپنا نان ونفقہ خود کما رہی ہوں۔ تو یہ زیادہ تر اُنہیں کے کرم و احسان کی بدولت ہے۔ جنہوں نے میرے حالِ زار پر اس قدر مہربانی کی تھی"+

میں۔ "کیا آپ کی اُن سے خط و کتابت تھی؟" اُس نے برہمی کے ساتھ جلدی سے اپنی بھوری آنکھوں سے مجھے دیکھ کر کہا "صاحب! آپ کا ان سوالات سے مطلب کیا ہے؟"

میں۔ میرا یہ مطلب ہے کہ جگ ہنسائی اور رسوائی نہ ہو۔ بہتر یہی ہے۔ کہ میں خود ہی پوچھوں اور معاملہ ہم سے باہر کسی اور تک نہ جانے پائے"+

وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔ لیکن اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ آخرکار اُس نے میری طرف ایسی لاپرواہی سے دیکھا گویا کہ وہ مقابلے کے لئے تیار تھی "اچھا فرمائیے آپ کیا پوچھتے ہیں؟"

میں۔ "کیا آپ نے سر چارلس سے کچھ خط و کتابت کی تھی؟"

"ہاں میں نے اُن کی ایسی پوشیدہ سخاوت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ایک دو خط لکھے تھے"+

میں۔ کیا آپ کو ان خطوط کی تاریخیں یاد ہیں؟"

"نہیں"

میں: "کیا آپ کی اُن سے ملاقات بھی ہوئی تھی؟"

"ہاں۔ جب وہ ایک دو بار کومبٹ لیسی میں آئے تھے تو میں اُن سے ملی تھی۔ وہ ایک گوشہ نشین انسان تھے۔ اور وہ چپکے چپکے ہی احسان و مروت کرنے کو ترجیح دیتے تھے"۔

میں۔ "اگر آپ کی اُن سے اتنی کم راہ و رسم تھی۔ تو آپ جو کچھ کہہ رہی ہیں کہ اُنہوں نے آپ کی امداد بھی کی تھی تو اُنہیں آپکی حالت کا کیسے علم ہوا؟"

اُس نے میرے اس مشکل سوال کا جواب بڑی حاضر جوابی سے دیا: "کئی ایک شریف آدمیوں کو میرے حالِ زار کا پتہ تھا اور اُن سب نے مل کر میری مدد کی تھی۔ اُن میں سے ایک سر چارلس کے گہرے دوست اور پڑوسی مسٹر سٹیپلٹن بھی تھے۔ وہ بہت مہربان تھے۔ اور اُنہیں کے باعث سر چارلس کو میرے حالات کا علم ہوا تھا"۔

مجھے پہلے معلوم تھا۔ کہ سر چارلس باسکرول نے سٹیپلٹن کو کئی بار ان خیرانہ کاموں میں اپنا منصرم بنایا تھا۔ اس لئے اُس عورت کا بیان سچا دکھائی دینے لگا۔

میں: "کیا آپ نے کبھی سر چارلس کو کوئی خط بھی لکھا تھا جس میں آپ نے اُن سے ملنے کی درخواست کی ہو؟"

مسز لوئنز نے پھر غصے سے سُرخ ہو کر کہا: "واقعی جناب یہ بڑا عجیب سوال ہے"

میں: "مجھے افسوس ہے کہ یہی سوال مجھے دُہرانا پڑیگا"۔

"تو میرا جواب سُن لیجئے کہ میں نے ہرگز نہیں لکھا"۔

میں: "کیا عین سر چارلس کی وفات کے دن تو نہیں لکھا تھا"۔

اب فوراً ہی وہ تپش جاتی رہی اور اُس کے چہرے پر مُردنی چھا گئی۔ اور اُس کے خشک ہونٹوں میں سے "نہیں" نہ کہا جا سکتا تھا۔ میں نے اُنکی جنبش دیکھی لیکن

کانوں سے کچھ نہ سُن سکا +

مَیں :- "غالباً آپ کو یاد نہ رہا ہوگا۔ میں اُس خط میں سے کچھ عبارت اب بھی پڑھ کر سکتا ہوں۔ ایک جگہ یہ تھی:- "آپ ایک شریف آدمی ہیں۔ اس لئے میں امید کرتی ہوں کہ آپ اسے جلا دینگے اور دس بجے اپنے دروازے پر ضرور تشریف لائینگے

میں تو سمجھا کہ اُسے غش آگیا تھا۔ لیکن وہ بڑی جد و جہد سے سنبھل گئی۔ او اُس نے تیزی سے سانس لیتے ہوئے کہا :- تو کیا واقعی جسے شریف کہتے ہیں۔ و دُنیا میں کوئی نہیں؟"

میں :- آپ بے انصافی کر رہی ہیں۔ اُنہوں نے خط جلا دیا تھا۔ لیکن بعض اوقا جلے ہوئے خط بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔ اب تو آپ تسلیم کرتی ہیں نا کہ آپ نے لکھا تھا؟"

اُس نے جوش سے کہا :- ہاں میں نے لکھا تھا اور مجھے کیا پڑی ہے کہ میں ا سے انکار کروں۔ اگر میں نے کسی سے مدد مانگی تھی تو کوئی قابل شرم بات نہ تھی۔ یقین تھا۔ کہ اگر مجھے ملاقات کا موقع مل گیا تو میں اُن سے مدد حاصل کر سکونگی۔ ا میں نے اُنہیں ملنے کی درخواست کی تھی" +

مَیں :- لیکن وہ بھی کوئی وقت تھا؟"

میں نے اُس وقت سُنا تھا کہ وہ چند مہینوں کے لئے لنڈن جا رہے تھے۔ ا کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ میں اُن کے جانے سے پیشتر اُنہیں نہ ملتی" +

مَیں :- "لیکن باغ میں ملنے کی بجائے آپ اُن کے گھر بھی جا سکتی تھیں" +

"کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایسے وقت میں ایک عورت کے لئے کسی مجرد کے گھر میں جانا مناسب تھا؟"

مَیں :- "اچھا۔ جب آپ وہاں گئیں تو پھر کیا ہوا؟"

"میں وہاں بالکل نہیں گئی" +

مَیں (تعجب سے) "مسنر لوسنز!"

تیں ہر ایک مقدس چیز کی قسم کھا کر کہتی ہوں - کہ میں وہاں نہیں گئی - ایک
جہ حائل ہو گئی تھی - جس سے میں وہاں نہ جا سکی"+

ں ": یہ وجہ کیا تھی؟"

"میرا ذاتی معاملہ ہے - میں آپ کو نہیں بتا سکتی"+

ں ": تو پھر آپ تسلیم کرتی ہیں کہ آپ نے وہی جگہ اور عین وہی وقت سر چارلس سے
نے کے لئے تجویز کیا تھا جس وقت اور جس جگہ اُن کی موت واقع ہوئی تھی - لیکن آپکو
ں بات سے انکار ہے کہ آپ وہاں گئی تھیں"+

"سچ بھی تو یہی ہے" - میں نے ہر چند جرح کی لیکن میں اس سے زیادہ نہ معلوم
ر سکا - میں نے اس طویل اور غیر قاطع گفتگو کے بعد اٹھتے ہوئے کہا - مسز لونسز -
پ اپنے سر پر ایک بڑی بھاری ذمہ واری لے رہی ہیں - اور آپ سب کچھ صاف
اف نہ کہہ دینے کے باعث اپنے آپ کو ایک حیثیت باطلہ میں پیش کر رہی ہیں - اگر
ھے پولیس کی امداد طلب کرنے کی ضرورت پڑی - تو آپ کو قدر عافیت معلوم ہو گی -
ر آپ بے قصور تھیں تو آپ نے پہلے ہی تاریخ مذکور پر سر چارلس کو خط لکھنے سے
ں کیوں کیا تھا"؟

"کیونکہ مجھے خطرہ تھا - کہ اس سے کوئی جھوٹے نتائج نکال کر مفت میں میری
سوائی نہ کرے"+

ں ": اور آپ نے اس خط کے جلا دینے کی اتنی تاکید کیوں کی تھی؟"

"اگر آپ نے خط پڑھا ہے تو آپ کو وجہ معلوم ہو گی"+

ں ": میں نے یہ کب کہا تھا - کہ میں نے سارا خط پڑھا ہے"+

"لیکن آپ نے اس میں سے کچھ حصہ مجھے سنایا تھا"+

ں ": میں نے وہی عبارت سنائی تھی جو خط لکھ چکنے کے بعد آپ نے نیچے لکھی تھی -
ں پہلے کہہ چکا ہوں - کہ خط جلا ہوا تھا - اس واسطے سارے کا سارا نہ پڑھا جا سکتا
ا - میں آپ سے پھر دریافت کرتا ہوں کہ آپ نے سر چارلس کو اس خط کے جلا دینے

کی اتنی تاکید کیوں کی تھی؟"

معاملہ نہایت پرائیویٹ ہے"+

میں۔"اس لئے سرکاری اور علانیہ تفتیش سے بچنا اور بھی ضروری ہے"+

"اچھا تو میں آپ کو بتائے دیتی ہوں۔ اگر آپ نے میری نامراد سرگزشت سُنی ہوئی ہے تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ میں نے بے سمجھے بُوجھے جلدی سے شادی کرلی تھی۔ جس پر مجھے بعد میں پچھتانا پڑا"+

میں۔"ہاں یہاں تک تو میں نے بھی سُنی ہے"+

"ایک ایسے شوہر کی وجہ سے جس سے میں سخت متنفّر ہوں۔ میری ساری زندگی ایک لامتناہی تکلیف و تصدیع کا سلسلہ ہے۔ قانون اُس کی حمایت پر ہے اس لئے ہر گھڑی مجھے یہی خطرہ رہتا ہے کہ وہ کہیں مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور نہ کرے۔ جس وقت میں نے سر چارلس کو یہ خط لکھا تھا۔ اُس وقت مجھے معلوم ہُوا تھا۔ کہ اگر میں چند ایک اخراجات کی متحمل ہوسکی تو مجھے اُس سے چھٹکارا حاصل کرلینے کی امید ہوسکتی تھی۔ اور ایسا ہو جانے میں اطمینان قلب۔ راحت۔ خود داری۔ غرضیکہ میرے لئے ہر ایک چیز اُس میں مضمر تھی۔ مجھے سر چارلس کی دریادلی کا علم تھا۔ اس لئے میں نے خیال کیا۔ کہ اگر میں خود جاکر انہیں اپنے حالات سناؤنگی تو انہیں اپنی مدد پر آمادہ کرسکونگی"+

میں۔"پھر آپ وہاں کیوں نہ گئیں؟"

"اس اثنار میں مجھے ایک اور جگہ سے مدد مل گئی تھی"+

میں۔"پھر آپ نے اس کے بعد سر چارلس کو یہ بات کیوں نہ لکھدی؟"

"اگر دوسرے دن میں اُن کی وفات کی خبر صبح کے پرچے میں نہ دیکھتی۔ تو میں نے اُن کو ضرور خط لکھا ہوتا"+

اُس کی یہ ساری داستان بالکل یکجان اور مکمل معلوم ہوتی تھی۔ اور میرے سوالات اس کے حصّوں کے باہمی ربط کو نہ توڑ سکے۔ اور اس کی صحت

جانچنے کا ایک ہی طریق ممکن تھا۔ یعنی یہ معلوم کرنا کہ آیا اُس نے اُس المناک حادثے کے بعد یا اُن دنوں میں اپنے خاوند سے طلاق حاصل کرنیکی کاروائی شروع کر دی تھی یا نہیں +

یہ بات تو لعید از قیاس معلوم ہوتی تھی۔ کہ وہ باسکرول ہال میں گئی ہو اور پھر اُس نے اس سے انکار کرنے کی جرأت کی ہو۔ اگر وہ وہاں گئی ہوتی۔ تو وہ کسی یکے یا بگھی کے بغیر نہ جا سکتی تھی۔ اور وہ واپس کومبٹر ٹیسی بمشکل صبح سے دو چار گھنٹے پیشتر پہنچ سکتی۔ اور ایسی شب نوردی پوشیدہ بھی نہ رہ سکتی تھی۔ اس لئے اُس نے اغلباً یا تو سب کچھ سچ کہا تھا۔ یا کم از کم اس کا ایک حصہ درست تھا۔ چنانچہ میں ناکام و مایوس واپس چلا آیا۔ اب پھر میرے سامنے وہی ناقابل گذر دیوار تھی۔ جو میری ہر منزلِ مقصود میں سدِ راہ ہُوا کرتی ہے۔ میں جتنا ہی اُس عورت کے رو در ویے کا خیال کرتا تھا۔ اتنا ہی زیادہ میں محسوس کرتا تھا۔ کہ وہ مجھ سے کوئی بات دیدہ ودانستہ چھپا رہی تھی۔ ورنہ اُس کے چہرے کی رنگت اتنی زرد کیوں پڑ جاتی؟ جب تک وہ بالکل مجبور نہ ہو جاتی تھی۔ وہ ہر ایک بات پر ڈٹ کر کیوں اڑ جاتی تھی؟ وہ اُس حادثے کے وقت اتنی خاموش کیوں رہی تھی؟

یقیناً ان سب خیالات کے جوابات میرے لئے اتنے تسلی بخش نہ تھے۔ کہ میں اُسے بالکل ہی بے قصور سمجھتا۔ اُس وقت میں اور تو کچھ نہ کرسکتا تھا۔ البتہ دلدل پر کے پتھر کے جھونپڑوں میں اُس دوسرے سُراغ کے لئے جا سکتا تھا +

اور وہ بھی ایک غیر معین سا نشان تھا۔ جب میں واپس جا رہا تھا۔ تو میں نے گاڑی پر سے دیکھا۔ کہ تقریباً ہر ایک پہاڑی پر اُن قدیم زمانے کے لوگوں کے مکانات موجود تھے۔ بیرمور نے تو اسی حد تک رہنمائی کی تھی۔ کہ وہ اجنبی اُن غیر آباد جھونپڑوں میں سے ایک میں رہتا تھا۔ اور ایسے تو ساری دلدل پر سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ لیکن میرا اپنا تجربہ ہی میرے لئے کافی رہنما تھا۔ کیونکہ میں نے اُسے خود سیاہ پہاڑی کی چوٹی پر کھڑے دیکھا تھا۔ اس لئے میری جستجو کا مرکز بھی وہی ہونا چاہیئے

اور وہاں سے لے کر جب تک منزلِ مقصود پر نہ پہنچ جاؤں مجھے ولدل کے ہر ایک جھونپڑے کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر وہ اندر ہُوا۔ اور ضرورت پڑی۔ تو میں اپنے ریوالور کے اشارے سے اُس سے پُوچھ لونگا۔ کہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے کیوں پھر رہا تھا۔ وہ ایجنٹ سٹریٹ کے جھگڑے میں تو ہم سے بچ کر جا سکتا تھا۔ لیکن اس سنسان ولدل پر وہ ایسا کرنے سے عاجز ہوگا۔ اور بصورتِ دیگر اگر میں نے وہ جھونپڑا ڈھونڈھ لیا اور اُس کا مکین کہیں باہر ہُوا۔ تو مجھے اندر بیٹھکر خواہ کتنی ہی دیر کیوں نہ پہرہ دینا پڑے میں اُس کے آنے تک بیٹھا رہونگا۔ ہومز کو تو وہ لندن میں جل دے گیا تھا۔ لیکن اگر میں نے اُسے پچھاڑ لیا تو میرے لئے مقام فخر ہوگا۔ کہ میں وہ بازی لے گیا ہوں۔ جسے میرا اُستاد بھی ہار چکا تھا +

اس تفتیش میں ہر جگہ قضا و قدر ہمارے خلاف تھے۔ لیکن اب خوشخبری کا نمائندہ مسٹر فرینکلینڈ کی شکل میں میری پیشقدمی کو آیا۔ اُس کے بال سفید تھے۔ اور چہرہ سُرخ تھا۔ وہ اپنے باغیچے کے دروازے سے جو عین برلب سڑک واقع تھا باہر کھڑا تھا۔ اُس نے غیر معمولی خندہ پیشانی سے مجھے صاحب سلامت کہی۔ "آپ ذرا اپنے گھوڑوں کو آرام کرنے دیجئیے اور خود بھی میرے ساتھ چل کر شراب کا ایک پیالہ نوش فرمائیے۔ اور میری خوش قسمتی پر مجھے مبارکباد دیجئیے" +

اُس کی اپنی لڑکی کے ساتھ بدسلوکی کا ذکر سُننے کے بعد اُس کے متعلق میرے خیالات دوستانہ نہ رہے تھے۔ لیکن میں چاہتا تھا۔ کہ جلد ہی جلدی کسی بہانے سے گھوڑوں کو اور پرکنز کو گھر بھیجدوں۔ چنانچہ میں گاڑی پر سے اُتر پڑا۔ اور میں نے پرکنز کے ہاتھ سر ہنری کو کہلا بھیجا۔ کہ میں شام کے کھانے کے وقت تک پہنچ جاؤنگا۔ اس کے بعد میں فرینکلینڈ کے پیچھے پیچھے کھانا کھانے کے کمرے کی طرف روانہ ہُوا +

فرینکلینڈ "جناب آج کا دن میری سرگذشت میں جلی حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ یہ وہ مبارک دن ہے جس میں مجھے دو کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں۔ میں ان لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ قانون قانون ہے۔ اور یہ کہ یہاں کم از کم اسکا

ایک نذر نام لیوا موجود ہے۔ میں نے بوڑھے مڈلٹن کی چراگاہ میں سے اس کے گھر کے سامنے عین سو گز پر ایک راستہ نکال دیا ہے۔ کیوں آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم ان امراء کو بتا دینگے۔ کہ وہ عوام کی زمین پر اب اکڑ اکڑ کر گھوڑے نہیں دوڑا سکتے لعنت ہے ایسے لوگوں پر! اور ہاں ابھی میں نے وہ جنگل بھی بند کر دیا ہے۔ جہاں فرنوردی کے لوگ چھٹی کے دن سیر و تفریح کے لئے جا کر رنگ رلیاں منایا کرتے تھے۔ یہ مردود کیا سمجھ بیٹھے ہیں۔ کہ ملکیت کے حقوق ہی نہیں اور یہ کہ جہاں ان کا جی چاہا۔ یہ جا کر کاغذ اور بوتلیں پھینک سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ان دو باتوں کا تو فیصلہ ہو گیا ہے۔ اور فیصلہ بھی خاطر خواہ ہوا ہے۔ جب سے میں نے سر جان مورلینڈ کو اپنے ہی خرگوشوں کے احاطے میں بندوق چلانے پر تجاوز مجرمانہ میں دھر لیا تھا۔ تب سے لے کر آج تک میں نے کوئی ایسا شاندار دن نہ دیکھا تھا"

میں :- "آپ نے یہ مقدمہ چلایا کیسے ؟"

فرینکلینڈ :- "اجی ذرا کتابوں میں "فرینکلینڈ خلاف مورلینڈ" رکن بنچ شاہی کی تفصیلات کا ملاحظہ فرمایئے۔ اس مقدمے پر اگرچہ میرے دو سو پونڈ خرچ ہو گئے تھے۔ لیکن فیصلہ میری ہی منشار کے مطابق ہوا تھا"

میں :- "آپ کو کیا اس سے کوئی فائدہ پہنچا تھا؟"

فرینکلینڈ :- "نہیں جناب مطلقاً نہیں۔ مجھے فخر ہے کہ اس مقدمے میں میرے ذاتی مفاد کا دخل نہ تھا۔ میں جو کچھ کرتا ہوں۔ صرف عوام کی خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر کرتا ہوں۔ مثلاً اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فرنوردی کے باشندے آج رات کو میرے گدے اور پتلے بنا کر جلائیں گے۔ جب پچھلی بار اُنھوں نے ایسے ہی کیا تھا۔ تو میں نے پولیس کو اطلاع دی تھی۔ کہ وہ ایسی معیوب حرکات کا انسداد کرے۔ لیکن اس ضلعے کی پولیس کا رویہ نہایت مفترِیانہ اور ہتک آمیز واقع ہوا ہے۔ میں نے اُنہیں کہہ دیا تھا۔ کہ اُنہیں اس پر پچھتانا پڑے گا۔ اور خدا کے فضل سے میرے الفاظ درست اُترے ہیں"

ہیں ۔۔۔ ڈاکٹر صاحب ۔۔۔ ذرا ٹھہریئے ۔۔۔ کیا میری آنکھیں مجھے دھوکا دے رہی ہیں ۔ یا فی الحقیقت ہی سامنے کی پہاڑی پر جو متحرک ہے؟ یہ ہم سے چند میل کے فاصلے پر تھی ۔ لیکن اس سبزی مائل نیلگوں زمین پر مجھے صاف طور پر ایک سیاہ دھبہ دکھائی دے رہا تھا ۔ فرینکلینڈ نے سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے چلا کر کہا :" آیئے جناب آیئے ۔ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر خود فیصلہ کر لیجئے "+

کوٹھے کے اگواڑے پر ایک بڑی دوربین ایک تپائی پر نصب کی ہوئی تھی ۔ فرینکلینڈ نے اُس سے آنکھ لگا کر دیکھا ۔ اور خوشی سے پکار اُٹھا :" جلدی آیئے ! ڈاکٹر صاحب جلدی دیکھئے ۔ وہ پہاڑی پر سے جانے نہ پائے !" ۔۔۔ ہاں وہ وہیں تھا ۔ ایک چھوٹا سا لڑکا ہاتھ میں ایک بقچہ اُٹھائے آہستہ آہستہ پہاڑی پر چڑھ رہا تھا ۔ جب وہ چوٹی پر پہنچا ۔ تو میں نے لمحہ بھر کے لئے وہ چیتھڑوں میں ملبوس بھدی بھونڈی شکل نیلگوں آسمان کے بالمقابل دیکھی ۔ اُس نے چوروں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھا ۔ گویا کہ اُسے تعاقب کا خطرہ تھا ۔ اور آناً فاناً میں پہاڑی سے غائب ہو گیا +

فرینکلینڈ :" کیوں میں سچ نہ کہتا تھا ؟"

میں ۔ ہاں ایک لڑکا ہے جو اغلباً کسی پوشیدہ مقصد کے لئے جا رہا ہے "+

فرینکلینڈ ۔ اور اس کے مقصد کا ایک دیہاتی سپاہی بھی اندازہ لگا سکتا ہے ۔ لیکن میں اُنہیں ایک لفظ بھی نہیں بتانے کا ۔ سُنا ڈاکٹر صاحب آپ کسی کو بتانا نہیں "+

میں :" اچھا جیسے آپ کی مرضی "+

فرینکلینڈ :" اُنہوں نے میرے ساتھ قابل شرم سلوک کیا ہے ۔ جب فرینکلینڈ خلاف ریجینا کے مقدمے کے حالات لوگوں کو معلوم ہونگے ۔ تو سارے علاقے کے لوگ طیش وغضب سے بھڑک اُٹھینگے ۔ اُس وقت میں بھی ان کی کسی طرح مدد نہیں کرونگا ۔ کیونکہ اگر میرے گڈوں اور پتلوں کی بجائے یہ خبیث اگر مجھے بھی جیتا ہی جلا ڈالیں ۔ تب بھی یہ نکھٹو ٹس سے مس نہ ہوں ۔ اُن کی بلا سے ! ۔۔۔ ہیں ڈاکٹر صاحب ؟ آپ جا تو نہیں رہے ؟ امید ہے کہ اس خوشی کے اعزاز میں اس کنٹر

کے خالی کرنے میں آپ میری مدد کرینگے" +

لیکن میں نے مکرر اُن کی دعوت قبول کرنے سے معذرت چاہی - اور انہیں اپنے ساتھ گھر تک جانے کے ارادے سے بصد مشکل باز رکھا - اور جب تک آنجناب کی نظر مبارک مجھ پر رہی - میں بھی سڑک پر چلتا رہا - اور جب خدا خدا کر کے اُنہوں نے پیٹھ پھیری - تو میں نے دلدل میں سے ہو کر اُس پتھریلی پہاڑی کا رُخ کیا جس پر میں نے لڑکے کو دیکھا تھا - ہر ایک بات میرے موافق تھی - اب میں نے قسم اُٹھائی کہ خدانخواستہ اگر میں اس خوش قسمتی کا فائدہ اُٹھانے میں ناکام رہا تو یہ میرے عدم استقلال یا میری کم ہمتی کے باعث ہرگز نہ ہوگا +

جب میں پہاڑی کی چوٹی پر پہنچا - تو آفتاب غروب ہو رہا تھا - اور نیچے کی ڈھلوانوں پر ایک طرف تو سبزی مائل سنہری سماں تھا - اور دوسری جانب لمبے لمبے سیاہی مائل سائے تھے - دُور افق پر دھند چھائی ہوئی تھی - جس میں سے "بلیوز" اور "وکسن" کی پہاڑیاں محض خیالی نظر آتی تھیں - اس پھیلاؤ پر نہ کسی قسم کی آواز تھی نہ حرکت ایک بڑا سا سیاہی مائل رنگ کا پرندہ جو کہ اغلباً مرغابی تھی - نیلگوں آسمان پر بلندی میں اُڑ رہا تھا - اس چرخ نیلی فام کے گنبد کے نیچے اگر کوئی جاندار نظر آتے تھے تو گویا تو یہ پرندہ تھا یا میں تھا - اس لق و دق بیابان کا سناٹا - اور میرے مقصد کی اہمیت اور پیچیدگی میرے دل میں افسردگی پیدا کر رہے تھے - وہ لڑکا کہیں نہیں نظر آتا تھا - لیکن کچھ دُور نیچے کی پہاڑیوں میں بڑا سا خلا تھا - جس میں پتھر کے پُرانے جھونپڑوں کا ایک حلقہ سا بنا ہوا تھا - ان کے وسط میں ایک ایسا بھی تھا - جس پر ایک ایسی چھت موجود تھی - جو موسم کی دست برداری سے کسی حد تک ایک پردے کی طرح ڈھانپ سکے - جب میں نے اسے دیکھا تو میرا دل بلیوں اُچھلنے لگا - اغلباً اُس اجنبی کا مسکن یہی غار تھا اور آخر کار آج میرا پاؤں اُسکی کمینگاہ کی دہلیز پر تھا - اور عنقریب ہی اُس کا راز میرے قبضے میں آنیوالا تھا +

جب میں اُسکے قریب پہنچا تو میں ایسی ہی احتیاط سے جا رہا تھا جسطرح سٹیپلٹن

بیٹھی ہوئی تیتریوں کے پاس تول تول کر اپنی جالی لے جاتا ہوگا۔ میں نے اپنی تسلی کرلی۔ کہ واقعی وہ جگہ رہائش کے لیئے استعمال کی گئی تھی۔ کیونکہ پتھروں میں سے ایک نامعلوم سا راستہ ایک منہدم سے سوراخ کی طرف جاتا تھا۔ جو دروازے کی بجائے تھا۔ اندر بالکل خاموشی تھی۔ اب ممکن تھا۔ کہ یہ اجنبی اندر ہو یا باہر دلدل میں گھات لگائے بیٹھا ہو۔

اس جسارت آمیز مہم کے خیال سے میری رگوں میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ میں نے اپنا سگرٹ ایک طرف پھینک کر اپنے ہاتھ سے پستول کے دستے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا۔ اور جلدی سے دروازے پر پہنچکر اُس کے اندر جھانکا۔ مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ لیکن ایسے کئی نشانات تھے۔ جن سے ثابت ہو رہا تھا۔ کہ میں کسی اور ٹوہ پر نہ آیا تھا۔ یہیں وہ شخص یہیں رہتا تھا۔ چند کمبل ایک واٹر پروف میں لپٹے ہوئے اُسی سِل پر رکھے ہوئے تھے۔ جس پر کبھی پتھر کے زمانے کے لوگ سوتے ہونگے۔ بھدی سی انگیٹھی میں راکھ سے آگ دبی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ہی کچھ کھانا پکانے کے برتن تھے۔ جن کے پاس ہی پانی کی تقریباً آدھی چھاگل بھری ہوئی تھی۔ ٹین کے خالی ڈبوں کے انبار سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ کچھ عرصے سے یہ جگہ آباد رہی ہے۔ اور جب اس چٹاک دار روشنی سے میری آنکھیں قدرے مانوس ہوگئیں۔ تو کونے میں مجھے ایک پیالہ اور شراب کا ایک ادھیا نظر آیا۔ کوٹھڑی کے درمیان ایک چوڑا سا پتھر تھا۔ جو میز کا کام دے رہا تھا۔ اُس پر کپڑے کا ایک بقچہ پڑا تھا۔ یہ وہی ہوگا۔ جو میں نے اُس لڑکے کے کندھے پر دیکھا تھا۔ اُس میں ایک روٹی کچھ گوشت اور دو محفوظ شدہ آڑوؤں کے ڈبے بند تھے۔ جب میں نے اس کا ملاحظہ کر کے اسے دوبارہ میز پر رکھا تو میں نے اس کے نیچے کاغذ کے ایک تختے پر ایک تحریر دیکھی۔ جس سے میں دم بخود ہو کر رہ گیا۔ جب میں نے اٹھا کر پڑھی۔ تو پنسل کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ گھسیٹے ہوئے تھے:۔ "آج ڈاکٹر واٹسن کومبِ ٹریسی گیا ہے"۔ ایک منٹ تک تو میں یہ کاغذ ہاتھ میں لئے سوچتا رہا کہ ایسے مختصر پیغام کا مطلب کیا ہو سکتا

تھا۔ اب مجھے معلوم ہُوا۔ کہ یہ آدمی سرہنری کے پیچھے نہیں پھر رہا تھا۔ بلکہ میری حرکات وسکنات تاڑ رہا تھا۔ اور وہ خود میرے پیچھے نہیں گیا تھا۔ بلکہ اُس نے اپنے کسی کارندے کو بھیجا تھا۔ اور اغلباً یہ اطلاع اُسی لڑکے کی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ اس دلدل پر کی میری ہر ایک حرکت کا اُسے علم ہوگا۔ ہر وقت ہمیں کسی نادیدہ طاقت کی موجودگی کا خیال رہتا تھا اور ہمارے ارد گرد جال بھی اس خوبی سے لگا ہُوا تھا۔ کہ کسی خاص موقعے پر ہی ہمیں یہ احساس ہوتا تھا۔ کہ ہم اس کے چنگل میں گرفتار ہیں۔

میں نے سوچا۔ کہ اگر وہاں ایک رپورٹ تھی۔ تو اور بھی ہونگی۔ اس لئے میں نے کوٹھڑی کی تلاشی شروع کر دی۔ لیکن مجھے کوئی ایسی چیز نہ ملی۔ اور نہ ہی کسی ایسی چیز کا نشان ملا۔ جس سے اس اجنبی کے چال چلن یا اس کے ارادوں کا پتہ چل سکتا۔ البتہ یہ معلوم ہُوا۔ کہ وہ زندگی کے آرام وآسائش کی بہت کم پرواہ کرنے والا انسان تھا۔ اور وہ کم وبیش سردی گرمی سہ سکتا تھا۔ جب مجھے موسلا دھار بارشوں کا خیال آیا۔ اور میں نے چھت کی طرف دیکھا۔ جس میں جا بجا موریاں اور سوراخ تھے تو میں نے محسوس کیا۔ کہ جو شخص یہ سب کچھ برداشت کرسکتا تھا اُس کا ارادہ کس قدر زبردست اور مضبوط ہوگا۔ اب سوال یہ تھا۔ کہ آیا کہ وہ کوئی کینہ ور دشمن تھا۔ یا کوئی محافظ دوست تھا۔ میں نے قسم کھائی۔ کہ جب تک میں یہ نہ معلوم کر لونگا۔ اس جھونپڑے سے باہر نہیں نکلونگا۔

باہر آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اور افق مغرب سنہری اور کرمزی رنگوں سے شعلہ بداماں ہو رہی تھی۔ گرمپن کی دلدل کے آبی قطعات پر سے سُرخ وسفید کرنیں منعکس ہو کر واپس لوٹ رہی تھیں۔ باسکرول ہال کے دو بُرج سامنے نظر آرہے تھے اور دُور کا دھواں موضع گرمپن کا محل وقوع دکھا رہا تھا۔ ان دونوں کے درمیان پہاڑی کے نیچے سٹیپلٹن کا گھر تھا۔ شام کی اس ہلکی اور لطیف روشنی میں ہر ایک چیز سہانی اور خوشنما نظر آرہی تھی۔ لیکن میں تھا۔ کہ ان مناظر قدرت

کی پُر اطمینان خاموشی کا عشرِ عشیر بھی میرے دل میں نہ تھا۔ بلکہ اس کے برعکس ایک غیر معین ملاقات کے خیال سے جس کا وقت قریب آ رہا تھا۔ میں تھرتھرا رہا تھا میرے رگ و ریشے اگرچہ جھنجھنا رہے تھے لیکن میں مستقل مزاجی سے اس تاریک کوٹھری میں بیٹھ کر اس کے مکین کے آنے کا صبر و اطمینان کے ساتھ انتظار کھینچ رہا تھا۔

آخر کار میں نے کچھ آہٹ سُنی۔ پتھروں سے ٹکراتے ہوئے بوٹوں کی آواز بہت دُور سے آئی۔ اس کے بعد ایک اور ہی ایسی آواز آئی۔ اور کچھ دیر کے بعد یہ آواز پے در پے آنے لگی۔ اور لحظہ بلحظہ قریب ہوتی گئی۔ میں کوٹھڑی کے تاریک ترین کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ اور اپنی جیب میں پستول کو بھر کر رکھ لیا۔ اور میں نے مصمم ارادہ کیا۔ کہ جب تک پورے طور پر اس اجنبی کو دیکھ نہ لونگا۔ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرونگا باہر دیر تک قدموں کی آواز موقوف رہی۔ جس سے ظاہر تھا۔ کہ وہ کہیں ٹھیر گیا تھا۔ اس کے بعد پھر قدموں کی آواز آئی۔ اور جھونپڑے کے دروازے پر ایک سایہ پڑا۔ "مائی ڈیر واٹسن! کیا سہاؤنی شام ہے۔ میرے خیال میں تمہیں یہاں بیٹھنے کی نسبت باہر زیادہ آرام ہوگا۔" میں اس آواز اور لب و لہجہ کو پہلے سے ہی خوب پہچانتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔!

بارھواں باب

دلدل پر مردہ

ایک دو منٹ کے لیئے میں دم بخود بیٹھا رہا۔ پہلے تو مجھے اپنی سامعہ کی صحت پر شک گزرا۔ لیکن رفتہ رفتہ میرے حواس بجا ہو گئے۔ اور میری قوتِ گفتار بھی لوٹ آئی۔ اور میرے دل پر سے ذمہ داری کا بارِ گراں جاتا رہا۔ ایسی سرد۔ پُر رمز اور پُر مغز آواز دنیا بھر میں صرف ایک انسان کی ہو سکتی تھی۔ میں زور سے پکار اُٹھا "ہومز! ہومز!"

ہومز:۔ "ہاں باہر آجاؤ۔ لیکن ذرا اپنے ریوالور کا خیال رکھنا"

میں بھدی سی سردل کے نیچے سے جھک کر نکلا اور دیکھا۔ کہ وہ باہر ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب اُس نے میرے حیران اور پریشان چہرے کو دیکھا۔ تو اُس کی ہلکے رنگ کی آنکھیں میری ہیئت کو دیکھکر دل لگی سے رقص کرنے لگیں۔ وہ دُبلا اور مضمحل سا ہو گیا تھا۔ لیکن پھر بھی ہوشیار اور مستعد تھا۔ اُس کا ذہین اور معاملہ فہم چہرہ دھوپ اور ہوا سے جُھلس کر کھردرا ہو گیا تھا۔ وہ پٹی کا سُوٹ زیب تن کیئے سر پر کپڑے کی ٹوپی پہنے ہوئے دلدل پر کسی سیاح کی طرح نظر آتا تھا۔ اُس کے امتیازات خصوصی میں سے ایک یہ تھا۔ کہ وہ بلی کی طرح ذاتی صفائی کا خیال رکھتا تھا۔ ٹھوڑی ہمیشہ صفاچٹ رہتی تھی اور اُسکا لباس ہر جگہ ایسا ہی مکمل ہوتا تھا جیسا کہ وہ بیکر سٹریٹ میں پہنا کرتا تھا۔ میں نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "تم سے مل کر مجھے اتنی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ کہ عمر بھر میں کبھی نہ ہوئی ہو گی"

ہومز:۔ "اور شائد اتنے حیران بھی کبھی نہ ہوئے ہو گے؟"

مَیں:۔ "ہاں مجھے یہ بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے"

ہومز :"میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ یہ حیرانی دوطرفہ تھی۔ کیونکہ مجھے ذرا بھی خیال نہ تھا۔ کہ تم نے میری عارضی قیام گاہ ڈھونڈھ نکالی ہوگی۔ اور جب تک میں دروازے سے بیس قدم کے فاصلے پر نہ آگیا تھا۔ مجھے اس بات کا مطلقاً وہم و گمان بھی نہ تھا کہ تم یہاں موجود ہوگے"۔

مَیں :"میرے پاؤں کے نشانات ہونگے؟"

ہومز :"میں دُنیا بھر کے پاؤں کے نشانات میں سے تمہارے پاؤں کے نشانات پہچان نہیں سکتا۔ اگر تم واقعی مجھے دھوکا دینے کے درپے ہو۔ تو سب سے پہلے اپنا تمباکو فروش تبدیل کرو۔ کیونکہ جب میں سگرٹ کے ٹوٹے پر بریڈلے۔ اکسفورڈ سٹریٹ دیکھتا ہوں۔ تو مجھے معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ میرا دوست واٹسن کہیں قریب ہی ہے تم نے اسے راستے پر ایک طرف کو پھینکدیا تھا۔ اور اغلباً جب تم نے اس خالی جھونپڑے پر دھاوا بولا ہوگا تو اسے پھینک دیا ہوگا؟"

مَیں :"ہاں ہُوا تو ایسے ہی تھا"۔

ہومز :"میں نے بھی یہی خیال کیا تھا۔ مجھے تمہاری قابل تعریف ثابت قدمی کا بھی علم تھا۔ اس لئے مجھے یقین تھا۔ کہ تم کوئی ہتھیار لئے گھات میں بیٹھے اسکے مکین کے آنے کے منتظر تھے۔ اچھا تو تم نے کیا سمجھا تھا کہ میں کوئی مجرم تھا؟"

مَیں :"مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تم کون تھے لیکن میں نے تمہیں ڈھونڈھ نکالنے کا مصمم ارادہ کیا ہُوا تھا"۔

ہومز :"لیکن تم نے میری جائے رہائش کیونکر معلوم کی۔ شائید تم نے مجھے اس رات کو دیکھا تھا۔ جس رات تم اُس مفرور کو پکڑنے آئے تھے۔ اُس وقت میں نے کوتاہ اندیشی سے اپنے پیچھے چاند کے نکل آنے کا خیال نہ کیا تھا"۔

مَیں :"ہاں۔ میں نے تمہیں اُس وقت دیکھا تھا"۔

ہومز۔ "اور اغلباً تم نے یہاں پہنچنے سے پہلے باقی کے تمام جھونپڑوں کی تلاشی لی ہوگی؟"

میں :"نہیں ۔ تمہارے اُس چھوکرے کو دیکھ لیا تھا اور اس بات نے تمہارا پتہ بتانے میں میری رہنمائی کی تھی"

ہومز:"اغلباً وہ دوربین والا بوڑھا ہوگا جب میں نے پہلے پہل اس کے محدب شیشے پر سے روشنی چمکتی دیکھی تو میں نہ سمجھ سکا کہ کیا چیز تھی"۔ ۔ ۔ ۔ ہومز نے اُٹھکر دروازے میں جھانک کر دیکھا: "اہا۔ کارٹرائٹ تو کچھ لے آیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ کاغذ کیسا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا تم کومبر ٹریسی گئے تھے؟

میں :"ہاں"

ہومز:"مسز لارا لیونز سے ملنے گئے تھے"؟

میں:"ہاں اسی کام کے لئے ـــــ"

ہومز:"بہت خوب ۔ ہم دونوں کی تحقیقات متوازی خطوط پر رہی ہے ۔ اور جب ہم ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کرینگے تو میرے خیال میں ہمیں اس مقدمے کے حالات کا کافی علم ہو جائیگا"

میں :"تمہیں یہاں دیکھکر میں تہ دل سے خوش ہوا ہوں ۔ کیونکہ یہ پُر اسرار ذمہ داری میرے لئے ناقابل برداشت ہو رہی تھی ۔ لیکن تعجب تو اس بات پر آتا ہے کہ تم یہاں آئے کیوں اور کرتے کیا رہے ہو ۔ میں تو سمجھا تھا ۔ کہ تم بیکر سٹریٹ میں اپنے ڈاکے والے مقدمے کی گتھی سلجھا رہے ہوگے"

ہومز:"میں چاہتا ہی یہی تھا ۔ کہ تم یہی سمجھتے رہو"

اس کے جواب میں میں نے قدرے تلخی کے ساتھ کہا :"تو پھر تم مجھ سے کام بھی لیتے رہے اور مجھ پر اعتماد بھی نہ کر سکتے تھے ۔ میرے خیال میں میں اس سے بہتر سلوک کے قابل تھا"

ہومز:"عزیز من! تمہاری خدمات اس معاملے میں حسب دستور میرے لئے بے بہا تھیں ۔ اگر میں نے تمہیں دھوکا دیا ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں ۔ درحقیقت کسی حد تک میں نے تمہاری خاطر ہی ایسے کیا تھا ۔ کیونکہ میں نے تمہاری مخدوش حالت کا

صحیح اندازہ کر لیا تھا۔ اسی لئے میں خود یہاں چلا آیا۔ اگر میں تمہارے اور سر ہنری کے ساتھ ہوتا۔ تو اغلباً میرا زاویۂ نظر بھی تمہارے سا ہوتا۔ اس کے علاوہ میری موجودگی نے ہمارے خطرناک مخالف کو متنبہ کر دیا ہوتا۔ اور وہ ہر طرح سے محتاط رہتا۔ درحقیقت جو سہولتیں مجھے یہاں میسر تھیں۔ اگر میں باسکرول ہال میں ہوتا۔ تو ان سے ہرگز ہرگز فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ اب میری طاقت کی موجودگی کا کسی کو علم نہیں اور جب کبھی اس کے استعمال کی ضرورت پڑی۔ میں یک لخت ہی حسب منشاء اپنا تمام بوجھ ڈال سکنے کے قابل ہونگا"۔

میں "لیکن تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

ہومز "اگر تمہیں معلوم بھی ہوتا تو یہ ہمارے لئے چنداں مفید مطلب نہ تھا۔ بلکہ ممکن تھا کہ اس سے میرے یہاں موجود ہونے کا راز بھی طشت از بام ہو جاتا۔ کیونکہ کبھی تم آکر مجھے کچھ بتانا چاہتے یا میری آسائش کا خیال کر کے کوئی ایسی اشیاء لاتے جن سے مفت میں ہمیں اس بات کا خطرہ رہتا۔ میں کارٹرائٹ کو اپنے ساتھ لے آیا تھا... ...تمہیں وہ خبر رسانی کے دفتر والا لڑکا یاد ہے نا؟... وہ میری سادہ ضروریات یعنی روٹی کا ٹکڑا اور دھلی ہوئی قمیض بہم پہنچاتا رہا ہے۔ بس۔ انسان کو اس سے زیادہ کیا چاہیئے؟ اور اس کے باعث میرے پاس آنکھوں اور تیز رفتار ٹانگوں کا ایک ایک جوڑا زائد ہو گیا۔ اور یہ دونوں بڑی کارآمد ثابت ہوئیں"۔

میں "تب تو میری رپوٹیں سب کی سب اکارت گئیں"؟ جب مجھے اُن تکالیف اور اپنے فخر بہ پیرائے کا خیال آیا۔ تو میری آواز رقیق ہو گئی۔ اس کے جواب میں ہومز نے اپنی جیب میں سے کاغذوں کا ایک پلندا نکال کر کہا "یہ لو میاں! تمہاری رپوٹیں یہ ہیں۔ اور یقین جانو۔ کہ میں نے ان کی خوب ورق گردانی کی ہے۔ میری ڈاک کا انتظام ایسا اعلٰے تھا۔ کہ یہاں پہنچنے میں انہیں صرف ایک دن زائد لگتا تھا۔ اس غیر معمولی اور دقیق مقدمے میں مَیں تمہاری سرگرمی اور ذہانت کی داد دیتا ہوں"۔

میں ابھی تک ہومز کے دھوکا دینے پر قدرے گرم تھا۔ لیکن اُس نے ایسی

خلوص دلی سے میری تعریف کی۔ کہ رہی سہی خفگی بھی میرے دل سے جاتی رہی۔ اور میں نے محسوس کیا۔ کہ وہ یہ خیال کرنے میں حق بجانب تھا۔ کہ اگر مجھے اُس کی موجودگی کا علم ہوتا۔ تو یہ ہمارے مفاد کے لئے نقصان وہ بات تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ میرا مکدر چہرہ قدرے صاف ہوگیا ہے۔ تو اُس نے کہا "ہاں یہ بہتر ہے . . . . اور اچھا اب ذرا مسز لارا لوئنز کی ملاقات کی تفصیل سناؤ ـــــ ہاں۔ میرے لئے یہ قیاس کرنا دشوار نہ تھا۔ کہ تم اُسی کو ملنے گئے تھے۔ کیونکہ مجھے بخوبی معلوم ہے کہ اگر کومبٹر لیسی کا کوئی باشندہ ہماری مدد کرسکتا ہے تو وہ یہی مسز لوئنز ہے۔ اگر فی الحقیقت ہی تم وہاں نہ گئے ہوتے تو بہت اغلب تھا۔ کہ کل میں خود اُسے ملنے جاتا"+

اب سورج غروب ہوچکا تھا۔ دلدل پر بھی جھٹ پٹا سا ہوگیا تھا۔ اور ہم باہر ہوا سے ٹھٹھرنے لگے تھے۔ اس لئے گرمائی کے لئے کوٹھڑی میں چلے گئے اور شفق کی دھندلی سی روشنی میں جاکر بیٹھ گئے۔ اُس خاتون سے جو گفتگو ہوئی تھی۔ میں نے وہ ہومز کو کہہ سنائی۔ لیکن وہ اس کے سُننے کا اتنا مشتاق تھا۔ کہ اُس کی تسلی کرنے کے لئے مجھے کئی ایک باتیں مکرر کہنی پڑیں۔ جب میں ختم کرچکا۔ تو ہومز نے کہا "یہ اہم ترین بات ہے۔ اور یہ اس پیچیدہ معاملے کی اُس کمی کو پورا کردیتی ہے۔ جس کے پُر کرنے سے مَیں عاجز آگیا تھا۔ شائد تمہیں معلوم ہوگا کہ اس عورت اور سٹیپلٹن کے درمیان نہایت گہری دوستی ہے"+

مَیں "اس میں تو ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ خط وکتابت بھی ہے۔ غرضیکہ اُن کے مابین ایک باہمی سمجھوتہ سا ہے۔ . . . . اچھا۔ اس سے ہمارے ہاتھ میں ایک زبردست حربہ آجاتا ہے . . . . . . اگر میں ان معلومات کو اُسکے اور اُسکی بیوی کے درمیان تفرقہ ڈالنے ـــ" +

مَیں "ہیں؟ اُس کی بیوی؟ . . . . !"

ہومز "اچھا۔ اب تمہاری اطلاعات کے عوض میں مَیں بھی تمہیں کچھ بتاتا ہوں۔ یہ خاتون جو یہاں مس سٹیپلٹن بنی ہوئی ہے۔ درحقیقت یہ اُس کی بیوی ہے"+

مَیں :- ہیں ؟ ہومز! یہ کیا ؟ کیا تم بالوثوق کہہ رہے ہو ؟ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اُس نے مسٹر ہنری کو اُس پر شیدا ہونے دیا ہو ؟"

ہومز :- مسٹر ہنری کی محبت اُن کی اپنی ذات کے سوا کسی اور کے لئے نقصان دہ نہ ہو سکتی تھی۔ اور تم نے خود بھی دیکھا ہے۔ کہ وہ خاص طور پر اس بات کا خیال رکھتا تھا۔ کہ مسٹر ہنری کو راز و نیاز کا موقع نہ ملے۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ یہ خاتون اُس کی بہن نہیں اُس کی بیوی ہے"۔

مَیں :" لیکن ایسی دقت آمیز بناوٹ سے اُنہیں کچھ فائدہ ؟"

ہومز۔ کیونکہ اُس نے یہ دُور اندیشی کی تھی۔ کہ وہ ایک آزاد عورت کی حیثیت میں زیادہ مفید مطلب ثابت ہو گی"۔

میری تمام غیر متکلم تحریکاتِ طبعی اور دیگر غیر معین شبہات شکل پذیر ہو گئے اور ان سب کا مرکز یہ سائینسدان تھا۔ میں اس بے حس اور بے رونق چہرے پر گھاس کی ٹوپی پہننے والے انسان میں جو عام طور پر اپنی تیتریاں پکڑنے کی جالی لئے پھرتا تھا۔ ایک خطرناک سی جھلک دیکھنے لگا۔ یعنی وہ لاانتہا صبر و عیاری کا ایک مجسمہ تھا۔ جس کا چہرہ متبسم لیکن دِل خونی تھا۔" کیا یہ وہی ہے ؟ . . . . . ہمارا وہ دُشمن کون ہے ؟ . . . . . کیا لندن میں یہی ہمارے پیچھے پھرتا تھا ؟"

ہومز۔ مَیں تو یہ بجُھارت ایسے ہی بوجھتا ہوں"۔

مَیں :- اور وہ آگاہ کُن تحریر اغلبًا اس عورت کی طرف سے تھی ؟"

ہومز :- ہاں اُسی کی طرف سے تھی"۔

اب تک ایک سخت خطرناک۔ نیم ظاہر اور نیم قیاس کردہ شیطنت تاریکی میں میرا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ میں نے ہومز سے پھر پُوچھا :" کیا تمہیں بالکل یقین ہے ؟ تمہیں کیسے معلوم ہُوا۔ کہ یہ خاتون اس کی بیوی ہے ؟"

ہومز :" جب وہ تم سے پہلی دفعہ ملا تھا تو اُس نے خود فراموشی سے تمہیں اپنی اصلی سرگذشت کا ایک حصہ بتایا تھا۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ وُہ اُس وقت سے لے کر

آج تک کئی بار متاسف اور پریشان ہو چکا ہوگا کہ اُس نے نہیں یہ کیوں بتایا۔ وہ بے شک انگلستان کے شمال میں کچھ عرصہ ایک اُستاد رہا ہے۔ اور ایک اُستاد کا کھوج نکالنا آسان ترین بات ہے۔ کیونکہ سکولوں کی کئی ایک کارکن سوسائٹیاں موجود ہیں۔ جن سے ہو شخص بھی درس وتدریس کا کام کرتا رہا ہو۔ شناخت کیا جاسکتا ہے چنانچہ تھوڑی سی تحقیقات کے بعد مجھے معلوم ہوگیا۔ کہ ایک سکول کو نہایت بُرے حالات میں سخت نقصان پہنچا تھا اور وہ شخص جو اس کا مالک تھا (اُس کا نام کچھ اور تھا) اپنی بیوی سمیت کہیں غائب ہوگیا تھا۔ ان دونوں کے حُلیے بھی ویسے ہی تھے۔ جب میں نے سُنا۔ کہ یہ روپوش انسان علم حشرات الارض کا دلدادہ تھا۔ تو شناخت بالکل مکمل ہوگئی"۔

مَیں۔ "اگر یہ عورت واقعی اُس کی بیوی ہے تو یہ مسز لارا لوئنز کہاں سے آن ٹپکیں؟"

ہومز۔ "یہ اُن واقعات میں سے ہے۔ جن پر تمہاری اپنی ہی تحقیقات نے بہت کچھ روشنی ڈالی ہے۔ اُس عورت سے تمہاری ملاقات نے بہت کچھ صاف کر دیا ہے۔ مجھے طلاق حاصل کرنے کی کاروائی کا مطلقاً علم نہ تھا۔ اس صورت میں سٹیپلٹن کو کنوارا سمجھکر بیشک اُسے اُس کی بیوی بننے کا خیال ہوگا"۔

مَیں۔ "اور جب یہ حقیقت اُسے معلوم ہوگی تو ــــــ؟"

ہومز۔ "پھر تو وہ خاتون ہمارے لئے مفید ثابت ہوگی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس سے ملیں۔ ہاں کل ہی ہم دونوں اُس کے ہاں چلینگے . . . . کیوں واٹسن؟ تمہیں یہ خیال نہیں۔ کہ تم سر ہنری سے دُور ہو؟ تمہیں تو اس وقت باسکرول ہال میں ہونا چاہئیے تھا"۔

اب شفق کی آخری سُرخی بھی دُور مغرب میں غائب ہوگئی۔ دلدل پر رات چھاگئی۔ اور نیلگوں آسمان پر بہت دُور چھوٹے چھوٹے ستارے جھلملانے لگے۔ میں نے ہومز سے پُوچھا "بس ہومز ایک آخری سوال . . . . میرے اور تمہارے درمیان کسی قسم کے اخفاء کی ضرورت نہیں۔ بتاؤ تو کہ ان سب باتوں کا آخر مطلب کیا ہے

اور اُس کا ارادہ کیا ہے؟"

اس کے جواب میں ہومز کی آواز مدھم پڑ گئی اور اُس نے کہا "واٹسن! قتل!
اور یہ بھی کیسا؟ قتل عمد سخت بے رحمی اور سفاکی سے۔ لیکن صفائی سے۔ اب مجھ
سے زیادہ تفصیلات نہ پوچھو۔ میرا جال اُس کے گرد تنگ ہو رہا ہے اور علی ہذالقیاس
اُس کا دام بھی سر ہنری پر تنگ ہو رہا ہے۔ اب ہمیں اگر خطرہ ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ
وہ ہمارے تیار ہونے سے پیشتر ہی کہیں وار نہ کر بیٹھے۔ بس۔ اب مجھے زیادہ سے
زیادہ ایک یا دو دن چاہئیں۔ اور پھر میرا سارا مقدمہ مکمل ہو جائیگا۔ لیکن اُسوقت
تک تم سر ہنری کی اسی طرح خبر گیری کرنا جس طرح کوئی ماں اپنے لاڈلے بچے کی تیمارداری
کیا کرتی ہے۔ آج کا کام تو تم نے سرانجام کیا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں۔ کہ تم اُن
سے جدا نہ ہو ۔۔۔۔۔ ہیں ۔۔۔۔؟"

اس دلدل کی خاموشی میں یکایک ایک زبردست چیخ اور پھر دردناک اور
خوفناک چیخم دھاڑ شروع ہو گئی۔ اس کی ہیبت سے میری رگوں کا خون برف کی
طرح سرد ہو گیا۔ میں نے تیزی سے سانس لیتے ہوئے کہا "میرے خدا! یہ کیا ہے؟
اس کا کیا مطلب؟ ہومز نے جست کی۔ اور میں نے اُس کے کھائے ہوئے جسم کو جھونپڑے
کے دروازے پر دیکھا۔ اُس کے کندھے آگے کو جھکے ہوئے تھے۔ سر آگے کو نکلا ہوا
تھا۔ اور اُس کا چہرہ باہر تاریکی میں تھا اُس نے ۔۔۔۔۔۔۔۔
آہستہ سے مجھے "ش۔ ش۔ ش" کہا۔ وہ چیخ بڑے زور کی تھی۔ اس لئے ہمیں بلند
معلوم ہوتی تھی۔ لیکن دراصل یہ بہت دُور میدان سے آئی تھی۔ اور اب یہ ہمارے
کانوں میں اور بھی خوفناک اور قریب سے آتی معلوم ہوتی تھی۔ لحظہ بلحظہ یہ ہمارے
قریب پہنچ رہی تھی۔ ہومز نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا "کس طرف سے
آتی ہے؟" میں نے اندھیرے میں ایک طرف اشارہ کیا۔ لیکن ہومز نے کہا۔ "ادھر
سے" اب پھر ایک دردناک چیخ اس خاموشی میں پھیل گئی۔ یہ ہم سے بہت کم فاصلے
پر سے آئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی غرّانے اور گھُرکنے کی ہموار آواز بھی آئی۔ یہ

سمندر کی آواز کی طرح مسلسل تھی اور اس میں بھی ویسا ہی مد و جزر تھا۔ ہومز نے کہا "ہاں۔ وہی شکاری کتا ہے۔ آؤ۔ واٹسن! جلدی آؤ۔ اگر ہم دیر سے پہنچے۔ تو خدا ہی حافظ ہے"۔ ہومز نے دلدل پر تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ میں بھی اُس کے عقب میں تھا۔ لیکن اب اس ناہموار جگہ پر سے ایک آخری یاس انگیز چیخ سنائی دی۔ اور پھر کسی کے دھم سے گرنے کی آواز آئی۔ ہم ٹھیر کر سننے لگے۔ اس خاموش اور غیر متحرک فضا میں سے مطلقاً کوئی اور آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ ہومز نے ایک تباہ اور برباد ہو جانے والے انسان کی طرح اپنی چھاتی پر زور سے دو ہتھڑ مارا۔ اور پھر جوش سے اپنا پاؤں زمین پر مار کر کہا "واٹسن! ہم بہت دیر سے پہنچے ہیں۔ اُس نے جیت لیا ہے"۔

مَیں "نہیں۔ ہرگز نہیں"۔

ہومز "میں بڑا احمق تھا۔ جو میں نے اپنا ہاتھ روکے رکھا۔ اور واٹسن تم دیکھو۔ سرہنری کا ساتھ چھوڑنے سے کیا حشر ہوا۔ لیکن واللہ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی۔ تو ہم اُس کا انتقام لئے بغیر نہیں رہینگے"۔ ہم اندھیرے میں اندھا دھند پتھروں سے ٹھوکریں کھاتے۔ خاردار جھاڑیوں میں سے چیرتے پھاڑتے دوڑتے ہوئے پہاڑی کے اوپر ہانپتے ہانپتے چڑھے۔ اور پھر وہاں ڈھلوان پر سے کودتے پھاندتے لڑھکتے ہوئے نیچے پہنچے۔ ہومز ہر ایک چوٹی پر پہنچکر غور سے اپنے ارد گرد دیکھتا۔ لیکن دلدل پر اندھیرا گھُپ تھا۔ اور اس کی غیر آباد اور ویران سطح پر کوئی چیز بھی متحرک نہ معلوم ہوتی تھی۔

ہومز "تم کچھ دیکھ سکتے ہو؟"

مَیں "نہیں کچھ بھی نہیں"۔

ایک آہستہ سے کراہنے کی آواز بائیں طرف سے ہمارے کانوں میں آئی۔ اُس طرف پہاڑیوں کا کنارہ ایک عمودی چٹان پر ختم ہوتا تھا۔ جس کے نیچے ایک پتھروں سے بھرپور ڈھلوان تھی۔ اس کی ناہموار سطح پر کوئی بے ڈول سی چیز پھیلی

ہوئی پڑی تھی۔ جب ہم اُس کی طرف دوڑے تو یہ غیر مبین چیز آہستہ آہستہ اپنی خاص شکل اختیار کرتی گئی ..... یہ ایک آدمی تھا۔ جو مُنہ کے بل اُوندھا ہو کر زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اُس کا سر نیچے کی طرف ایک ناقابل تقسیم زاویہ بنا رہا تھا۔ کندھے مُڑے ہوئے تھے۔ اور اُس کا جسم اُن کے نیچے اس طرح سُکڑا ہوا تھا۔ گویا کہ وہ قلابازی کھا رہا تھا۔ اور اُس کی وضع ایسی بے ڈھنگی تھی۔ کہ اُس وقت مجھے یہ خیال بالکل نہ آیا۔ کہ یہ آواز قفس عنصری سے اُس کے روح کے پرواز کر جانے کی تھی۔ ہم جس سیاہ شکل پر جُھکے ہوئے تھے۔ وہ بالکل خاموش اور بے حس و حرکت پڑی تھی۔ ہومز نے اپنے ہاتھ سے اُس کو چھُوا۔ اور پھر جھٹ سے واپس کھینچ لیا۔ دیا سلائی کی روشنی اُس کی ٹھٹھری ہوئی اُنگلیوں پر اور اُس کے ٹوٹے ہوئے کاسہ سر پر پڑی۔ جس کے قریب ہی آہستہ آہستہ خون جمع ہو رہا تھا .... اس کی روشنی ایک اور چیز پر بھی پڑی۔ جسے دیکھکر ہمارا دل بیٹھ گیا ...... یہ سر ہنری باسکرول کی لاش تھی ....

ہم اُس سُرخ دھاریوں والے پٹی کے سوٹ کو فراموش نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ یہ وہی تھا جو وہ ہم سے پہلی ملاقات کے وقت بیکر سٹریٹ میں پہنکر آئے تھے۔ ہم نے نظر بھر کر اسے دیکھا اور دیا سلائی بجھ کر رہ گئی۔ گویا کہ اس کے ساتھ ہی ہماری امید کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا۔ ہومز نے آہ سرد بھری اور اُس کا سفید چہرہ رات کی تاریکی میں چمکنے لگا۔

میں نے مُٹھیاں بند کر کے کہا "ہائے ظالم۔ ظلم کیا! ہومز میں یہ گھڑی کبھی نہیں بھُولوں گا۔ کہ میں نے انہیں اس مہلک انجام کے لئے اکیلا چھوڑ دیا تھا"۔

ہومز "واٹسن! تم سے زیادہ میں قابل الزام ہوں۔ میں نے محض اپنا مقدمہ سنوارنے اور مکمل کرنے کی خاطر اپنے مؤکل کی جان نذر کر دی ہے۔ اس سارے عرصے میں مجھے اتنا سخت صدمہ کبھی نہیں پہنچا تھا۔ لیکن مجھے کیا

معلوم تھا۔ کہ وہ میری مکرر تنبیہ کے باوجود بھی دلدل پر اکیلے آنے کی جراُت کرینگے؟"

ئیں۔ ہائے! اور اُن کی یہ چیخیں سُننا! خدایا! ہم نے یہ سنیں بھی اور پھر ہم اُنہیں بچا نہ سکے! یہ کتّا جس نے اُنہیں موت کے گھاٹ اُتارا ہے کہاں ہے؟ ممکن ہے کہ وہ انہیں پہاڑیوں میں کہیں چھپا ہُوا ہو۔ اور سٹیپلٹن کہاں ہے؟ اُسے اس بات کا جوابدہ ہونا پڑیگا"۔

ہومز: "ضرور۔ اس بات کا میں بیڑا اُٹھاتا ہوں۔ غضب ہے کہ چچا بھتیجا دونو قتل کردئے گئے۔ ایک تو اسکو حیوان فوق الطبعی سمجھکر ڈر کے مارے مرگیا۔ اور دوسرا بیچارہ بے تحاشا بھاگ کر ان سے جان بچاتے ہوئے اپنے انجام کو پہنچا۔ لیکن اب ہمیں اس حیوان اور انسان کے درمیان کسی تعلق کا وجود ثابت کرنا ہے موخرالذکر کے متعلق تو ہم قسمیہ یہاں بھی کچھ نہیں کہ سکتے۔ کیونکہ بظاہر سر ہنری کی موت یہاں سے گر پڑنے کے باعث واقع ہوئی ہے۔ لیکن واللہ یہ شخص کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو۔ ایک دن سے زیادہ نہ گزرنے پائیگا۔ کہ یہ میرے قابو میں ہوگا"۔

ہم دونوں اس قیمہ شدہ میت کے دائیں بائیں افسردہ دلی سے کھڑے تھے۔ اور اس فوری اور ناقابل تلافی مصیبت سے مغلوب ہوکر جس نے ہماری تمام محنت اور کوشش کا اس قابل رحم طور پر خاتمہ کر دیا تھا۔ کھڑے تھے۔ جب چاند چڑھا۔ تو ہم بھی اُس پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ جہاں سے ہمارا دوست گرا تھا۔ ہم نے ظلمت بھری دلدل کو دیکھا۔ جس کا ایک نصف تو چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ اور دوسرا تاریک تھا..... گرمپن کی جانب میلوں دُور سے ایک زرد رنگ کی روشنی چمک رہی تھی۔ یہ صرف سٹیپلٹنز کے ویران مسکن میں سے آسکتی تھی۔ میں نے غصّے سے اُس پر لعنت کرتے ہوئے اور اُس کی طرف مُکّے سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: "کیوں نہ ہم اُسے پکڑ لیں؟"

ہومز:۔ ہمارا مقدمہ ہنوز نامکمل ہے۔ اور یہ شخص انتہا درجے کا مکار اور چالاک ہے یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ لیکن ہمیں اسکے ثبوت درکار ہیں۔ اگر ہم نے ایک بھی غلط چال چلی۔ تو یہ بدمعاش ہم سے بچ کر نکل جائیگا"۔

مَیں:۔ "پھر ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

ہومز:۔ "ہمارے کرنے دھرنے کے لئے کل بہت کچھ ہوگا۔ آج رات ہم اپنے بیکس دوست کے آخری مراسم اور حقوق ادا کر سکتے ہیں"۔

ہم دونوں اس عمودی ڈھلوان پرسے اُتر کر میت کے قریب گئے۔ یہ چمکنے والے پتھروں کی زمین پر صاف اور سیاہ نظر آتا تھا۔ ان شکستہ اور مڑے ہوئے اعضاء کی تکلیف کو دیکھکر میرا دل بھر آیا۔ اور آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔

مَیں:۔ "ہومز! ہم سٹری تو نہیں ہو گئے۔ ہمیں امداد کے واسطے کسی کو بُلوا بھیجنا چاہیئے ہم یہ میت ہال تک اُٹھا کر کیسے لیجا سکینگے؟"

وہ ایک چیخ مار کر میت پر جھک گیا تھا۔ اور اب وہ میرا ہاتھ مل مل کر کودنے ناچنے اور ہنسنے لگا۔ میں حیران تھا۔ کہ میرا خشک اور جابر دوست ایسا بھی بن سکتا تھا؟ ...... واقعی اس خاکستر میں دبے ہوئے شعلے تھے۔ اُس نے کہا:۔ "داڑھی! میاں اس کے تو داڑھی بھی ہے!"

مَیں:۔ "داڑھی؟"

ہومز۔ "یہ سر ہنری نہیں ہیں .... کیوں یہ تو خدا بخشے میرے پڑوسی سلڈن ہیں"۔

ہم نے بڑے جوش اور تیزی کے ساتھ میت کو اُلٹ دیا۔ وہ خون آلودہ داڑھی سرد اور صاف چاند کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ اُس کی اندر کی طرف گھسی ہوئی حیوانی آنکھوں اور اوندھی پیشانی کو دیکھکر مجھے ذرا بھی شبہ باقی نہ رہا۔ کیونکہ یہ وہی چہرہ تھا۔ جو اُس رات کو بتی کی روشنی میں پہاڑی پر چمک رہا تھا ...... یہ سلڈن مفرور کا چہرہ تھا۔

اب تو چشم زدن میں ہی مجھ پر سب کچھ روشن ہو گیا۔ مجھے یاد آ گیا۔ کہ سر ہنری نے مجھے ایک دفعہ کہا تھا۔ کہ اُنھوں نے اپنا پُرانا سُوٹ بیرمیور کو دیدیا ہے بیرمیور نے سلڈن کو بھاگ نکلنے میں مدد دینے کے لئے یہ دیدیا ہو گا۔ بُوٹ۔ قمیص۔ ٹوپی غرضیکہ سب کچھ سر ہنری کا تھا۔ اگرچہ یہ شخص اپنے ملک کے قانون کے مطابق موت کا سزاوار تھا۔ مگر پھر بھی یہ واقعہ کچھ کم افسوسناک نہ تھا۔ . . . میں نے ہومز کو صورت حالات سے آگاہ کیا . . . . میرا دل خوشی اور شکرانۂ ایزدی کے جذبات سے لبریز ہو رہا تھا +

ہومز :"تب تو یہ کپڑے ہی اس بیچارے کو لے مرے۔ اب تو صاف ظاہر ہے۔ کہ اس کُتّے کو سر ہنری کے کسی جزو لباس کی بُو پر لگایا گیا ہے۔ اور اغلباً یہ وہی بُوٹ ہو گا۔ جو ہوٹل میں سے غائب ہو گیا تھا . . . . . البتہ ایک بات عجیب تھی۔ کہ اس اندھیرے میں سلڈن کو کیسے معلوم ہو گیا۔ کہ یہ کُتّا اُس کے پیچھے آ رہا تھا"

میں :"اُس کی آواز سُنی ہو گی"+

ہومز :"ایسے سخت دل انسان کو محض ایک کُتّے کی آواز اس قدر دہشت زدہ نہیں بنا سکتی تھی۔ کہ وہ پاگلوں کی طرح دوڑتا ہوا چلاتا پھرتا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اُسے گرفتاری کا خطرہ ہو گا۔ اُس کی چیخ وپکار سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اپنے پیچھے کُتّے کے آنے کا علم ہونے کے بعد وہ بہت دُور تک بھاگتا آیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اُسے کُتّے کے آنے کا کیونکر علم ہُوا؟"

میں :"اور اس سے بڑی پیچیدگی یہ ہے کہ اگر ہمارے مفروضات صحیح ہیں۔ تو یہ کُتّا ——"

ہومز :"میں نے کچھ بھی فرض نہیں کیا"+

میں :"تو پھر یہ کُتّا آج رات کو ہی کیوں کُھلا چھوڑ دیا گیا۔ میرے خیال میں یہ ہمیشہ ہی دلدل پر کُھلے بندوں پھرتا نہیں رہتا۔ سٹیپلٹن کو جب تک یہ معلوم نہ ہو۔ کہ سر ہنری یہاں آئینگے۔ وہ اس کُتّے کو ہرگز ہرگز دلدل پر کُھلا نہیں چھوڑ سکتا"+ ۔

ہومز:۔ لیکن میری دقت ان دونوں میں سے دشوار تر ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے۔ کہ تمہاری مشکل کا حل تو ہم جلدی ہی معلوم کر لینگے۔ لیکن ممکن ہے۔ کہ میرا کام ہمیشہ کے لئے اسی طرح پُر اسرار رہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ہم اس بیچارے کی میت کا کیا بندوبست کرینگے۔ ہم اسے یہاں ہی لومڑیوں اور کوّوں کے لئے تو چھوڑ کر نہیں جا سکتے"۔

مَیں۔ میرے خیال میں جب تک ہم پولیس کو اطلاع نہ دیں تب تک اسے اُٹھا کر ان جھونپڑوں میں سے کسی ایک میں رکھدیں"۔

ہومز:۔ ہاں۔ خوب کہی۔ بے شک ہم اسے اُٹھا کر اتنے فاصلے تک لیجا سکینگے۔ کیوں واٹسن یہ کیا ہے؟ خدایا ایسی بیباکی اور تعجب خیز دلیری کی بھی کوئی حد ہے ہاں وہ خود ہی آرہا ہے۔ دیکھنا اُس کے سامنے ایک لفظ بھی ایسا نکالنا کہ اُسے ہمارے شبہات کا گمان گزرے۔ اگر بھولے سے بھی کوئی لفظ مُنہ سے نکل گیا۔ تو میرا سب کرا دھرا خاک میں مل جائیگا"۔

سامنے دلدل پر سے کوئی شخص ہمارے قریب آرہا تھا۔ میں نے سُلگتے ہوئے سگار کی مدھم سی سُرخ ٹمٹماہٹ دیکھی۔ جب چاند کی روشنی اُس پر پڑی تو میں نے اُس کی پھرتیلی رفتار سے معلوم کیا۔ کہ وہ ہمارا ماہر حیوانات ہی تھا۔ جب اُس نے ہمیں دیکھا۔ تو وہ ٹھٹک گئے۔ اور پھر آگے بڑھا۔ "کیوں ڈاکٹر واٹسن! آپ تو نہیں ہیں؟ میں تو سمجھا تھا۔ کہ آپ دلدل کے اندھیرے میں بمشکل ہی آتے ہیں۔ لیکن جانِ من یہ کیا ہے؟ کسی کے چوٹ تو نہیں لگی؟ نہیں . . . . نہیں۔ خدارا . . . . . یہ نہ کہنا کہ یہ ہمارے دوست سر ہنری ہیں"!

وہ میرے پاس سے جلدی سے گزر کر سیدھا میت پر جا جُھکا۔ میں نے اُسے تیزی سے سانس لیتے ہوئے سُنا۔ اور اُس کا سگار اُس کی انگلیوں میں سے گر پڑا۔ . . . . اُس نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "کیوں یہ کون ہے؟"

مَیں:۔ "یہ سلڈن ہے جو پرنسٹون کے قید خانے میں سے بھاگ نکلا تھا"۔

سٹیپلٹن نے پہلے تو اپنے دہشت زدہ چہرے سے ہمیں دیکھا۔ لیکن بہت جلدی ہی بڑی جدوجہد کے بعد وہ اپنے تعجب اور ناکامی کے صدمے پر غالب آگیا۔ اُس نے جلدی سے مجھ پر سے نظر دوڑاتے ہوئے ہومز کو دیکھکر کہا:" کیا ہی دردناک حادثہ ہے۔ بیچارہ کیسے مرا؟

مَیں :" معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ غریب اس چٹان پر سے گر کر مرا ہے۔ میں اور میرے دوست ہم دونوں دلدل پر سیر گشت کر رہے تھے کہ ہم نے ایک چیخ سُنی"۔

سٹیپلٹن :" ہاں میں نے بھی سُنی تھی۔ اسی لئے میں باہر نکل آیا۔ کیونکہ مجھے سرہنری کے متعلق کچھ خطرہ سا پیدا ہوگیا تھا"۔

مَیں بے ساختہ بول اُٹھا:" بالخصوص سرہنری کے متعلق ہی کیوں؟"

سٹیپلٹن ۔ کیونکہ میں نے اُنہیں یہاں آنے کو کہا تھا۔ لیکن وہ نہ آئے۔ اور جب میں نے چیخیں سُنیں۔ تو لازمی طور پر میرے دل میں اُن کی سلامتی کے متعلق کچھ خطرہ پیدا ہوگیا (ہومز کی طرف دیکھکر) ہاں! اور یہ بتلایئے۔ کہ اس چیخ کے علاوہ آپ نے کچھ اور بھی سُنا تھا؟"

مَیں :" میں نے تو کچھ نہیں سُنا۔ کیوں آپ نے کچھ سُنا تھا؟"

سٹیپلٹن :" نہیں کچھ بھی نہیں"۔

مَیں :" پھر آپ کیا دریافت فرما رہے تھے؟"

سٹیپلٹن :" آپ کو معلوم ہی ہے کہ ان کسانوں میں کسی خبیث کُتّے کے متعلق داستانیں رائج ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ رات کو دلدل پر سے اس کی آواز بھی آتی ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہیں آج بھی کوئی ایسی ہی آواز نہ آئی ہو"۔

مَیں :" ہم نے تو کچھ بھی نہیں سُنا"۔

سٹیپلٹن :" آپ کا کیا خیال ہے۔ کہ یہ غریب کیسے مرا؟"

مَیں ۔ مجھے تو اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ کہ یہ بیچارہ پکڑے جانے کے خوف سے اور باہر پڑے رہنے کے باعث مخبوط الحواس ہو کر پاگلوں کی طرح دلدل پر دوڑ رہا ہے۔

اور آخر کار یہاں سے ہی گر گر اپنے کیفر کردار کو پہنچا"۔

سٹیپلٹن نے گہرا سانس لیا۔ جسے میں اطمینان کی علامت سمجھا اور کہا۔

"ہاں یہ نہایت معقول وجہ نظر آتی ہے۔ کیوں مسٹر ہومز آپکا کیا خیال ہے"؟

اس کے جواب میں میرے دوست نے سر کو خم کر کے کہا۔ "آپ جلدی ہی شناخت کر لیتے ہیں"۔

سٹیپلٹن:۔"جب سے ڈاکٹر واٹسن یہاں آئے تھے۔ ہمیں آپکے آنیکی توقع تھی۔ آپ اس دردناک حادثے پر وقت میں ہی پہنچ گئے ہیں"۔

ہومز:۔"ہاں میرے دوست کا خیال ان واقعات کے لئے بالکل کافی نظر آتا ہے کل لندن واپس جاتے ہوئے اس دردناک منظر کی یاد اپنے ساتھ لیتا جاؤنگا"۔

سٹیپلٹن:۔"اچھا آپ کل جا رہے ہیں؟"

ہومز:۔"ارادہ تو یہی ہے"۔

سٹیپلٹن:۔"میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ کی تشریف آوری نے ان واقعات پر کچھ روشنی ڈالی ہوگی۔ جن کے سمجھنے سے ہم عاجز آ گئے تھے"؟

ہومز نے کندھے جھاڑ کر حسب معمول اپنے کھلے اور بے تعلقانہ لہجے میں کہا "انسان کو ہمیشہ ہی حسب توقع کامیابی نہیں ہوا کرتی۔ تفتیش کنندہ کو واقعات درکار ہوا کرتے ہیں۔ نہ کہ قصے کہانیاں یا افواہیں۔ . . . . . یہ ایک تسلی بخش مقدمہ نہ تھا"۔ میرے دوست کے ان الفاظ کے باوجود بھی سٹیپلٹن اس کے چہرے پر نظر غائر دیکھ رہا تھا۔ اب وہ مجھ سے مخاطب ہوا:۔"میرے خیال میں ہمیں اس میت کو میرے گھر اٹھائے جانا چاہیئے تھا۔ . . . . . لیکن اس سے میری ہمشیرہ کو اتنا خوف آئیگا۔ کہ میں ایسا کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب نہیں سمجھتا۔ میرے خیال میں اگر ہم اس کے چہرے کو کسی کپڑے سے ڈھانپ دیں۔ تو یہ صبح تک بالکل محفوظ رہے گا"۔

چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا اور سٹیپلٹن کی مکرر دعوت پر بھی اُس کو اکیلا چھوڑ کر

واپس ہال کی طرف چلے۔ کچھ دُور ہم نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو وہ چوڑی چپٹی دلدل پر آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ اور اُس کے پیچھے کی سفید چٹان پر ایک سیاہ داغ تھا۔ جو اس درد انجام رسیدہ انسان کی لاش تھی۔ اسی دوران میں ہومز نے کہا۔ "آخر اب ہم گتھم گتھا ہو رہے ہیں...... یہ کمبخت کیسا بیباک ہے۔ جب اُس نے یہ دیکھا۔ کہ اُس نے اپنے چہرے کو ایسے سخت صدمے سے بھی ذرا تک متاثر نہ ہونے دیا تھا۔ واٹسن! میں نے تم سے لندن میں بھی کہا تھا۔ اور اب پھر کہتا ہوں کہ آج تک ہمیں اس جیسا مدمقابل کہیں نہیں ملا"۔

میں: "افسوس ہے کہ اُس نے تمہیں دیکھ لیا ہے"۔

ہومز: "پہلے مجھے بھی یہی خیال آیا تھا۔ لیکن مجبور تھا"۔

میں: "تمہارا کیا خیال ہے۔ کہ اب تمہاری موجودگی کے علم سے اُس کی تجاویز پر کیا اثر پڑیگا؟"

ہومز: "اس سے یا تو وہ زیادہ محتاط ہو جائیگا۔ یا فوراً ہی کوئی سخت دلیرانہ جرأت کریگا۔ ممکن ہے۔ کہ اکثر بہت ہی چالاک مجرموں کی طرح اُسے اپنے زعم باطل میں یہ گمان ہو گیا ہو۔ کہ وہ ہمیں دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا ہے"۔

میں: "کیوں نہ ہم اُسے فوراً ہی پکڑ لیں؟"

ہومز: "مائی ڈیر واٹسن! معرکہ آرائی تمہاری فطرت ہے۔ تمہاری قدرتی تحریکات ہر وقت یہی رہتی ہیں۔ کہ ہر ایک کام زور سے نکلے۔ لیکن بفرض محال ہم اُسے آج پکڑ بھی لیتے تو اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوتا۔ ہم اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر وہ کسی انسانی کارندے سے کام لے رہا ہوتا۔ تو شائد کوئی شہادت بھی دستیاب ہو جاتی۔ لیکن اس بڑے کتے کو پکڑ کر خواہ ہم کتنا ہی کیوں نہ گھسیٹیں۔ یہ اپنے مالک کے گلے میں رسّی ڈالنے میں ہماری ذرہ بھر بھی مدد نہیں کر سکتا"۔

میں: "لیکن ہمارے پاس ایک مقدمہ تو ہوگا؟"

ہومز: "اس میں تو مقدمے کا شائبہ تک بھی نہیں - مگر ہم اس قسم کی داستان اور ایسی ہی شہادتیں عدالت میں لے کر گئے - تو ہمیں تو مذاق میں ہی اُڑا دینگے" +

مَیں: "لیکن سر چارلس کی مَوت" +

ہومز: "واقعی اُن کی میت بغیر کسی نشان کے ملی تھی - ہم دونوں تو جانتے ہیں - کہ اُن کی مَوت سخت خوف کے باعث واقع ہوئی تھی - اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ کس چیز نے اُنہیں اس قدر مسلوب الحواس کر دیا تھا - لیکن ہم جیوری (عدالت) کے بارہ بھر بے حس اور بے جوش انسانوں کو کیونکر یقین دلا سکتے ہیں؟ اس شکلوی کُتّے کے نشانات کہاں ہیں؟ اور اس کے جبڑے کی علامات کہاں ہیں؟ بے شک ہم جانتے ہیں - کہ شکاری کُتّے مردہ چیز کو نہیں کاٹتے - لیکن ہمیں یہ ثابت کرنا ہے اور ہم اس قابل نہیں ہیں کہ ایسا کر سکیں" +

مَیں: "پھر آج رات کا واقعہ تو ہے؟"

ہومز: "آج رات بھی ہم نے کوئی ترقی نہیں کی - اب پھر اس کُتّے اور انسان کی موت کے درمیان براہ راست کوئی تعلق نہ تھا - ہم نے اُس کی آواز سُنی - لیکن ہم یہ ثابت نہیں کر سکتے - کہ وہ اس آدمی کی بُو پر آ رہا تھا - اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ قاتل کو ایسا کرنے سے کیا فائدہ تھا - نہیں میاں! اب ہمیں ماننا پڑتا ہے - کہ ہمارے پاس کوئی مقدمہ نہیں - لیکن ایک کی بنا کھڑا کرنے میں ہماری کوششوں کے بار آور ہونیکا امکان ہے" +

مَیں: "اور تمہارا کیا خیال ہے - کہ یہ کس طرح ہونا چاہیئے؟"

ہومز: "مجھے امید ہے کہ جب ہم نے مسز لارا لوئنز کو سب کچھ بتا دیا تو وہ ہمارے لئے بہت کچھ کر سکیگی - اس کے علاوہ میری اپنی تجویز بھی ہے - بس یہ خباثت کل کے لئے ہی کچھ کم نہیں - جو اسے زیادہ دیر تک روا رکھا جا سکے - انشاءاللہ سورج غروب ہونے سے پیشتر ہی ہم اُس پر غلبہ پا لینگے" +

میں ہومز سے اس سے زیادہ نہ معلوم کر سکا - اور باسکرول ہال کے دروازے

تک خیال میں ہی مستغرق چلا آیا۔ جب ہم وہاں پہنچے۔ تو میں نے پوچھا۔ "تم بھی آؤ گے؟"

ہومز۔ "ضرور۔ کیونکہ اب زیادہ اخفا کی ضرورت نہیں۔ لیکن واٹسن ایک بات سُن لو۔ سر ہنری سے اس کُتّے کا مطلقاً ذکر نہ کرنا۔ اُنہیں بھی سلڈن کی موت کا سبب وہی سمجھنے دینا جو سٹیپلٹن نے ہمیں منوانا چاہا تھا۔ اس طرح کل وہ جس آزمائش کا سامنا کرینگے۔ اس کے لئے اُن کا دل قدرے مضبوط رہے گا۔ کیونکہ مجھے تمہاری وہ رپورٹ یاد ہے جس کے رو سے کل وہ اُن کے ہاں مدعو ہیں" +

میں۔ "اور میں بھی تو ہوں؟"

ہومز۔ "تو تم کوئی عذر پیش کر دینا۔ اور پھر وہ اکیلے ہی جائینگے۔ اس کا نہایت آسانی سے انتظام ہو جائیگا ..... اور اب اگر ہم مغرب کے کھانے پر دیر سے پہنچے ہیں۔ تو عشاء تو قضا نہیں ہوئی" +

تیرھواں باب

دامِ تزویر

سر ہنری کو شرلک ہومز کے دیکھنے سے تعجب سے زیادہ خوشی ہوئی۔ کیونکہ گذشتہ چند دنوں سے اُنہیں امید تھی۔ کہ یہ تازہ واقعات اُسے لندن سے کھینچ کر لے آئینگے۔ لیکن جب اُنہوں نے دیکھا۔ کہ ہومز کے پاس نہ تو کوئی سامان ہے۔ اور نہ ہی اُس کی عدم موجودگی کی کوئی وجوہات ہیں۔ تو وہ قدرے حیران ہوئے ہم دونوں نے جلدی ہی اُس کی ضروریات بہم پہنچادیں۔ اور پھر عشاء کے کھانے پر ہم نے سر ہنری کو جہاں تک مناسب سمجھا۔ ان واقعات سے مطلع کیا۔ لیکن اس سے پہلے بیریمور اور اُس کی بیوی کو سلڈن کی موت کی بدخبری سُنانے کا ناگوار فرض میں نے ادا کر دیا تھا۔ اوّل الذکر کو تو اس سے بہت کچھ تسلی ہوئی ہوگی۔ لیکن وہ بیچاری پھوٹ پھوٹ کر روئی۔ دُنیا بھر اُسے بیرحم۔ سفاک۔ نیم حیوان اور نیم شیطان کہتی تھی۔ لیکن اس کے لئے وہ وہی ضدی لڑکا تھا۔ جس کے ساتھ وہ بچپن میں کھیلا کرتی تھی۔ یا وہ بچہ جو اُس کی اُنگلی پکڑ کر دوڑتا ہوگا۔ واقعی دُنیا میں بُرا انسان وہ ہے۔ جس کی ایک عورت بھی عزادار نہ ہو +

سر ہنری نے کہا: "آج صبح جب سے واٹسن گیا ہے۔ میں گھر ہی بیٹھا اونگھتا رہا ہوں۔ میرے خیال میں اس ایفائے وعدہ کے لئے مجھے کچھ داد ملنی چاہیئے۔ اگر میں نے اکیلے جانے کی قسم نہ کھائی ہوتی۔ تو شائد یہ شام بہت مزے سے گزرتی کیونکہ سٹیپلٹن نے میری طرف وہاں جانے کا پیغام بھیجا تھا" +

ہومز نے رُکھائی سے کہا۔ "مجھے اس میں ذرا بھی کلام نہیں۔ کہ آپ کی شام خوب گزرتی . . . . . لیکن میرے خیال میں آپ نے یہ محسوس تو نہیں کیا۔"

ہم آپ کے گر کر مر جانے پر نوحہ کرتے آئے ہیں"۔

سر ہنری کی آنکھیں تعجب سے کھل گئیں "یہ کیسے؟"

ہومز "وہ کمبخت تمہارے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے جس نوکر نے اُسے یہ کپڑے دیئے تھے وہ کہیں پولیس کے ہاتھ نہ آجائے"+

سر ہنری "یہ تو بعید از قیاس ہے۔ کیونکہ میرے کپڑوں پر کسی قسم کے نشانات نہیں تھے"+

ہومز "تو پھر یہ اس کی خوش نصیبی ہے ...... درحقیقت یہ سب کی خوش قسمتی ہے۔ کیونکہ اس معاملے میں آپ سب کے سب قانون کی خلاف ورزی کرتے رہے مجھے یقین ہے۔ کہ ایک فرض شناس سراغرساں ہونے کی حیثیت میں میرا منصبی فرض اولے یہ تھا۔ کہ سارے کنبے کو گرفتار کر لیتا۔ واٹسن کی اطلاعات ہی ثبوت جرم کے لئے بالکل کافی تھیں"+

سر ہنری "لیکن مقدمے کی سنایئے۔ آپ نے اس عقدے سے کیا کچھ معلوم کیا ہے میں تو نہیں سمجھتا۔ کہ میں اور واٹسن پہلے سے رتی بھر بھی زیادہ عقلمند ہیں"+

ہومز "میرے خیال میں زیادہ عرصہ نہ گزرنے پائے گا۔ کہ میں یہ سب کچھ صاف کر دینے کے قابل ہو جاؤنگا۔ یہ بہت ہی مشکل اور پیچیدہ معاملہ تھا۔ بعض نقاط تو اب تک منت کش تنویر ہیں۔ لیکن خیر یہ بھی ہوا چاہتا ہے"+

سر ہنری۔ صرف ایک ہی بات قابل ذکر ہے۔ اور اُس کا ذکر واٹسن نے آپ سے کر دیا ہوگا۔ وہ یہ کہ ہم نے دلدل پر ایک شکاری کُتے کی آواز سُنی تھی میں قسمیہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ یہ محض ہمارے توہمات پر نہ مبنی تھی۔ جن دنوں میں مغرب میں مقیم تھا۔ تو میرا کُتوں سے بھی کچھ واسطہ پڑا کرتا تھا۔ اور میں جب کبھی کسی کی آواز سُنتا ہوں۔ تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کس قسم کا کُتا ہے۔ اگر آپ اسکے مُنہ پر چھیکا لگا سکیں۔ یا پکڑ سکیں۔ تو میں قسمیہ ماننے کو تیار ہونگا۔ کہ آپ زمانے کے سب سے بڑے سُراغرساں ہیں"+

ہومز:۔ میں تو سمجھتا ہوں ۔ کہ اگر آپ نے میری مدد کی ۔ تو میں اسے بآسانی زنجیر اور ہتھکڑی سے جکڑ سکونگا"+

سر ہنری :۔ آپ جو کچھ بھی مجھے کہینگے میں کرونگا"+

ہومز ۔ بہت اچھا ۔ لیکن میں آپ کو یہ کام بغیر وجوہات پوچھنے کے اندھادھند ہی کرنے کو کہونگا"

سر ہنری :۔ جیسے آپ کی مرضی"+

ہومز ۔ اگر آپ اسی طرح عمل کرینگے تو ہمارے اس عقدے کے حل ہوجانے کا امکان ہے ۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ـــــــ "+

وہ یہ کہتے کہتے یکایک ٹھہر گیا ۔ اور نظر جما کر میرے سر کے اُوپر ہوا میں دیکھنے لگا ۔ لیمپ کی روشنی اُس کے چہرے پر پڑ رہی تھی ۔ جو ایسا بے حرکت اور متوجہ تھا ۔ کہ زمانۂ قدیم کا کوئی اُمید اور ہوشیاری کا باکمال مجسمہ بھی ایسا نہ ہُوا ہوگا...."

ہم دونوں نے پوچھا "یہ کیا؟"

جب اُس نے نیچے دیکھا ۔ تو میں نے تاڑ لیا ۔ کہ وہ کوئی سخت جذبات چھپا رہا تھا ۔ اُس کے خط و خال حسب معمول تھے ۔ لیکن اُس کی آنکھوں سے کوئی دل خوش کُن اُمید ٹپک رہی تھی ۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے سامنے کی دیوار کی طرف جس پر خاندانی تصاویر تھیں ۔ اشارہ کرتے ہوئے کہا " ایک نقاد کی سی مدح سرائی کے لئے معافی چاہتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ واٹسن اس بات کو نہیں مانے گا ۔ کہ مجھے فنون لطیفہ سے بھی کچھ مس ہے ۔ لیکن یہ محض اس بات کا بغض ہے ۔ جس کی وجہ یہ ہے ۔ کہ ہم دونوں کی آراء کا اس موضوع پر اختلاف ہُوا کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں میں یہ کہتا تھا ۔ کہ یہ سلسلۂ تصاویر نہایت نفیس ہے"+

سر ہنری نے متعجب میرے دوست کی طرف دیکھتے ہوئے کہا " مجھے آپ کو ایسا کہتے ہوئے سُن کر نہایت خوشی حاصل ہوئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں ان اشیا

کے متعلق بہت کچھ جاننے کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ البتہ ان کی بجائے کسی گھوڑے گائے کا بہتر نقاد ہونگا۔ مجھے تو معلوم نہ تھا۔ کہ آپ کو ان مشاغل کے لئے بھی وقت مل جاتا ہے +

ہومز:۔ جب میں کوئی اچھی چیز دیکھتا ہوں۔ تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ اچھی ہے۔ اب بھی میں دیکھ رہا ہوں۔ اور میں قسم تک کھانے کو تیار ہوں۔ کہ اُس سبز ریشمی لباس والی خاتون کی تصویر نیلر کے ہاتھ کی ہے۔ اور اُن جسیم و حلیم حضرت کی شبیہ رینالڈز کی ہونی چاہیئے۔ کیوں یہ سب خاندانی تصاویر ہیں نا؟

سر ہنری:۔ ہاں سب کی سب" +

ہومز:۔ "آپ ان کے ناموں سے بھی واقف ہیں؟"

سر ہنری:۔ ہاں بیر یمور مجھے پڑھاتا رہا ہے۔ اور اب ماشاء اللہ میں اپنا سبق آسانی سُنا سکتا ہوں" +

ہومز۔ یہ دوربین والے صاحب کون ہیں؟

سر ہنری۔ یہ نائب امیر البحر باسکرول ہیں۔ جو راڈنی کے تحت جزائر غرب الہند میں گئے تھے۔ اور وہ نیلگوں کوٹ والے حضرت جو ہاتھ میں کچھ لپیٹے ہوئے کاغذات لئے بیٹھے ہیں۔ وہ پیٹ کے زمانۂ وزارت میں دار العوام کی کمیٹیوں کے صدر تھے" +

ہومز:۔ "اور یہ شاہسوار جو میرے سامنے ہیں۔ سیاہ مخمل اور لیس والے" +

سر ہنری:۔ اہا۔ واقعی آپ کو ان کے متعلق بہت کچھ دریافت کرنے کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ یہی ذات شریف اس شرارت کی جڑ ہیں۔ ان کا نام نامی ہیوگو ہے۔ اور انہیں سے "باسکرول کے خونی کتے" کا آغاز ہوتا ہے۔ ان کی ہستی ناقابل فراموش ہے" +

میں نے بھی شوق اور قدرے تعجب کے ساتھ تصویر کو دیکھا۔ ہومز نے کہا:
"جانِ من! یہ ویسے تو کافی چپ چاپ اور سلیم الطبع معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن میں یہ

کہنے کی جرأت کرسکتا ہوں۔ کہ ان کی آنکھوں میں کوئی شیطان چھپا ہُوا تھا۔ میں تو انہیں ایک خاصے ہٹے کٹے گنوار سمجھا بیٹھا تھا"۔

سر ہنری :" مزید تصدیق کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تصویر کے پیچھے کر یج پر نام اور ۱۶۴۷ء لکھے ہوئے ہیں"۔

ہومز نے اور کچھ نہ کہا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس قدیم فتنہ پرداز کی تصویر میں اُس کے لئے کوئی خاص دلچسپی تھی۔ دوران طعام میں بھی اُس کی آنکھیں اُسی طرف رہیں۔ اور جب سر ہنری اپنے کمرے میں چلے گئے۔ تو ہومز ہاتھ میں اپنی خوابگاہ کی شمع اُٹھائے مجھے پھر اُس دعوتی کمرے میں لے گیا۔ اُس نے اس وقت خوردہ تصویر کے سامنے روشنی کرکے مجھ سے پُوچھا "کیا تم کو اس میں سے کچھ نظر آتا ہے؟"

میں نے اُس کی چوڑی چکلی ٹوپی کو دیکھا۔ اور پھر اُس کے خوبصورت اور گھنگھر وار کاکل دیکھے۔ جن کے درمیان ایک سخت چہرہ تھا۔ یہ وحشیانہ نہ تھا بلکہ اس کے برعکس نازک دماغ تھا۔ پتلے پتلے ہونٹ ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے اور بند تھے۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں ایک ناقابل برداشت سرد مہری کی جھلک تھی۔

ہومز:" کیا اس کی کسی ایسے شخص کے ساتھ مشابہت ہے۔ جس سے تم واقف ہو؟"

میں :" اس کی ٹھوڑی قدرے سر ہنری کی سی ہے"۔

ہومز۔ "شاید یہ محض قیاس ہی ہے۔ لیکن ذرا ٹھیرو"۔ وہ کُرسی لاکر اس پر کھڑا ہو گیا اور موم بتی بائیں ہاتھ میں لے کر دائیں ہاتھ کو خم دیکر چوڑی ٹوپی اور گھنگھر والے بالوں کو ڈھانپ لیا۔ میں نے حیران ہو کر کہا" خوب!"...... اب کر یج پر سٹیپلٹن کا چہرہ نظر آرہا تھا!

ہومز:" اچھا! اب نہیں معلوم ہُوا۔ میری آنکھیں اصلی چہروں کو دیکھنے کی عادی ہیں۔ نہ کہ اُن کے نقش نگار کو...... مجرمانہ سُراغرساں کی پہلی صفت یہ ہے۔ کہ

وہ ہر قسم کے بھروپ میں شناخت کر سکے"+

مَیں ۔"یہ سخت عجیب بات ہے ممکن ہے کہ اُسی کی ہو"+

ہومز ۔"ہاں یہ نسلی تطابق کی ایک دلچسپ مثال ہے۔ بظاہر جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی خاصیتیں ایک سی ہیں ۔خاندانی تصاویر کا مطالعہ انسان کو مسئلہ تناسخ کا قائل کرنے کے لئے کافی ہے .... ظاہر ہے کہ یہ شخص بھی ایک باسکرول ہے"+

مَیں ۔" اور جائداد کی ملکیت کا منصوبہ بھی لئے ہوئے"+

ہومز ۔ ہاں بالکل اسی طرح ۔حسن اتفاق سے ہمیں تصویر دیکھنے سے اس زنجیر کی ایک اور کڑی مل گئی ۔ واٹسن اب ہم نے اُسے لے لیا ۔ میں یہ قسم اُٹھا کر کہنے کو تیار ہوں ۔کہ کل وہ بھی ہمارے جال میں ایسی ہی بے دست و پائی سے پھڑکتا ہوگا ۔ جس طرح اُس کے جال میں اُس کی اپنی تیتریاں پھڑکتی ہیں ۔بس ایک سوئی ۔کارک کا ٹکڑا اور مقوے کی ضرورت ہوگی ۔ اور ہم اسے بھی ٹانک کر اپنے بیکر سٹریٹ کے مجموعۂ نادرات میں جا رکھینگے"+

اُس نے اب خلافِ عادت کھُل کر ایک قہقہہ لگایا ۔ اور تصویر سے مُنہ پھیر لیا ۔میں نے اُسے بہت کم ہنستے دیکھا ہے اور عام طور پر اُس کا اس طرح ہنسنا کسی کمبخت کے لئے سخت شگونِ بد ہُوا کرتا ہے +

دوسرے دن میں علی الصباح ہی بستر سے اُٹھا ۔لیکن ہومز مجھ سے بھی پہلے بیدار ہو چکا تھا ۔ کیونکہ ابھی میں کپڑے ہی پہن رہا تھا ۔کہ میں نے اُسے سڑک پر دیکھا اُس نے مجھے دیکھکر کہا ۔"ہاں ہاں آج کا سارا دن ہی ...... سب جال اپنی اپنی جگہ پر ہیں ۔ اور اب ہم انہیں آہستہ آہستہ کھینچنا چاہتے ہیں ۔سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ہمیں معلوم ہو جائے گا ۔کہ آیا کہ ہم نے اپنی بڑی لیکن پتلے سے مُنہ والی مچھلی پکڑی ہے ۔یا وہ کہیں جال کے چھیدوں میں سے نکل گئی ہے"+

اُس نے جوشِ عمل سے مصافحہ کرتے ہوئے میرا ہاتھ خوب دبایا ۔میں نے پُوچھا :"کیا تم دلدل پر سے ہو آئے ہو؟"

ہومز۔ ہاں میں نے گریمپن جا کر پرنسٹون میں سلڈن کی موت کی اطلاع پہنچائی۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے۔ میں شاید وعدہ کر سکتا ہوں۔ کہ اس کے متعلق تم سب میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اور میں نے اپنے وفادار کارٹرائٹ کو بھی پیغام بھیجدیا ہے۔ ورنہ جب تک اُسے میری سلامتی کا علم نہ ہُوا۔ وہ اپنے مالک کی قبر پر رونے والے کُتے کی طرح میرے جھونپڑے کے دروازے پر بلکتا رہیگا" +

مَیں "اب اس سے اگلی چال کیا ہے؟"

ہومز "سر ہنری سے ملنا...... یہ لو وہ خود آگئے!"

سر ہنری "ہومز! صبح بخیر! آج آپ ایک ایسے جرنیل کی طرح نظر آتے ہیں جو اپنے افسرِ اعلےٰ کے ساتھ لڑائی کے متعلق مشورہ کر رہا ہو" +

ہومز "اور بات بھی یہی ہے۔ واٹسن مجھ سے ہدایات طلب کر رہا تھا" +

سر ہنری "اور میں بھی اسی لئے آیا ہوں" +

ہومز "بہت اچھا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ آج شام کو آپ سٹیپلٹنز کے ہاں مدعو ہیں" +

سر ہنری "مجھے امید ہے۔ کہ آپ بھی میرے ہمراہ چلینگے۔ وہ بہت مہمان نواز ہیں اور مجھے یقین ہے۔ کہ وہ آپ کو دیکھ کر بہت محظوظ ہونگے" +

ہومز "مجھے افسوس ہے کہ ہم دونوں کو لندن جانا پڑیگا" +

سر ہنری "لندن؟"

ہومز۔ ہاں میرے خیال میں موجودہ حالات میں ہمارا وہاں موجود ہونا زیادہ مفید ہوگا" سر ہنری کا چہرہ صاف اُتر گیا۔ اور اُنہوں نے کہا "مجھے تو امید تھی۔ کہ آپ دونوں اس معاملے کو اس کے انجام تک میرے ساتھ نباہینگے۔ لیکن...... اکیلے آدمی کے لئے اس ہال اور دلدل میں رہنا چنداں خوشگوار نہیں" +

ہومز "[illegible] پر مکمل اعتماد کیجئے گا۔ میں جس طرح کر رہا ہوں۔ اُسی طرح آپ کو عمل کرنا چاہیئے۔ آپ اپنے احباب سے یہ کہ سکتے ہیں۔ کہ ہم بخوشی تمام آپکے ساتھ جاتے۔ لیکن کسی ضروری معاملے کے باعث ہمیں لندن جانا پڑا۔ ہم بہت جلدی ہی

ڈیون شائر میں واپس آجائینگے۔آپ کو یہ پیغام دینا یاد رہیگا؟

سر ہنری :۔"اگر آپ مصر ہیں"+

ہومز :۔"یقین جانئے گا۔کہ اور کوئی چارہ نہیں۔ہمارے پاس اس تجویز کا کوئی بدل نہیں"+

سر ہنری :۔"آپ کب جائینگے"؟

ہومز :۔"ابھی حاضری کھا کر چلتے ہیں۔پہلے کومبرٹیسی چلینگے۔لیکن واٹسن اپنی چیزیں بطور ضمانت آپ کے پاس چھوڑ چلا ہے۔اور آپ کے پاس واپس آجائیگا....

....اور ہاں واٹسن! تم سٹیپلٹن کی طرف معذرت لکھ بھیجنا"+

سر ہنری :۔"میرا بھی لندن جانے کا خیال تھا۔میں اکیلا کیوں رہوں"؟

ہومز۔"کیونکہ یہ آپ کا مقام ہے۔آپ نے وعدہ نہیں کیا تھا۔کہ میں آپ سے جیسے کہوں گا۔آپ اُسی طرح عمل کرینگے......اب میں آپ کو یہاں رہنے کو کہتا ہوں"+

سر ہنری :۔"اچھا پھر میں یہیں رہونگا"+

ہومز :۔"ایک بات اور! میں چاہتا ہوں۔کہ آپ میریپٹ ہوس اپنی گاڑی پر جائیں اور پھر وہاں پہنچکر اسے واپس کر دیں۔تاکہ اُنہیں معلوم ہو جائے۔کہ آپ واپس پا پیادہ جائینگے"+

سر ہنری :۔"دلدل پر سے پیدل آنا"؟

ہومز :۔"ہاں"+

سر ہنری۔"لیکن اسی بات سے تو آپ نے مجھے اتنی بار منع کیا تھا"؟

ہومز۔"اب کی بار آپ بحیثیت تمام ایسا کر سکتے ہیں۔اگر مجھے آپ کے حوصلے پر اعتماد نہ ہوتا۔تو میں ہرگز ہرگز یہ صلاح نہ دیتا۔لیکن یہ نہایت ضروری امر ہے"+

سر ہنری :۔"تب میں ایسے ہی کرونگا"+

ہومز۔"اور اگر آپ کو اپنی جان عزیز ہے۔تو دلدل کے سوائے اُس راستے کے

جو میرپیٹ ہوس سے گریمپن والی سڑک کی طرف جاتا ہے۔ اور کسی راستے پر سے ہرگز ہرگز نہ آنا۔ اور ویسے یہ رستہ بھی سیدھا ہے" +

سرہنری :- "اچھا آپ جیسے کہتے ہیں اسی طرح کرونگا" +

ہومز :- "اچھا اب ہم حاضری سے جتنی جلدی فارغ ہوسکیں۔ اُتنا ہی بہتر ہوگا تاکہ ہم سہ پہر کے قریب لندن پہنچ سکیں" +

اگرچہ مجھے یاد تھا۔ کہ ہومز نے سٹیپلٹن کے سامنے بھی لندن جانے کے خیال کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اب میں اُس کا پروگرام سُن کر بالکل بھوچکا رہ گیا۔ پہلے مجھے مطلقاً خیال بھی نہ تھا۔ کہ وہ مجھے ساتھ لے جائیگا۔ اور نہ ہی میں سمجھ سکتا تھا۔ کہ ایسے نازک وقت پر جس کی اہمیت کا وہ خود بھی قائل تھا۔ سرہنری کے پاس ہم دونوں میں سے ایک کا نہ ہونا قرین قیاس تھا۔ لیکن اب سوائے اندھا دھند رضا و تسلیم کے کوئی چارہ نہ تھا۔ ہم نے اپنے غمگین دوست کو اللہ حافظ کہا اور دو گھنٹے کے بعد ہم نے کومب ٹریسی کے سٹیشن پر پہنچکر گاڑی کو واپس کردیا۔ پلیٹ فارم پر ایک چھوٹا سا لڑکا منتظر تھا۔ "کوئی حکم جناب؟"

ہومز :- "کارٹرائٹ! اس ٹرین پر تم لندن جانا اور وہاں پہنچتے ہی میری طرف سے سرہنری باسکرول کو ایک برقی پیغام بھیجنا کہ اگر اُنہیں میری گمشدہ پاکٹ بُک ملے تو اُسے بذریعہ رجسٹری شدہ پارسل بیکر سٹریٹ بھیجدیں" +

کارٹرائٹ "بہت اچھا حضور" +

ہومز۔ اب ذرا اسٹیشن کے دفتر میں جاکر پوچھ آؤ۔ کہ میرے نام کا کوئی برقی پیغام تو نہیں آیا" +

کارٹرائٹ جاکر ایک تار لے آیا۔ جو ہومز نے مجھے دیدی :-

"تار پہنچی۔ غیر دستخط شدہ وارنٹ بھی میرے پاس ہے۔ پانچ بجے کر چالیس منٹ پر آنا

—— لیسٹریڈ"

ہومز :"یہ میرے صبح کے پیغام کا جواب ہے۔ میں اس شخص کو خفیہ پولیس کے بہترین افراد میں سے سمجھتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب واٹسن میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے وقت کا مسز لارا لوئنز کے ہاں جانے سے کوئی بہتر مصرف ہو"۔

اُس کی کاروائی اب قدرے ظاہر ہو رہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ سٹیپلٹن کو اس بات کا یقین دلانے کے لئے کہ ہم فی الحقیقت چلے گئے ہیں۔ سر ہنری کو استعمال کریگا۔ اور حالانکہ ہم اُس وقت جبکہ خاص طور پر ہماری ضرورت ہوگی۔ واپس چلے جائینگے اور اگر سر ہنری نے اس آخری برقی پیغام کا ذکر سٹیپلٹن سے کیا۔ تو اس سے اُن کے رہے سہے شبہات بھی رفع ہو جائینگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب میں دیکھ رہا تھا کہ ہمارا جال اس دُبلے چہرے والی مچھلی کے گرد تنگ ہو رہا تھا۔

مسز لارا لوئنز اپنے دفتر میں بیٹھی تھی۔ شرلک ہومز نے ایسی براہ راست اور بے تکلفانہ گفتگو شروع کی کہ وہ ششدر رہ گئی۔

ہومز :"میں اُن واقعات کی تفتیش کر رہا ہوں جو سر چارلس باسکرول مرحوم کی وفات سے متعلق تھے۔ میرے دوست ڈاکٹر واٹسن نے آپ کی اطلاعات مجھے پہنچائیں اور ساتھ ہی یہ بتایا ہے۔ کہ آپ نے کچھ باتیں نہیں بھی بتائیں"۔

اُس نے سختی سے پُوچھا "میں نے کونسی بات نہیں بتائی؟"

ہومز :"آپ نے تسلیم کیا تھا کہ آپ نے سر چارلس سے اُنہیں کے دروازے پر دس بجے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ اب ہمیں معلوم ہے کہ اُن کی موت کی جگہ اور وقت بعینہ یہی تھے۔ آپ نے ہمیں یہ نہیں بتایا۔ کہ سر چارلس کی وفات کا ان واقعات سے کیا تعلق ہے؟"

مسز لوئنز۔ ان کے درمیان کسی قسم کا تعلق نہ تھا"۔

ہومز :"اس صورت میں تو بلا کا تطابق ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہم آخر کار یہ تعلق قائم کر سکینگے۔ مسز لوئنز! میں آپ کو بلا تکلف بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ہم اسے قتل عمد سمجھتے ہیں۔ اور یہ کہ شائد اس مقدمے میں آپ کے دوست مسٹر سٹیپلٹن ہی

نہیں پہنچینگے۔ بلکہ اُن کی بیوی بھی شائد اس معاملے میں بری الذمہ نہ ہو سکے"۔

یہ سُنکر وہ اپنی نشست پر سے اُچھل پڑی۔"نہیں! اُس کی بیوی!"

ہومز۔"اب یہ راز طشت از بام ہو چکا ہے۔ کہ وہ جسے اپنی بہن کہتا تھا درحقیقت وہ اس کی بیوی ہے"۔

مسز لوسنز اب پھر اپنی نشست پر بیٹھ چکی تھی۔ اُس نے کرسی کو دونوں طرف سے نہایت مضبوطی سے پکڑ رکھا ہُوا تھا۔ یہاں تک کہ گرفت کی مضبوطی کی وجہ سے اُس کے گلابی ناخن بالکل سفید ہو گئے تھے۔ اُس نے دوبارہ کہا۔"اُس کی بیوی!... ... اُس کی بیوی!...... وہ تو غیر شادی شدہ تھا"۔

اس کے جواب میں شرلک ہومز صرف اپنے کندھے جھاڑ سکا۔

مسز لوسنز۔"اس کا کوئی ثبوت!...... کوئی ثبوت!...... اور اگر آپ یہ ثابت کر سکیں تو ——"۔ اس سے آگے اُس کی آنکھوں کی چمک الفاظ سے بہت کچھ زیادہ کہہ رہی تھی"۔

ہومز نے اپنی جیب میں سے چند ایک کاغذات نکالتے ہوئے کہا۔"میں اس کے لئے بالکل تیار ہو کر آیا تھا۔ یہ لیجئے ان میاں بیوی کی چار سال پہلے کی تصویر ہے۔ جو اُنہوں نے یارک میں کھنچوائی تھی۔ اس کے نیچے اگرچہ مسٹر اور مسز وینڈیلیوڈ لکھا ہُوا ہے۔ لیکن آپ ان دونوں کو بآسانی پہچان سکینگی۔ اور یہ لیجئے۔ یہ تین معتبر اشخاص کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مسٹر اور مسز وینڈیلیور کے حلئیے ہیں۔ جو اُن دنوں سینٹ آلیور کے غیر سرکاری مدرسے کے مالک تھے۔ یہ بھی ذرا پڑھ دیکھئے۔ اُس نے وہ کاغذات دیکھے۔ اور پھر مایوس ہو کر ہم دونوں کی طرف بیباکی کے ساتھ دیکھ کہا۔"مسٹر ہومز! یہ شخص مجھے کہتا تھا۔ کہ اگر تم اپنے خاوند سے طلاق حاصل کر لوگی تو میں تمہارے ساتھ شادی کر لونگا۔ اس بہمہ ممکن وجوہ بدمعاش نے مجھے دھوکا دیا۔ اُس نے کبھی بھی مجھ سے سچ نہیں کہا تھا۔ اور کیوں؟ کیوں؟ میں سمجھتی تھی کہ یہ سب کچھ میری خاطر تھا۔ لیکن اب میری آنکھیں کھُلنے لگی ہیں۔ کہ میں اُسکے

ہاتھ میں محض ایک اوزار کی طرح تھا۔ اب میں کاہے کو ایسے شخص کے عہد و پیمان پر کاربند رہوں۔ جس نے میرے عہد و پیمان کا کبھی خیال نہیں کیا تھا؟ میں کیوں اُسے اُس کے اپنے کارہائے بد کے نتایج سے بچاؤں؟ ...... ہاں بڑی خوشی سے جو کچھ بھی آپ کی مرضی ہے دریافت فرمایئے۔ اور میں اب ذرا بھی نہ چھپاؤنگی۔ ایک بات کی میں آپ کے سامنے قسم کھاتی ہوں۔ اور وہ یہ کہ سر چارلس کو خط لکھتے ہوئے یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ کہ اس سے اُنہیں کوئی نقصان پہنچیگا"۔

ہومز:" مجھے آپ پر اعتبار کلی ہے۔ ان واقعات کا دُہرانا آپ کے لئے تکلیف دہ ہوگا۔ اور شاید یہ آسان تر ہوگا۔ میں بتاتا جاؤں اور جہاں کہیں سے میں چُوک جاؤں۔ آپ اصلاح کرتی جائیں ...... اچھا تو یہ خط بھیجنے کی صلاح آپ کو سٹیپلٹن نے دی تھی"؟

مسز لوئنز:" بلکہ عبارت بھی اُسی نے لکھوائی تھی"۔

ہومز:" میرے خیال میں اُس نے اس کے لئے طلاق کے مقدمے کے اخراجات کی وجہ پیش کی ہوگی"؟

مسز لوئنز۔ جی ہاں۔ بالکل اسی طرح"۔

ہومز:" اور پھر جب آپ خط بھیج چکیں۔ تو اُس نے آپ کو یہ ملاقات نہ کرنے کی ترغیب دی"؟

مسز لوئنز۔ اُس نے مجھ سے یہ کہا۔ کہ یہ اُس کی خودداری کے شایاں نہ تھا۔ کہ ایسے مقصد کے لئے کسی اور شخص سے روپیہ حاصل کیا جائے۔ اور یہ کہ اگرچہ وہ لاکھ غریب تھا۔ مگر وہ اُس وجہ مفارقت کو جو میرے اور اُس کے درمیان حائل تھی۔ دُور کرنے کے لئے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھیگا"۔

ہومز۔ اُس کی رفتار ہر جگہ بالکل یکساں معلوم ہوتی ہے۔ اچھا اور پھر آپ نے اُن کی وفات کی خبر دیکھنے تک اور کچھ نہیں سُنا"؟

مسز لوئنز:" نہیں"۔

ہومز:۔ اور پھر اُس نے آپ کو قسم دلائی۔ کہ آپ سر چارلس کی وفات کے متعلق کسی سے ذکر نہ کرینگی؟"

مسز لوئنز:۔"جی ہاں۔ اور اُسے مجھے یہ بھی کہا تھا۔ کہ یہ موت بڑی پُراسرار سی تھی۔ اور اگر ان واقعات کا علم کسی اور کو ہو گیا۔ تو یقیناً مجھ پر شک گزریگا غرضیکہ اُس نے مجھے خوف دلا کر خاموش کر دیا"+

ہومز:۔ ہاں بالکل درست۔ لیکن آپ کے دل میں شبہات تو تھے"؟

مسز لوئنز نے کچھ پس و پیش کے بعد کہا"میں اُسے جانتی تھی۔ لیکن اگر وہ میرے ساتھ وفا کرتا تو میں ہرگز بے وفائی نہ کرتی"+

ہومز:"میں تو خیال کرتا ہوں۔ کہ بحیثیتِ مجموعی آپ خوش قسمتی سے بچ گئیں۔ ورنہ . . . . . وہ آپ کے قابو میں تھا۔ اور اُسے اس بات کا علم تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی آپ زندہ ہیں . . . . . کچھ مہینوں تک آپ ایک عمودی چٹان کے کنارے پر چلتی رہی ہیں . . . . . اچھا مسز لوئنز! اب ہم اجازت چاہتے ہیں اغلباً آپ بہت جلدی اس کے متعلق ہم سے کچھ اور بھی سُنیں گی+

جب ہم سٹیشن پر کھڑے لندن سے آنے والی ایکسپرس گاڑی کے آنے کا انتظار کھینچ رہے تھے۔ تو ہومز نے کہا"ہمارا مقدمہ اب مکمل ہوا چاہتا ہے۔ اور قدم بقدم ہماری مشکلات حل ہو رہی ہیں . . . . . . میں انشاءاللہ موجودہ زمانے کے بے نظیر اور سنسنی خیز جرائم میں سے ایک کے متعلقہ واقعات دُنیا کے سامنے جلدی ہی پیش کرنے کے قابل ہو سکونگا متعلمین علم الجرائم کو گراؤنڈ واقع روس اصغر کے وہ واقعات یاد ہونگے۔ جو سن چھیاسٹھ میں ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ شمالی کیرولائنا کے قتل بھی قابل ذکر ہیں۔ لیکن یہ واقعہ اپنی طرز کا واحد اور انوکھا ہوگا۔ اس کے بعض امتیازات تو خالص اسی کے ہیں۔ اب تک ہمارے پاس اس چالاک شخص کے خلاف کوئی صاف مقدمہ نہیں۔ لیکن اگر آج بستر پر جانے سے پہلے اس کے خلاف ایک قاطع اور صاف مقدمہ نہ بن سکا۔ تو یہ میرے لئے باعث

تعجب ہوگا +

لنڈن اکسپریس دندناتی ہوئی سٹیشن پر پہنچی - پہلے درجے کی ایک گاڑی میں سے ایک موٹا تازہ لیکن چھوٹے قد کا آدمی پلیٹ فارم پر ہمارے درمیان آ دھمکا - ہم نے اُس سے مصافحہ کیا ...... ہومز کی طرف اُس کی تاڑ مذانہ نگاہوں سے میں تاڑ گیا - کہ اُس کے ساتھ اُس کے پہلے کے واسطے نے اُس کی کافی تاڑ دی تھی - مجھے اس عملی انسان کا وہ تنفراب تک بخوبی یاد تھا جس سے وہ میرے منطقی دوست کے دلائل کا خاکہ اُڑایا کرتا تھا - اُس نے آتے ہی پوچھا "کوئی مفید چیز؟"

ہومز "سال کا سال کے واقعات میں سب سے بڑا واقعہ! ..... ابھی ہمارے یہاں سے چلنے میں دو گھنٹے باقی رہتے ہیں ..... میرے خیال میں ہم یہ وقت شام کا کھانا حاصل کرنے میں صرف کر سکتے ہیں ...... اور لسٹریڈ! پھر لنڈن کی کُہر کی وجہ سے تمہارے گلے کی پیدا شدہ خراش کو ڈارٹمور کی خالص اور تازہ ہوا سے دُور کر دینگے ...... تم وہاں تو کبھی نہیں گئے؟ .... خوب! پھر تم اس جگہ کی پہلی زیارت کی یاد کو عمر بھر نہ بھولو گے +

چودھواں باب

باسکرولز کا خونی کتا

اگر واقعی اسے نقص کہا جا سکتا ہے تو شرلک ہومز میں یہ نقص تھا کہ وہ اپنی ہر ایک قسم کی تجاویز عین موقع سے پہلے ہرگز ہرگز کسی کو نہ بتاتا تھا کسی حد تک تو اس کی ایک وجہ اُس کی منتظم طبیعت ہو سکتی تھی۔ جس کا خاصہ تھا۔ کہ اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو متعجب کر کے خود اُن میں ممتاز رہے۔ یا شاید کسی حد تک اُس کے اس طرزِ عمل کا یہ سبب بھی تھا۔ کہ وہ ایک محتاط پیشے کا فرد تھا۔ جو محض حُسنِ اتفاق پر اعتماد نہ کر سکتا تھا۔ خواہ اس کی وجہ کچھ ہی کیوں نہ تھی۔ لیکن بہرحال اس کے نتائج اُس کے ماتحتوں اور مددگاروں کے لئے نہایت صبر آزما ہُوا کرتے تھے۔ میں نے خود کئی بار اسے محسوس کیا ہے۔ لیکن اس حد تک کبھی نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ ہیں اندھیرے میں گاڑی کے اُس طویل سفر کے دوران میں محسوس کر رہا تھا میدانِ کارزار ہمارے سامنے تھا۔ اور اب ہم اپنی آخری کوشش شروع کرنے کو ہی تھے لیکن ہومز ابھی تک صما بکما بیٹھا تھا۔ میں اُس کے طرزِ عمل کے متعلق محض قیاسات ہی قائم کر سکتا تھا۔ آخر جب ہوا کے سرد جھونکے ہمارے چہروں پر تھپیڑے مارنے لگے۔ تو میں خیال ماتقدم کے جوش سے کانپنے لگا۔ ہمارے دائیں بائیں کی بنجر زمینیں مجھے بتانے لگیں۔ کہ ہم واپس دلدل پر آ گئے تھے۔ ہمارے گھوڑوں کا ہر ایک قدم اور پہیوں کا ہر ایک چکر ہمیں اس مہم کے انجام کے قریب لے جا رہا تھا ہم گفتگو بھی کرائے کی گاڑی کے کوچوان کی موجودگی کے باعث آزادی سے نہ کر سکتے تھے۔ ہمارے دل و دماغ سخت متاثر جذبات اور آئندہ کے خطرات سے لبریز تھا۔ لیکن زبان پر ہم معمولی باتوں کے سوا کوئی اور بات نہ لا سکتے تھے۔ اس

غیر طبعی رکاوٹ کے بعد جب ہم فرینکلینڈ کے گھر کے قریب سے گزر گئے۔ تو مجھے گونہ تسلّی ہو گئی۔ کہ آخر ہم منزلِ مقصود پر پہنچنے والے تھے۔ ہم گاڑی کو صدر دروازے تک نہیں لے گئے۔ بلکہ روش پر پہنچکر گاڑیبان سے تصفیہ کر کے اور اُسے کومبٹریسی کی طرف روانہ کر کے خود میریپٹ ہوس کا رُخ کیا +

ہومز:۔ لیسٹریڈ! تم مسلح ہو؟

اس پر اُس چھوٹے سے سراغرساں نے مُسکرا کر کہا "جب تک میں پتلون پہنونگا۔ تب تک اُس میں جیب ہوگی۔ اور جب تک جیب ہوگی۔ اس میں کچھ نہ کچھ موجود ہوگا"+

ہومز:۔ "بہت خوب ہم دونوں بھی موقع کے لئے تیار ہیں"

لیسٹریڈ:۔ "مسٹر ہومز! اب آپ اس معاملے کے بالکل قریب ہیں۔ اب کونسی بازی ہے؟"

ہومز:۔ "انتظار کی"+

لیسٹریڈ نے گریمپن کی دلدل پر کی وسیع دھند اور سیاہ اور تاریک ڈھلوانوں کو دیکھتے ہوئے کانپ کر کہا۔ "واللہ یہ کوئی خوشگوار جگہ تو نہیں۔۔۔۔۔ ہاں اور میں اپنے سامنے ایک گھر کی روشنی دیکھتا ہوں"+

ہومز:۔ "وہی ہماری منزلِ مقصود ہے اور اسے میریپٹ ہوس کہتے ہیں۔ لیکن میں آپ سے پنجوں کے بل چلنے کو کہتا ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ آپ سرگوشی سے زیادہ آواز نہ نکالئے گا"+

ہم نہایت احتیاط سے راستے پر اسی طرح بڑھتے گئے۔ گویا کہ ہم اسی مکان کی طرف جا رہے تھے۔ لیکن جب ہم وہاں سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پہ پہنچے تو ہومز نے ہمیں روک لیا۔ اور کہا۔ "بس اتنا ہی کافی ہے۔ ہمارے دائیں ہاتھ کی پہاڑیاں ایک قابلِ تعریف گھات بنا رہی ہیں"+

میں:۔ "کیا ہم یہاں ٹھیرینگے؟"

ہومز - "ہاں ہم یہیں گھات میں بیٹھینگے - لیسٹریڈ! تم اس گڑھے میں بیٹھ جاؤ۔ اور واٹسن! تم اس گھر کے اندر گئے ہو نا؟ کیا تم ان کمروں کا محل وقوع بتا سکتے ہو؟ اس طرف کی یہ جالیدار کھڑکیاں کس کمرے کی ہیں؟"

مَیں: "میرے خیال میں یہ باورچی خانے کی ہیں"۔

ہومز: "اور ان سے پرے ..... وہ جو خوب چمک رہی ہے؟"

مَیں: "یقیناً وہ کھانا کھانے کا کمرہ ہے"۔

ہومز: "اس پر پردے پڑے ہوئے ہیں - لیکن تم زمین کی سطح سے بخوبی واقف ہو..... چپکے سے آگے جاکر دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں - لیکن خدارا اُنہیں یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ اُنہیں کوئی دیکھ رہا ہے"۔

میں دبے پاؤں راستے پر سے گیا - اور باغ کی پست دیوار کے پاس پہنچ کر جھک گیا - اور اس کے سائے میں جھک جھک کر ایک ایسے مقام پر جا پہنچا - جہاں سے میں ایک بن پردے کی کھڑکی میں سے سب کچھ دیکھ سکتا تھا - کمرے میں صرف سرہنری اور سٹیپلٹن تھے - وہ دونوں آمنے سامنے ایک میز پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے - کہ اُن کا ایک ایک پہلو میرے سامنے تھا - اس وقت وہ دونوں سگار پی رہے تھے - اور اُن کے سامنے میز پر قہوہ اور شراب پڑے ہوئے تھے - سٹیپلٹن تو خندہ دلی سے باتیں کر رہا تھا - لیکن اس کا رفیق پژمردہ اور سست بیٹھا تھا - شائد دلدل پر سے تن تنہا واپس جانے کے خیال سے اُن کی یہ حالت ہو رہی تھی"۔

میں ابھی دیکھ ہی رہا تھا - کہ سٹیپلٹن اُٹھ کر کمرے سے باہر گیا - اور سرہنری نے اپنا گلاس بھر کر کُرسی سے تکیہ لگاتے ہوئے سگار کے دو تین کش لئے - مَیں نے ایک دروازے کے کھُلنے کی اور بجری پر سے بُوٹوں کی رگڑ کی آواز سُنی - یہ قدموں کی آواز اُسی دیوار کے دوسرے سرے کے قریب کے رستے پر سے آ رہی تھی جس کے سائے میں دبکا ہُوا تھا - میں نے اُٹھ کر دیکھا - تو وہ سائینس ۔ ان

باغیچے کے ایک گوشے میں شاگرد پیشہ لوگوں کے مکانات میں سے ایک کے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے قفل میں چابی پھیرنے کی آواز سُنی۔ اور جب وہ اندر کوٹھڑی میں گیا۔ تو وہاں سے دھینگا مشتی اور دھول دھپے کی ایک عجیب قسم کی آواز آئی۔ اُسے اندر گئے ایک منٹ بھی نہ گزرا ہوگا۔ کہ میں نے پھر چابی گھمانے کی آواز سُنی۔ اور وہ میرے پاس سے گزر کر اپنے مہمان کے پاس واپس چلا گیا۔ اور میں نے بھی چپکے چپکے اپنے ہمراہیوں کے پاس پہنچکر انہیں یہ سب کہ سُنایا۔ جب میں ختم کر چکا۔ تو ہومز نے پوچھا "واٹسن! تم کہتے ہو۔ کہ وہ خاتون وہاں نہیں؟"

میں "نہیں وہ وہاں نہیں تھی"+

ہومز "جب باورچی خانے کے سوا روشنی بھی اور کہیں نہیں۔ تو پھر وہ کہاں ہو سکتی ہے؟"

میں "میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ کہاں ہے"+

میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ گریمپن کی دلدل پر گہری دھند چھائی ہوئی تھی یہ آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔ یہ سامنے سے سطح زمین کے بالکل ساتھ اور ایک دیوار کی طرح معین نظر آتی تھی۔ ہومز کا چہرہ اس کی طرف تھا۔ اور جب اُس نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف آتے دیکھا۔ تو وہ کچھ بڑبڑانے لگا۔ "واٹسن! یہ ہماری طرف آ رہی ہے"+

میں "تو کیا کوئی خطرے کی بات ہے؟"

ہومز "واقعی بڑی خطرناک بات ہے۔ صرف یہی میری تجاویز کو درہم برہم کر سکتی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دس تو بج چکے ہیں۔ اب وہ زیادہ نہیں ٹھیرینگے۔ ہماری کامیابی بلکہ اُن کی زندگی کا دارومدار بھی اسی پر ہے۔ کہ وہ اس کے راستے پر چھا جانے سے پہلے باہر نکل آئیں"+

رات بالکل صاف و شفاف تھی۔ ستاروں کی سرد روشنی اور ماہِ نیم تمام کی

مدھم شعاعیں اس سارے گرد و پیش پر پڑ رہی تھیں ۔ جن میں ہمارے سامنے کی عمارت سیاہ نظر آتی تھی ۔ اور روپہلی آسمان کے خلاف اس کی دندانے دار چھت اور اس کے عمودی دُود کش صاف اور سیاہ نظر آتے تھے ۔ نیچے کی کھڑکیوں میں سے سنہری رنگ کی چوڑی اور روشن شعاعیں دلدل اور باغیچے پر پڑ رہی تھیں ۔ ان میں سے ایک تو یکایک بند ہو گئی ۔ ۔ ۔ ۔ لیعنی نوکر باورچی خانے سے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے ۔ اب صرف کھانا کھانے کے کمرے کے لیمپ کی روشنی رہ گئی ۔ جہاں بخیبر مہمان اور خونی مہمان نواز دونوں اپنے سگار سُلگائے بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے ۔

وہ محض سفید دھند جو تقریباً آدھی دلدل پر چھا چکی تھی ۔ اب لحظہ بلحظہ مکان کے قریب آ رہی تھی ۔ اس کے ہلکے ہلکے باریک حلقے کھڑکی کی روشن چوکھٹ میں چکر کاٹتے نظر آ رہے تھے ۔ باغیچے کی دوسری طرف کی دیوار آنکھوں سے بالکل اوجھل ہو چکی تھی ۔ اور درخت بھی سفید بخارات کے گرداب میں ڈوب رہے تھے ۔ اور ہمارے دیکھتے دیکھتے ہی کہر کے دھاووں نے آہستہ آہستہ مکان کے ایک گوشے کو گھیر لیا تھا ۔ یہ اب ایک مجسم سطح نظر آتی تھی ۔ جس پر مکان کی دوسری منزل اور چھت ایسے معلوم ہوتے تھے ۔ گویا کہ کسی بحر ظلمات کی سطح پر تیر رہے تھے ۔ ہومز نے یہ دیکھکر اضطراب سے اپنا ہاتھ سامنے کی چٹان پر مارا ۔ اور بیتابی کے ساتھ نیچے زمین پر زور زور سے ایڑیاں مارنے لگا ۔ " اگر وہ پاؤ گھنٹے تک باہر نہ آ گئے ۔ تو راستے پر کہر چھا جائیگی ۔ اور آدھ گھنٹے کے بعد ہاتھ کو ہاتھ بھی نہ سُوجھیگا " ۔

مَیں ۔ " کیوں نہ ہم پیچھے کی اونچی سطح پر چلے چلیں ؟ "

ہومز ۔ " ہاں میرے خیال میں یہ قدرے بہتر ہوگا " ۔

جب اس دھند کا کنارہ آگے بڑھتا آیا ۔ تو ہم اس سے دُور پیچھے کو ہٹ گئے ۔ یہاں تک کہ ہم مکان سے آدھ میل کے فاصلے پر پہنچ گئے ۔ لیکن پھر بھی

یہ سفید لہر جس کے اوپر کے کنارے پر چاند ضوفشانی کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ بے روک ہماری طرف آ رہی تھی۔ آخر ہومز نے کہا "ہم بہت دُور جا رہے ہیں..... ہم کو یہ موقع نہیں دینا چاہیئے۔ کہ ہمارے اُن تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ اُنہیں دبوچ لے۔ بہرکیف ہم جہاں کھڑے ہیں۔ ہمیں یہیں کھڑے رہنا چاہیئے"۔ یہ کہتے ہوئے اُس نے جھُک کر اپنا کان زمین سے لگایا اور کہا "شکر ہے..... میرے خیال میں وہ اب آ رہے ہیں"+

دلدل پر کے قفل خاموشی کو تیز قدموں کی آہٹ نے توڑا۔ ہم پتھروں میں چھپ کر اس دیوار کے روپہلی کنارے کو بنظرِ غائر دیکھنے لگے۔ یہ آواز بلند ہوتی گئی۔ اور اس دھند میں سے ایک آدمی ایسے نکلا۔ گویا کہ کسی پردے کو پھاڑ کر نکلا ہے۔ بس ہم انہیں کے آنے کے منتظر تھے۔ جب یہ باہر کی صاف فضا میں نکلے۔ تو اُنہوں نے حیرانی سے ستاروں بھری رات میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ اور پھر تیزی سے ہمارے سامنے سے گزر کر پیچھے ایک ڈھلوان پر پہنچ گئے۔ وہ جاتے ہوئے بار بار پیچھے پھر کر دیکھتے تھے..... جیسے کسی کے آنے کا خطرہ تھا+

ہومز نے "ہشت" کہا اور میں نے پستول کا گھوڑا چڑھانے کی آواز سُنی۔

"وہ دیکھو! وہ آ رہا ہے"+

کہیں اس رینگتی ہوئی لہر میں سے بدبدانے کی سی ایک مہین اور مسلسل آواز آنے لگی۔ یہ دھند اب ہماری کمینگاہ سے پچاس گز سے زیادہ دور نہ ہو گی۔ اور ہم تینوں اس پر ٹکٹکی لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے کہ دیکھیں اس پردے میں سے کونسی آفت ظاہر ہوتی ہے۔ میں ہومز کے ساتھ ہی تھا۔ میں نے لحظہ بھر کے لئے اُس کے زرد چہرے پر نگاہ کی۔ پہلے تو اس پر امید کی جھلک دیکھی۔ اور دیکھا۔ کہ اُس کی آنکھیں چاندنی میں چمک رہی تھیں۔ لیکن وہ یکایک ہی اپنے سامنے سختی کے ساتھ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ اُس کا منہ تعجب اور حیرانی سے کھُل گیا۔ لیسٹریڈ خوف سے چیخ مار کر اُوندھے مُنہ زمین پر گر پڑا۔ میں نے جست

کی اور اپنے پھوٹے ہوئے ہاتھ سے پستول پکڑا۔۔۔۔۔ اس دھند میں سے جو شکل باہر نکلی تھی۔ اُسے دیکھ کر میرا دل خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اور میری قوت سلب ہو گئی تھی۔ دیکھنے میں یہ ایک قد آور شکاری کتا تھا۔ لیکن کوئی معمولی شکاری کتا نہ تھا رنگ توے کی طرح سیاہ تھا۔ لیکن اتنا بڑا نہ تھا۔ کہ یہ کہا جا سکے۔ کہ کسی انسان نے ایسا کتا نہ دیکھا ہوگا۔ اس کے کھلے ہوئے منہ میں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ مگر اُن میں سے دھواں نہ نکلتا تھا۔ تھوتھنی کندھوں اور ٹھوڑی کے نیچے کے گوشت پر سے بھی جھلملاتے ہوئے شعلے اُٹھ رہے تھے۔ کسی مخبوط الحواس دیوانے کا مختل دماغ بھی اپنے خواب پریشان میں ایسی شیطانی اور ڈراونی شکل نہ پیدا کر سکا ہوگا جیسی کہ اس دھند کی دیواروں میں سے نکل کر ہمارے سامنے آدھمکی۔ یہ جسیم حیوان لمبی لمبی چھلانگیں مارتا ہوا عین ہمارے دوست کے نقش قدم پر جا رہا تھا۔ اور ہم خوف و ہراس سے اس قدر مغلوب ہو گئے تھے کہ ہم نے اسے بلا روک ٹوک اپنے آگے سے گذر جانے دیا۔ پھر میں نے اور ہومز نے ایک ہی وقت فائر کیا۔ جس کے جواب میں اُس نے ایک خوفناک چیخ ماری۔ اس سے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ ہم دونوں میں سے کم از کم ایک کا نشانہ ٹھیک بیٹھا تھا۔ لیکن وہ اس سے نہ رُکا۔ بلکہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھتا گیا۔ ہمیں دور راستے پر سر ہنری پیچھے مُڑ کر دیکھتے ہوئے نظر آئے۔ چاندنی میں اُن کا چہرہ سفید نظر آتا تھا۔ اور خوف کے باعث وہ اپنے ہاتھوں کو اُوپر اُٹھائے ہوئے نہایت بیکسی سے اس خوفناک حیوان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جو انہیں دبوچنے کو تھا۔

لیکن کتے کی چیخ سے ہمارے تمام خطرات کافور ہو گئے۔ کیونکہ ہم نے سوچا۔ کہ اگر وہ مجروح ہو سکتا تھا۔ تو وہ فانی بھی تھا۔ میں نے اُس رات جس طرح ہومز کو اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے دیکھا۔ ایسے میں نے عمر بھر میں کسی کو نہیں دیکھا۔ میں کافی تیز پا سمجھا جاتا تھا۔ لیکن میں ہومز سے اتنا ہی پیچھے تھا۔

جتنا کہ لیسٹریڈ مجھ سے پیچھے تھا۔ ہم تینوں دوڑے جاتے تھے۔ اور ساتھ ہی سامنے سے سرہنری کی چیخیں اور کُتے کی پُرزور آواز سُن رہے تھے۔ میں یہ منظر عین وقت پر دیکھ سکا۔ کہ اُس نے سرہنری کو پچھاڑ کر دبوچ لیا۔ اور پھر اُن کے گلے پر سوار ہوگیا لیکن دوسرے لمحے میں ہومز نے اپنے پستول کی پانچ گولیاں اس حیوان کی کوکھ میں خالی کر دی تھیں۔ جانکنی کی تکلیف کی آخری چیخ کے ساتھ وہ ہوا میں کُود کر دھم سے زمین پر گرا ...... وہ چاروں شانے چت تھا۔ اور اس طرح ہوا میں اپنے پاؤں مارتا مارتا ٹھنڈا ہو گیا۔ میں نے بھی تیزی سے سانس لیتے ہوئے اس پر جھک کر اپنا گھوڑا دبایا۔ لیکن میری کوشش بے سود تھی۔ کیونکہ وہ خبیث پہلے ہی مر چکا تھا +

سرہنری جہاں گرے تھے وہیں بیہوش پڑے تھے۔ ہم نے جلدی سے اُن کا کالر پھاڑ کر اُتارا۔ یہ دیکھکر کہ مدد کے بروقت پہنچ جانے سے اُن کے گلے پر کسی قسم کا چرکہ یا نشان نہ آنے پایا تھا۔ ہومز نے اطمینان اور شکر ایزدی کیساتھ ایک گہرا سانس لیا.... اب ہمارے دوست کی پلکیں کچھ حرکت کرنے لگی تھیں اُنہوں نے ہلنے کی بھی خفیف سی کوشش کی.... لیسٹریڈ نے فوراً اپنی برانڈی سے بھری ہوئی صراحی اُن کے دانتوں کے درمیان گھسیڑ دی۔ اور اُن کی حیران اور مبہوط آنکھیں ہمارے چہرے پر دیکھنے لگیں .... میرے اللہ! یہ کیا تھا؟.... خدا کے واسطے بتانا کیا تھا؟

اُنہوں نے یہ الفاظ زیر لب کہے اور ہومز نے ان کے جواب میں کہا "... مر گیا ہے۔ اور ہم نے آپ کے خاندان کی خبیث رُوح کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا ہے" +

محض قد و قامت اور زور و طاقت میں بھی یہ حیوان جو ہمارے سامنے پڑا تھا۔ بہت مہیب تھا۔ یہ خالص تازی کُتا نہ تھا۔ اور نہ ہی ... خالص ... کُتا تھا.... بلکہ ان دونوں کے مابین معلوم ہوتا تھا.... یعنی دوغلا تھا....

یہ دُبلا اور وحشی تھا۔ اور ایک چھوٹی شیرنی جتنا بڑا تھا۔ اب بھی موت کی خاموشی میں اس کے جبڑوں میں سے نیلگوں شعلے ٹپکتے دکھائی دیتے تھے۔ اور اُس کی چھوٹی چھوٹی سفاک آنکھوں کے ارد گرد بھی ابھی تک آتشیں حلقے تھے۔ میں نے اس کی ڈھلکتی ہوئی تھوتھنی کو اپنی انگلیوں سے چھوا۔ اور پھر جب انہیں اپنے سامنے لا کر دیکھا۔ تو ان میں بھی اُسی قسم کے دُودھک تھی۔ میں نے "فاسفورس" کہا۔ ہومز نے مُردہ کُتّے کو سونگھ کر کہا۔ "ہاں اور اس کا نہایت ہوشیاری سے بنا ہُوا مُرکّب! دیکھو اس میں بُو تک نہیں۔ جس سے اس کُتّے کی قوّت شامہ کو خلل پہنچنے کا اندیشہ ہوتا۔۔

۔۔۔۔۔ سر ہنری! ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ کہ ہم نے آپ کو اس خطرے میں ڈالا میں ایک شکاری کُتّے کے لئے بالکل تیار تھا۔ لیکن اس قسم کے خبیث حیوان کے لئے ہرگز تیار نہ تھا۔ اس کے علاوہ دُھند کی وجہ سے ہمیں اس کے استقبال کے لئے بہت کم وقفہ مل سکا۔

سر ہنری: "آپ نے میری جان بچائی ہے"

ہومز: "لیکن پہلے خود ہم نے اسے مخدوش کیا تھا۔۔۔۔۔ کیا آپ میں اُٹھ کر کھڑے ہونے کی طاقت ہے؟"

سر ہنری: "مجھے اس برانڈی کے ایک دو گھونٹ اور دیجئے۔ اور پھر میں انشا اللہ جس کام کے لئے آپ کہینگے تیار ہونگا۔۔۔۔۔ بشرطیکہ اب آپ میری مدد کریں۔ ۔۔۔۔۔ اچھا اب کیا صلاح ہے؟"

ہومز: "آپ کو یہاں چھوڑ کر جانے کی۔ آپ آج رات کو اور مہمات کے قابل نہیں ہیں۔ اگر آپ انتظار کر سکیں۔ تو ہم میں سے کوئی نہ کوئی جلدی ہی آپ کو واپس ہال تک پہنچا آئیگا"

سر ہنری نے لڑکھڑاتے ہوئے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ لیکن اُن کا چہرہ ابھی تک زرد تھا۔ اور اُن کا ہر ایک عضو کانپ رہا تھا۔ ہم اُنہیں تھام کر ایک چٹان پر لے گئے۔ جہاں وہ اپنے سر کو اپنے ہاتھوں کے بل تھام کر تھرتھراتے

ہوئے بیٹھ گئے۔

ہومز: "اب ہمیں آپ کو یہاں اکیلے ہی چھوڑ کر جانا پڑیگا۔ ابھی بقیہ کام ہمارے ذمے ہے۔ اور ایک لمحہ بھی نہایت قیمتی ہے۔ اب ہمارا مقدمہ بالکل تیار ہے۔ لیکن اس کے لئے مجرم درکار ہے"۔

جب ہم جلدی سے واپس چلے تو ہومز نے پھر گفتگو شروع کی۔ "ہزار میں سے ایک بار اُس کے گھر پہ ملنے کا امکان ہے۔ اور نو سو ننانوے بار اس بات کا امکان نہیں۔ ان فائروں نے اُسے متنبہ کر دیا ہوگا۔ کہ بازی اُلٹ گئی ہے۔

میں: "ہم اُس سے کچھ فاصلے پر تھے۔ علاوہ ازیں دھند کے حائل ہونے سے ممکن ہے کہ ان کی آواز وہاں تک نہ پہنچ سکی ہو"؟

ہومز: "یقین جانو۔ کہ وہ خود بھی کُتے کے پیچھے پیچھے اُسے واپس بلانے کے لئے آیا ہوگا...... نہیں۔ نہیں۔ وہ اب تک ضرور کہیں بھاگ گیا ہوگا۔ لیکن پہلے ہم گھر کی تلاشی لے کر اپنی تسلی کئے لیتے ہیں"۔

سامنے کا دروازہ کھلا تھا۔ ہم دوڑتے ہوئے اندر گھس گئے۔ راستے میں ایک بوڑھا نوکر ملا۔ جو ہکا بکا کھڑا تھا۔ کھانا کھانے کے کمرے کے سوا روشنی کہیں نہ تھی۔ ہومز لپک کر لیمپ اُٹھا لایا۔ اور پھر اُس نے گھر کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن اُس کا کوئی نشان نہ ملا۔ البتہ دوسری منزل میں ایک شب خوابی کا کمرہ مقفل تھا۔

لیسٹریڈ نے چلا کر کہا: "اس کے اندر کوئی نہ کوئی موجود ہے"؟

ہومز: "مجھے بھی اس میں سے آہٹ آ رہی ہے۔ دروازہ کھولو"۔

اندر سے کپڑے کی ایک خفیف سی سرسراہٹ اور کراہنے کی ایک دھیمی آواز آئی۔ ہومز نے اپنے پاؤں کے تلے سے قفل کے عین اُوپر زور سے دروازے کو دھکا مارا۔ جس سے وہ کھٹ سے کھل گیا۔ اور ہاتھوں میں پستول لئے ہم تینوں اندر گھس گئے۔ لیکن وہاں اس نڈر اور بیباک انسان کی موجودگی کا کوئی نشان نہ تھا۔ بلکہ اُس کی بجائے ہمیں ایک ایسی غیر متوقع چیز دکھائی دی۔ کہ لمحہ بھر تو ہم

حیران کھڑے دیکھتے رہے +

یہ کمرہ ایک مختصر عجائب گاہ سی تھی۔ جس کی دیواروں کے ساتھ ساتھ بہت سی چھوٹی چھوٹی شیشے کی الماریاں دھری ہوئی تھیں۔ جن میں مختلف انواع واقسام کے مچھروں اور پروانوں کا مجموعہ تھا۔ اور اس مجموعے کی تکمیل اس عجیب اور خطرناک انسان کا شغل تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک عمودی ستون تھا۔ جو اغلباً کسی وقت اس کرم خوردہ چھت کو سنبھالنے کے لئے اس کے نیچے کھڑا کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی شخص چادروں وغیرہ سے بندھا ہُوا تھا۔ اور وہ ان میں اس طرح لپٹا ہُوا اور بندھا ہُوا تھا۔ کہ معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ کہ عورت ہے یا مرد۔ ایک تولیا گلے پر سے پھیر کر پیچھے ستون کے ساتھ بندھا ہُوا تھا۔ اور اسی طرح ایک اور مُنہ اور آنکھوں کو چھپائے ہوئے تھا...... ان آنکھوں میں سے شرمندگی اور غم و تاسف ٹپک رہے تھے۔ جب ہم نے یہ تولیا کھولا۔ تو ان آنکھوں نے تعجب سے ہمیں دیکھنا شروع کیا۔ ایک ہی منٹ میں ہم نے مُنہ میں سے ٹھوسے ہوئے کپڑے کو نکال ڈالا۔ اور باقی چادریں بھی کھول ڈالیں...... ہمارے سامنے مسز سٹیپلٹن فرش پر گر پڑی۔ جب اُس کا خوبصورت سر اُس کی چھاتی پر آن پڑا۔ تو میں نے صاف طور پر اُس کی گردن پر چابک کا ایک سُرخ نشان دیکھا +

ہومز۔ "آہ! ظالم!...... لیسٹریڈ! برانڈی کی بوتل نکالو۔ اور انہیں کُرسی پر بٹھاؤ۔ بیچاری تھکان اور سخت سلوک کے باعث بیہوش ہو گئی ہے....." +

اُس نے آنکھیں کھولیں اور کہا "کیا وہ محفوظ ہے؟.... کیا وہ بچ گیا ہے؟"

ہومز۔ "میڈم! وہ ہم سے بچ کر نہیں جا سکتا" +

مسز سٹیپلٹن۔ "نہیں۔ نہیں...... میری مراد اپنے خاوند سے نہیں۔ سر ہنری سے ہے۔ کیا وہ بخیریت ہیں؟"

ہومز۔ "ہاں" +

مسز سٹیپلٹن :"اور کتا؟"

ہومز :"مار ڈالا گیا ہے"+

اس پر اُس نے اطمینان سے ایک لمبا سانس لے کر کہا :"شکر! خدایا تیرا صد شکر! ...... دیکھئے! اس بدمعاش نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے"

یہ کہتے ہوئے اُس نے اپنی باہیں آستینوں میں سے نکال کر ہمیں دکھائیں ہم یہ دیکھ کر کہ وہ چرکوں سے بھر پور تھیں سہم گئے +

مسز سٹیپلٹن نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا :"لیکن یہ تو کچھ بھی نہیں .... اُس نے میری رُوح کو اور میرے ضمیر کو ایذا دی ہے اور ان کی بے حرمتی کی ہے - میں یہ سب کچھ برداشت کر سکتی تھی - یہ سلوک - تنہائی - دھوکے کی زندگی - غرضیکہ جب تک یہ امید باقی رہتی - کہ اُسے مجھ سے محبت ہے - میں اس امید پر سب کچھ برداشت کر لیتی - لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے - کہ میں اپنی سادہ لوحی کے باعث اُس کے ہاتھ میں محض ایک اوزار کی طرح رہی"- یہ کہتے کہتے اور زور سے ہچکیاں لیتے لیتے اُس کی گھگھی بندھ گئی +

ہومز :"میڈم - آپ اُس کی خیر خواہ تھوڑی ہی ہیں - لہٰذا ہمیں جلدی بتائیے - کہ وہ کس جگہ سے ملیگا - اگر آپ نے اُس کے بُرے منصوبوں میں اُسکی کبھی مدد کی ہے - تو اب ہمیں یہ بتانے سے اس کا کفّارہ ادا کر دیجئیے"+

اُس نے جواب دیا :"وہ صرف ایک ہی جگہ بھاگ کر جا سکتا ہے - گریمپن کی دلدل کے عین وسط میں ٹین کی ایک پُرانی کان ہے - وہاں ہی وہ اپنا کُتّا رکھا کرتا تھا - اور وہیں ہی اُس نے اپنی پناہ کا بندوبست کیا ہوا ہے - بس وہ وہیں جا سکتا ہے"+

دُھند دُھنکی ہوئی روئی کی طرح کھڑکی کے سامنے تھی - ہومز نے اسکی طرف لیمپ لیجا کر کہا :"یہ دیکھئے! آج کی رات گریمپن کی دلدل میں کسی شخص کو بھی رستہ دکھائی نہیں دے سکتا"+

یہ سُنکر وہ اپنے ہاتھوں سے تالیاں بجانے لگی۔ اُس کی آنکھیں اور اُس کے دانت فرطِ انبساط سے چمکنے لگے "ہاں۔ وہ اُس کے اندر جانے کا رستہ تو ڈھونڈھ لیگا۔ لیکن اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ آج کی رات وہ اپنی رہبری کرنے والے ڈانڈ کیسے دیکھ سکیگا؟ دلدل کی طرف رستے کے نشانات کے طور پر ہم دونوں نے یہ خود اپنے ہاتھوں سے گاڑے تھے۔ کاش! کہ میں اُنہیں آج کھینچکر باہر نکال سکتی۔ تب وہ ضرور اس وقت تک آپ کے رحم پر منحصر ہوتا"

یہ صاف ظاہر ہے کہ جب تک دُھند رفع نہ ہو جائیگی۔ اس کا تعاقب بے سُود ہوگا۔ اور اسی اثنا میں لیسٹریڈ کو وہیں چھوڑ کر میں اور ہومز سر ہنری کے ساتھ باسکرول ہال تک گئے۔ سٹیپلٹنز کی داستان اب اُن سے مخفی نہ رکھی جا سکتی تھی۔ لیکن اُنہوں نے اپنی محبوبہ کے متعلق یہ سب کچھ سُنا۔ اور اسے نہایت دلیری سے برداشت کیا۔ رات کی مہم سے وہ بالکل چُور تھے۔ اور صبح سے پہلے ہی وہ ان تاثیرات کے باعث ڈاکٹر مارٹیمر کے زیر نگرانی بُخار کی شدت سے حالتِ ہذیان میں تھے۔

ان دونوں کے مقدر میں تھا۔ کہ جب تک سر ہنری پھر صحیح و توانا ہو کر اس بدشگون جائداد کے مالک نہ بن لیں۔ تب تک یہ دونوں اکٹھے دُنیا کی سیر و سیاحت کرتے پھریں۔

اور اب میں ان واقعات کے انجام کی جانب نہایت سُرعت سے آتا ہوں۔ جن کے دَوران میں نے اپنے ناظرین کو بھی ان تاریک اور غیر معین خطرات اور قیاسات کے محسوس کرانے کی کوشش کی ہے۔ یہ وہ خطر انجام واقعات تھے جنہوں نے ہماری فضا کو اتنے طویل عرصے تک مکدر اور آلودہ کئے رکھا۔

اُس رات کے بعد جب دھند دُور ہوئی۔ تو صبح کو مسز سٹیپلٹن ہماری رہنمائی کرتے ہوئے ہمیں دلدل کے راستے پر سے لے گئی۔ یہ دیکھا کہ یہ عورت کیسی خوشی کے ساتھ ہمیں اپنے خاوند کے راستے پر لے جا رہی تھی۔ ہم پر اُس کی بدبختی کسی

حد تک ظاہر ہوگئی ۔ ہم نے اُسے سخت زمین کی گاؤدم اور تنگ آبنائے پر چھوڑا۔
جب ہم اس کے آخری حصے پر پہنچے ۔ تو ہم نے چھوٹے چھوٹے ڈنڈوں کی مدد سے
دیکھا ۔ کہ گھاس کے اُن سرسبز ٹکڑوں اور سبزے سے ڈھکے ہوئے دلدل کے
قریب وہ قطعات میں سے جہاں ایک اجنبی جا کر رہ جاتا تھا ۔ راستہ کہاں کہاں
سے چکر لگاتا ہوا جاتا ہے ۔ جنگلی اور خودرو کائی بافراط تھی ۔ اور اس میں سے ثقیل
اور نجس بخارات ہمارے چہروں سے ٹکرا رہے تھے ۔ اور کہیں کہیں ایک ہی غلط
قدم دھرنے سے ہم گھٹنوں گھٹنوں تک سیاہ اور متحرک دلدل میں اُتر جاتے تھے ۔
جو ہمارے قدموں کے بوجھ کے باعث گزوں تک تھرتھرا رہی تھی ۔ جب ہم قدم
اُٹھاتے تھے ۔ تو اس کی مضبوط گرفت ہماری ایڑیوں کو جکڑ لیتی تھی ۔ اور جب کہیں
ہم اس میں دھنس جاتے ۔ تو ایسا معلوم ہوتا ۔ کہ کوئی کینہ ور ہاتھ ہمیں پکڑ کر
نیچے کی ناپاک اور غلیظ گہرائیوں میں کشاں کشاں لے جا رہا ہے ۔ کیونکہ اس کی
گرفت نہایت مضبوط اور بالارادہ معلوم ہوتی تھی ۔ صرف ایک ہی دفعہ ہم نے
ایک نشان دیکھا ۔ جس سے معلوم ہوتا تھا ۔ کہ ہم سے پہلے کوئی اور بھی اس
خطرناک رستے پر سے گذر چکا تھا ۔ سفید گھاس میں سے کیچڑ سے بھری ہوئی کوئی
سیاہ شے نظر آ رہی تھی ۔ ہومز اسے پکڑنے کے لئے راستے پر سے اُترا ۔ تو وہ کمر تک
دلدل میں دھنس گیا ۔ اور اگر ہم نے اُسے پکڑ کر نہ کھینچ لیا ہوتا ۔ تو پھر اُسے خشک
زمین پر مشکل سے ہی قدم رکھنا نصیب ہوتا ۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پرانا سیاہ رنگ
کا بوٹ تھا ۔ جس کے اندر چمڑے پر میئرز ٹرانٹو کی مہر لگی ہوئی تھی ۔ ہومز نے کہا ۔
"واقعی اسے حاصل کرنے کے لئے کیچڑ میں ایک بار نہانا کوئی بڑی بات نہیں ....
یہ ہمارے دوست کا گمشدہ بوٹ ہے" +

میں "اغلباً اُس نے فرار ہوتے وقت اسے یہاں پھینکا ہے" +

ہومز "ہاں بالکل اسی طرح ۔ اُس نے کتے کو اُن کی بُو پر لگا کر اسے اپنے ہاتھ میں
ہی رکھا ۔ اور جب اُس نے دیکھا ۔ کہ بازی اُلٹ گئی ہے ۔ تو وہ اسے ہاتھ میں لئے

دوڑا۔ اور آخر یہاں پہنچکر اُس نے اسے پھینکدیا۔ کم ازکم ہمیں اتنا تو معلوم ہو گیا ہے۔ کہ یہ شخص یہاں تک بخیریت آیا ہے۔ اگرچہ اس کے بعد ہم قیاس کر سکتے تھے۔ لیکن اس کے متعلق مزید معلومات ہماری قسمت میں نہ تھیں۔ کیونکہ دلدل میں سے پاؤں کے نشانات ملنے کی کوئی امید نہ ہو سکتی تھی..... اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اُٹھتا ہوا کیچڑ پھر جلدی ہی اُن پر آجاتا تھا۔ لیکن جب ہم اس کے پار سخت زمین پر پہنچے۔ تو ہم نے نہایت غور سے انہیں دیکھنا شروع کیا۔ لیکن اُن کا ذرّہ بھر بھی نشان نہ نظر آیا۔ لیکن اگر وہ زمین ایک صحیح بات کہ سکتی تھی تو وہ زبانِ حال سے یہی کہ رہی تھی۔ کہ اگرچہ گذشتہ شب کی دھند میں سٹیپلٹن نے ہر چند اپنے جزیرے میں پناہ گزین ہونے کی کوشش کی۔ لیکن وہ وہاں ہرگز نہیں پہنچ سکا۔ گریمپن کی دلدل نے اس بے رحم اور سخت انسان کو کہیں اپنی کیچڑ والی تہ میں جذب کر لیا تھا۔ جہاں وہ ہمیشہ کے لئے مدفون رہیگا..... ہم نے اُس دلدل سے گھرے ہوئے جزیرے میں جہاں اُس نے اپنے وحشی شریک جرم کو رکھا ہوا تھا۔ اُس کے بہت سے نشانات دیکھے۔ ایک بڑا سا پہیہ اور کوڑے کرکٹ سے آدھا بھرا ہوا چھکڑا ایک غیر آباد کان کا محل وقوع بتا رہے تھے۔ اور ان کے قریب ہی کان کنوں کے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑوں کے کھنڈر تھے۔ جو غالباً اپنے ارد گرد کی دلدل کے متعفن بخارات سے تنگ آکر بھاگ گئے ہونگے۔ ان میں سے ایک میں ایک زنجیر اور ایک کڑی ملی۔ جس کے قریب ہی بچی کھچی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں..... ان میں سے ایک تو کسی حیوان کی کھوپری تھی۔ اور اس کے پاس ہی مٹیالے رنگ کے بہت سے آپس میں جکڑے ہوئے گھنگھر دار بال تھے۔ انہیں دیکھکر ہومز بول اُٹھا۔ "واللہ کوئی کُتا تھا"...... اور کُتا بھی گھونگھردار بالوں والا اسپینیل تھا..... بیچارے مارٹیمر کو اپنا کُتا دیکھنا کبھی نہ نصیب ہو گا! میں نہیں سمجھتا۔ کہ اب اس جگہ کوئی اور راز ایسا بھی ہے۔ جسے ہم پہلے ہی نہ جانتے ہوں۔ وہ اپنے کُتے کو تو پوشیدہ رکھ سکتا تھا۔ مگر اُس کی آواز کو نہ روک سکتا تھا

اور اُن آوازوں کے سُنائی دینے کی یہی وجہ تھی۔ جو دن دہاڑے بھی ایسی ناخوشگوار اور کریہہ سُنائی دیتی تھیں۔ جب کبھی اُسے کوئی خاص ضرورت پڑتی تھی۔ تو وہ اسے میریپٹ ہاؤس کے شاگرد پیشہ لوگوں والے مکانات میں لے آتا۔ لیکن ایسا کرنا ہمیشہ خطرناک تھا۔ اور صرف آخری دن ہی جبکہ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اُس کی کوششوں کا انجام آن پہنچا ہے۔ تو اُس نے اس کُتّے کو وہاں لے جانے کی جرأت کی ...... اور یہ لیئی سی جو اس ٹین کے ڈبے میں پڑی ہے۔ اغلباً وہی چمکیلا مُرکّب ہے۔ جسے وہ اس کُتّے کے جسم پر لگایا کرتا تھا۔ اُسے خاندان کے جہنمی کُتّے کی حکایت سُن کر یہ خیال پیدا ہوا ہوگا۔ اور اس کو استعمال کرنے سے اُس کی خواہش یہ ہوگی۔ کہ ڈر کے مارے ہی سر چارلس کے پران نکل جائیں +

اور اگر وہ کمبخت مفرور اسے اپنے نقشِ قدم پر دیکھکر ہمارے دوست کی طرح دوڑ پڑا تھا۔ تو یہ چنداں قابلِ تعجب نہیں۔ کیونکہ جب اُس نے اپنے پیچھے ایک ایسا مہیب جیوان آتے ہوئے دیکھا۔ تو وہ مرتا کیا نہ کرتا ...... +

یہ بڑی چالاکی تھی۔ کیونکہ اپنے شکار کو خوف دلاکر ہی مار دینے کے علاوہ اس میں یہ حکمت بھی تھی۔ کہ کوئی کسان خواہ کتنا ہی منچلا کیوں نہ ہو اسے قریب سے دیکھنے یا اس کے متعلق زیادہ تفتیش کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا ...... واٹسن! میں نے لندن میں بھی کہا تھا۔ اور اب پھر کہتا ہوں۔ کہ اب تک ہم نے کسی ایسے شخص کو اُس کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ جو اس سامنے والے مدفون انسان سے زیادہ خطرناک ہو"۔ یہ کہتے ہوئے اُس نے اپنے لمبے بازو سے وسیع اور سرسبز پھیلاؤ کی طرف اشارہ کیا۔ جس کی سطح پر جا بجا داغ سے تھے۔ اور جو دور دلدل کے نشیب میں جا ملتا تھا... +

پندرھواں باب

نومبر کا اخیر تھا۔ ہومز اور میں ایک کہر آلودہ اور دھندلی سی رات میں دہکتی ہوئی آگ کے آمنے سامنے بیکر سٹریٹ کے اپنے ملاقاتی کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈیون شائر کے خطرناک مقدمے سے واپس آنے کے بعد وہ دو نہایت اہم مقدمات میں مصروف رہا تھا۔ پہلے میں تو اُس نے "نانپیریل کلب کے پتے بازی کے مشہور مقدمے میں کرنل اپوڈ" کے نہایت مذموم رویے کو بے نقاب کیا تھا۔ اور دوسرے میں اُس نے بدنصیب میڈم مانٹپنسئر کو اپنی سوتیلی بیٹی "میڈموا سل کیرئیر" کے قتل کے الزام سے جو جیسا کہ ناظرین کو یاد ہوگا۔ چھ ماہ بعد نیویارک میں صحیح وسالم بلکہ شادی شدہ پائی گئی تھی۔ بری ثابت کیا تھا +

میرا دوست اپنے ان اہم مقدمات میں کامیاب ہونے کے باعث اپنی لہر میں تھا۔ اس لئے میں اُسے باسکرول ہال کے پُراسرار معاملے کی تفصیلات پر بحث کرنے کے لئے آمادہ کر سکتا تھا۔ میں اس موقعے کا نہایت صبر سے انتظار کھینچا کیا۔ کیونکہ مجھے بخوبی معلوم تھا۔ کہ وہ ان مقدمات کو ایک دوسرے میں خلط ملط ہونے کا ہرگز ہرگز موقعہ نہ دیگا۔ اور مجھے اس بات کا بھی علم تھا۔ کہ میں اُس کے منطقیانہ دماغ کی توجہ کو موجودہ واقعات سے ہٹا کر گذشتہ واقعات کی طرف نہ مبذول کر سکتا تھا خوش قسمتی سے سرہنری اور ڈاکٹر مارٹیمر بھی اس طویل سفر کے لئے جو اُن کی صحت کو بحال کرنے کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔ کیل کانٹے سے لیس ہو کر لندن میں آئے ہوئے تھے۔ اسی سہ پہر کو وہ ہمارے ہاں آئے تھے۔ اس لئے لازمی طور پر اس موضوع پر گفتگو ہوئی تھی +

ہومز نے کہا۔ "ان واقعات کا سارا سلسلہ اُس شخص کے زاویۂ نظر سے جو اپنے آپ کو سٹیپلٹن کہلاتا تھا۔ بالکل صاف اور آسان تھا۔ لیکن ہمارے پاس

اُس کے مقاصد کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اس لئے ہمیں واقعات کے صرف کچھ حصّے معلوم ہو سکتے تھے۔ جس سے یہ معاملہ نہایت پیچیدہ معلوم ہوتا تھا۔ مجھے مسٹر سٹیپلٹن سے دو دفعہ ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور یہ سارا معاملہ اب ایسا صاف ہو گیا ہے کہ مجھے اس کے کسی ایسے حصّے کا علم نہیں جو اب ہمارے لئے ایک راز ہو۔ تمہیں میرے مقدمات کی ترتیب وار فہرست میں عنوان "ب" کے تحت کچھ یادداشتیں ملیں گی"۔

میں۔ "شائد تم مجھے اپنے حافظے کی ہی مدد سے یہ واقعات سُنا دو گے"۔

ہومز۔ "لیکن میں اس بات کا ذمہ وار نہیں کہ مجھے سب کچھ یاد ہو۔ انتہا درجے کی دماغی یکسوئی کی ایک عجیب خاصیت یہ ہے۔ کہ گزشتہ کے واقعات اس پر سے محو ہو جاتے ہیں۔ ایک بیرسٹر کو جسے اب اپنا سارا مقدمہ بر نوک زباں ہے۔ اور جو اب تک ایک ماہر کے ساتھ اس کے متعلق کسی نکتے پر بحث کر سکتا ہے۔ ایک ہی ہفتے کے بعد یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ عدالتوں میں ایک دو ہفتوں کی پیشیوں کے باعث وہ یہ سب کچھ بھول گیا ہے۔ اسی طرح میرے مقدمات بھی اپنے ماقبل کو صفحۂ دماغ سے مٹا دیتے ہیں۔ اور مِیڈموازل کیریری نے بھی باسکرویل ہال کو اسی طرح میرے دماغ سے بالکل خارج کر دیا تھا۔ ممکن ہے کہ کوئی اور مقدمہ میرے سپرد کیا جائے۔ تو وہ اس بے ایمان اپوڈ کو اور اس خوبصورت فرانسیسی خاتون کو بھی میرے دل سے باہر نکال مارے ..... خیر اس کُتّے والے مقدمے کے متعلق جہاں تک میں کہ سکنے کے قابل ہونگا۔ کہونگا۔ اور اگر میں کچھ بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلا دینا"۔

میرے تفتیش بلا شک و شبہ اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اس وقت وہ تصویر جھوٹ نہ کہہ رہی تھی۔ یعنی وہ فی الحقیقت راجر باسکرویل ہی تھا۔ وہ سر چارلس کے چھوٹے بھائی راجر باسکرویل کا بیٹا تھا۔ جس کا باپ بدنام ہو کر جنوبی امریکہ چلا گیا تھا۔ اور جس کے متعلق مشہور تھا۔ کہ وہ شادی کئے بغیر ہی دفنا یا گیا تھا۔ لیکن بات

یہ ہے۔ کہ اُس نے وہاں شادی کی تھی۔ اور اس کے ہاں ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔ جس کا نام اُس نے راجر یا سکرول ہی رکھا۔ چنانچہ اُس نے بڑے ہوکر وہاں ایک لڑکی بیریل نامی سے شادی کی جو کوسٹریکا میں اپنے حسن و جمال کے باعث شہرہ آفاق تھی۔ اور پھر وہاں سے پبلک کی ایک معتد بہ رقم اُڑا کر وینڈ بلیور کے نام سے انگلستان چلا آیا۔ جہاں آکر اُس نے ضلع یارک میں ایک سکول جاری کیا۔ اُس کے یہ پیشہ اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ دورانِ سفر میں جہاز پر اُس کی ایک مدقوق اُستاد سے شناسائی ہوگئی تھی۔ اور اس میں اُس کی کامیابی کا دارومدار زیادہ تر اسی قابل شخص پر تھا۔ یہ اُستاد مسمی فریزر کچھ عرصے کے بعد فوت ہوگیا۔ اور سکول کی حالت ابتر سے ناگفتہ بہ ہوگئی۔ چنانچہ ان میاں بیوی نے وینڈ بلیورز کی بجائے آسانی سے اپنا نام سٹیپلٹن رکھ لیا۔ اور پھر وہ اپنا بچا کھچا سرمایہ آئندہ کے متعلق تجاویز اور شوقِ حشرات بھی اپنے ساتھ ہی وہاں سے جنوبی انگلستان میں لے آیا۔ برٹش میوزیم[1] سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ وینڈ بلیور کا نام ایک خاص قسم کے پروانے کے ساتھ مستقل طور پر ملزوم ہوگیا ہے کیونکہ وہ اس کی تشریح و توضیح کرنے والا پہلا شخص تھا۔ علاوہ ازیں وہ اس مضمون کا ایک مستند اور مسلم الثبوت عالم تھا۔

اب ہم اُس کی زندگی کے اُس حصے کی طرف آتے ہیں۔ جو ہمارے لئے اتنی دلچسپی کا باعث رہا ہے۔ اس شخص نے اتفاقاً معلوم کر لیا تھا۔ کہ اُس کے اور اس قیمتی جائداد کے درمیان صرف دو آدمیوں کی زندگی حائل تھی۔ میرے خیال میں جب وہ پہلے پہل ڈیون شائر میں گیا۔ تو اُس کی تجاویز بالکل غیر معین تھیں۔ لیکن یہ شروع سے ہی ظاہر ہے کہ اُس کی نیت فاسد تھی۔ کیونکہ وہ اپنی بیوی کو بہن ظاہر کرتا تھا۔ اگرچہ اُس نے ابھی تفصیلات کا فیصلہ نہ کیا تھا۔ لیکن اس کے ذہن میں اُس کو اسے بطور آلہ استعمال کرنے کا پہلے سے ہی خیال تھا۔ چنانچہ اُس کا سب سے پہلا کام یہ تھا۔ کہ وہ اپنے آبائی گھر کے جس قدر نزدیک ہو سکے آباد ہو جائے

[1] لندن کا مشہور عجائب خانہ اور نمائش گاہ

اور اُس کا دوسرا کام سر چارلس باسکرول اور باقی پڑوسیوں کے ساتھ واقفیت پیدا کرنا تھا۔

سر چارلس نے خود ہی اُسے اس کُتے کی روایت سنا کر اپنی موت کا راستہ تیار کر دیا۔ سٹیپلٹن جانتا تھا۔ کہ بیچارے بُڈھے کا دل کمزور ہے اور کوئی صدمہ بھی اُس کے لئے مہلک ثابت ہوگا۔ یہ سب کچھ اُسے ڈاکٹر مارٹیمر سے معلوم ہوا تھا۔ نیز اُس نے سُنا تھا۔ کہ اس کُتے کے متعلق سر چارلس کے دل میں سخت وہم تھا۔ اور وہ اس روایت کے نہایت سنجیدگی سے قائل تھے۔ بس پھر کیا تھا۔ اُس کے وہم تھا دماغ نے سر چارلس کو مار ڈالنے کا ایک ایسا طریقہ نکال لیا۔ جس سے ممکن ہی نہ تھا کہ اصلی قاتل کو اُس کے کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔

یہ سوچ کر اُس نے اس خیال کی تکمیل نہایت چالاکی اور صفائی سے کی۔ ایک معمولی منصوبہ باز محض کسی وحشی کُتے پر ہی اکتفا کر لیتا۔ لیکن اس حیوان کو شیطان بنانے کے لئے مصنوعی ذرائع کا استعمال واقعی انتہائی درجے کی خداداد ذہانت کا ایک کرشمہ تھا۔ یہ کُتا اُس نے فلہم روڈ واقع لندن کے تاجران راس اینڈ منگلز سے خریدا۔ اُن کے پاس یہ سب سے زیادہ وحشی اور قوی کُتا تھا۔ وہ اسے ڈیون کی شمالی لائن پر لے گیا۔ تاکہ مفت میں لوگوں میں چرچا نہ ہو جائے۔ اور پھر خود اس کے ساتھ کئی میل تک دلدل پر پاپیادہ آیا۔ وہاں اُس نے اسے چھپا رکھنے کے لئے ایک محفوظ جگہ ڈھونڈھ نکالی۔ جہاں اُس نے اسے باندھ دیا۔ اور موقعے کا منتظر رہا۔

لیکن اس میں کچھ دقت باقی تھی۔ کیونکہ ضعیف العمر سر چارلس کو خواہ کوئی کتنی ہی ترغیب و تحریص کیوں نہ دیتا۔ وہ رات کے وقت باہر ہرگز نہ جاتے تھے۔ اور اسٹیپلٹن کا حاصل تلاش میں اُسے . . . . . . نہیں . . . . . اُس کے کُتے کو چند ایک کسانوں نے دیکھا تھا۔ اور اس سے اس خاندانی روایت کی تصدیق مزید ہو گئی۔ اُسے امید تھی کہ اُس کی بیوی سر چارلس کو تحریص دلا کر انہیں ہلاک کرا دیگی لیکن

یہاں وہ غیر متوقع طور پر خود مختار ثابت ہوئی۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی۔ کہ سر چارلس کو اس طرح اپنے پر مفتون کر کے پھر انہیں اُن کے دشمن کے حوالے کر دے۔ دھمکیاں بلکہ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مار پیٹ بھی کارگر نہ ثابت ہوئی۔ اُس نے صاف انکار کر دیا۔ جس سے کچھ عرصے تک سٹیپلٹن کو بالکل خاموش رہنا پڑا۔

لیکن اُسے اس دردِ سر سے جلدی ہی نجات مل گئی۔ یعنی سر چارلس نے جو اُسے اپنا دوست سمجھتے تھے۔ اس بدنصیب مسز لارا لونسز کے معاملے میں اُسے اپنا نائب بنایا۔ اور اُس نے اپنے آپ کو غیر شادی شدہ ظاہر کر کے اُس پر اپنا پورا سکہ جمالیا۔ بلکہ اُس نے اُسے یہ بھی سمجھایا۔ کہ اگر اُس نے اپنے خاوند سے طلاق حاصل کر لی۔ تو وہ اُس کے ساتھ شادی کر لیگا۔ لیکن جب اُسے معلوم ہوا۔ کہ سر چارلس مرحوم مارٹیمر کے مشورے پر جس کے ساتھ وہ بھی بظاہر متفق تھا۔ ہال چھوڑ کر چلے جانے والے تھے۔ تو اُس کے تمام ارادے یکجا ہو گئے۔ اُسے معلوم تھا۔ کہ اگر اُس نے فوراً کچھ نہ کیا تو ممکن تھا۔ کہ اُس کا شکار اُس کے ہاتھ سے نکل جائے۔ چنانچہ اُس نے مسز لونسز کو یہ خط لکھنے پر مجبور کیا۔ جس میں اُس نے اس ضعیف سے اُس کے چلے جانے سے پہلے ملاقات کی درخواست کی۔ پھر اُس نے ایک بناوٹی بہانے سے اُسے وہاں جانے سے باز رکھا۔ اور تب جا کر کہیں اُسے وہ موقع [illegible] جس کا وہ مدت سے منتظر تھا۔

شام کو وہ کومبے ٹیسی سے سوار ہو کر اور اپنے کتے پر وہ ناپاک مرکب لیپ کر اُسے وقت مقررہ پر دروازے پر پہنچا سکنے کے قابل ہو گیا۔ جہاں اُسے امید تھی کہ سر چارلس کھڑے انتظار کھینچ رہے ہونگے۔ کتا اپنے مالک کی [illegible] پر دروازے سے کود کر بدنصیب سر چارلس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اور وہ سہم کر اور خوف کے مارے [illegible] پھر اس کے آگے آگے چیختے چلاتے بھاگے اور راستے کے آخیر تک پہنچ کر وہ دل کی کمزوری اور خوف کے باعث ٹھہر گئے۔ کتا گھاس کی پٹڑی پر ہی جا رہا تھا۔ اور وہ راستے پر گر چکے تھے۔ اس لئے صرف اُنہیں کے پاؤں کے نشانات نہ تھا

دیتے تھے۔ اُن کو اس طرح پڑے دیکھ کر اغلباً وہ حیوان سونگھنے کے لئے نزدیک گیا ہوگا اور پھر انہیں مُردہ پاکر واپس چلا گیا ہوگا ۔ وہاں ہی ڈاکٹر مارٹیمر نے اُس کا نشان دیکھا۔ کُتّے کو جلدی ہی واپس مُلا کر گریمپن کی دلدل میں اُس کی کمینگاہ پر پہنچا دیا گیا ۔ اور یہ اسرار افسرانِ متعلقہ کو حیران و پریشان کرنے کے لئے دیہاتیوں کو خوف دلانے کے لئے اور ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے باقی رہ گیا +

اتنا تو سر چارلس باسکرول کی وفات کے متعلق ہُوا۔ تم نے اُس کی چالاکی دیکھی نا؟ اصلی قاتل کے خلاف کوئی مقدمہ ہی نہ تیار ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اُس کا شریک صرف ایک ہی تھا۔ جو اُس کا ساتھ کبھی نہ چھوڑ سکتا تھا۔ اور اس تجویز کا ناقابلِ تسلیم طور پر عجیب ہونا اُس کے مقصد کے لئے اور بھی مؤثر تھا۔ مسز سٹیپلٹن کو کُتّے کی موجودگی کا اور سر چارلس کے متعلق اپنے شوہر کے خیالات کا علم تھا مسٹر لوئنز کو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ لیکن ایک غیر منسوخ شدہ ملاقات کے وقت پر بھی جس کا صرف اُسی کو علم تھا۔ اُن کی وفات کا واقع ہونا اُس کے دل میں شبہات پیدا کرنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن چونکہ یہ دونوں اُس کے اثر کے تحت تھیں۔ اس لئے اُسے ان میں سے کسی کا بھی خطرہ نہ تھا۔ اُس کے کام کا پہلا حصّہ تو کامیابی سے سرانجام ہو گیا تھا۔ لیکن ابھی اس سے مشکل تر حصّہ باقی تھا +

ممکن ہے کہ سٹیپلٹن کو کسی اور وارث کے کینیڈا میں ہونے کا علم ہی نہ ہوا ہو۔ بہرصورت اُسے اپنے دوست ڈاکٹر مارٹیمر سے اس بات کا پتہ چل سکتا تھا۔ اور اُس کو اُسی سے سر ہنری کے آنے کی تفصیلات معلوم ہوئیں سٹیپلٹن کا پہلا خیال تو یہ تھا۔ کہ ڈیون شائر میں پہنچنے سے پہلے ہی اس نووارد کا لندن میں خاتمہ بالخیر کر دیا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ جب سے اُس کی بیوی نے سر چارلس کو دامِ تزویر میں پھنسانے سے انکار کیا تھا۔ تب سے اُسے اپنی بیوی پر بے اعتباری ہو گئی تھی اور وہ دیر تک اُسے اکیلا چھوڑ کر اُس پر سے اپنا رعب زائل کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا

چنانچہ اسی وجہ سے وہ اُسے اپنے ہمراہ لندن لایا۔ اور وہ دونوں یہاں آکر کریون سٹریٹ کے میکسبارو ہوٹل میں ٹھیرے۔ وہاں اُس نے اپنی بیوی کو کمرے میں ہی مقید رکھا۔ اور خود بھیس بدل کر خود ڈاکٹر مارٹیمر کے پیچھے پیچھے لے کر سٹریٹ میں آیا۔ اور پھر یہاں سے سٹیشن اور نارتھمبرلینڈ ہوٹل تک اُن کے تعاقب میں گیا۔ اُس کی بیوی کو اُس کی تجاویز کا کچھ پتہ چل گیا۔ لیکن وہ اپنے خاوند سے بہت خائف تھی ...... اور یہ ڈر اُس کی وحشیانہ برتاؤ پر مبنی تھا۔ اس لئے وہ اس مخدوش انسان کو متنبہ کرنے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ کیونکہ اگر یہ خط کہیں سٹیپلٹن کے ہاتھ میں آجاتا۔ تو اُس کی اپنی جان کی بھی خیر نہ تھی۔ آخر کار اُسے الفاظ کتر کر خط بھیجنے اور اس پر بگڑے ہوئے دستخط سے پتہ لکھنے کی ترکیب سوجھی۔ چنانچہ اُس نے پہلی دفعہ سر ہنری کو اس خطرے سے آگاہ کیا۔

سٹیپلٹن کے لئے سر ہنری کے لباس میں سے کسی ایک آدھ چیز کا حاصل کرنا نہایت ضروری تھا۔ تاکہ اگر کتے کے استعمال کرنے کی ضرورت پڑے تو وہ اُسے جس وقت چاہے اُن کی بُو پر لگا سکے۔ اپنی خصوصی بیباکی اور چالاکی کے ساتھ اُس نے فوراً اس بات کا تہیہ کر لیا۔ اور اس بات میں کسی قسم کے شک یا شبہ کی گنجائش نہیں۔ کہ اُس نے رشوت دیکر کسی خادم سے یہ مدد حاصل کی ہوگی۔ اتفاق سے پہلا بُوٹ نیا نکلا۔ وہ تو اُس کے لئے نکما تھا۔ اس نے پھر اُسے واپس کر کے ایک اور منگوایا ـــــ یہ واقعہ نہایت سبق آموز تھا۔ اس نے فیصلہ کن طور پر ثابت کر دیا۔ کہ فی الحقیقت ہمارا واسطہ ایک شکاری کتے سے پڑا تھا۔ کیونکہ کوئی اور قیاس نئے بوٹ کے بدلے پرانے بوٹ کے حاصل کرنے کے فعل کی تشریح نہ کر سکتا تھا۔ جتنا ہی کوئی واقعہ نرالا اور عجیب دکھائی دیتا ہے۔ اُتنا ہی زیادہ وہ قابلِ غور و توجہ ہوا کرتا ہے۔ اور اگرچہ ذرا سی چیز جو ایک معمے کو پیچیدہ تر بناتی ہے علمی طریقے سے باقاعدہ طور پر کی جائے تو عام طور پر وہی بات اس کی تشریح و توضیح کر دیا کرتی ہے۔

پھر دوسری صبح کو ہمارے دوست ہم سے ملنے آئے۔ تو سٹیپلٹن ان کے پیچھے ایک گاڑی پر تھا۔ اس کے ہمارے مکان اور میری شکل کے واقف ہونے سے مجھے خیال گزرتا ہے۔ کہ سٹیپلٹن کا مجرمانہ رویہ صرف اس باسکرول کے مقدمے تک ہی محدود نہ تھا۔ گذشتہ تین سالوں میں ملک کے غربی حصے میں چوری کی بہت سی ایسی وارداتیں ہوئیں۔ جن کے مجرموں کا بالکل سراغ ہی نہ ملا تھا۔ ان میں سے آخری واردات فوکسٹون کورٹ میں مئی کے مہینے میں ہوئی تھی۔ اور اس میں ایک خاص بات یہ تھی۔ کہ ایک لڑکے نے اس بھیس بدلے ہوئے چور پر یکایک حملہ کیا۔ تو اس نے جھٹ سے پستول داغ دیا...... اور مجھے اس میں شک نہیں کہ سٹیپلٹن ہی اپنی زوال پذیر آمدنی کو اس طرح سے بڑھاتا رہا ہے۔ اور وہ کئی سال سے ایک نڈر اور بیباک زندگی بسر کرتا رہا ہے۔

اس کی تدبیر اور مستعدی کا ہمیں اس صبح کو تجربہ ہوا تھا۔ جب وہ ہمیں جل دے کر نکل گیا تھا۔ اور پھر اس نے کیسی بیباکی سے میرا نام ہی گاڑیبان کے ہاتھ کہلا بھیجا۔ اسی لمحے اسے معلوم ہو گیا تھا۔ کہ میں نے لندن میں یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس لئے یہاں رہ کر اسے کوئی امید نہ رہ سکتی تھی۔ چنانچہ وہ واپس جا کر سر ہنری کے وہاں پہنچنے کا انتظار کھینچنے لگا۔

میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "ذرا ٹھیرنا۔ اگرچہ تم نے بہت سے واقعات خوب سنائے ہیں۔ لیکن ایک بات کی تشریح نہیں کی...... جب اس کا مالک لندن میں تھا تو کتے کا کون پرسانِ حال تھا؟"

ہومز نے "میں نے اس اہم معاملے پر بھی توجہ دی ہے۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ سٹیپلٹن کا کوئی اور بھی شریک تھا۔ اگرچہ یہ بات قرین قیاس نہیں۔ کہ اس نے اپنے منصوبے اسے بتا دئے ہوں۔ میریپٹ ہاؤس میں ایک بوڑھا ملازم مسمی انتھونی تھا۔ یہ شخص اب کہیں بھاگ گیا ہے۔ سٹیپلٹن کے ساتھ اس کے تعلقات اس کے سکول ماسٹری کے زمانے تک ثابت کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے اسے

ضرور معلوم ہوگا۔ کہ یہ دونوں میاں بیوی تھے۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی دیکھئے کہ ایتھونی نام انگلستان میں کم ہی ہوتے ہیں۔ البتہ ہسپانیہ اور امریکہ کے ہسپانی ممالک میں یہ نام بکثرت ہے۔ یہ شخص بھی مسز سٹیپلٹن کی طرح اگرچہ صحت کے ساتھ انگریزی میں بات چیت کر سکتا تھا۔ لیکن اپنی مالکہ کی طرح اس کے لب ولہجے میں کچھ تتلاہٹ سی تھی۔ میں نے خود اس بوڑھے کو سٹیپلٹن کے اسی راستے پر سے گریمپن کی دلدل میں جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس لئے اغلب یہی ہے۔ کہ اپنے مالک کی عدم موجودگی میں وہی کُتے کی غور و پرداخت کرتا رہا ہوگا۔ اگرچہ اُسے یہ معلوم نہ ہوگا۔ کہ اُس نے اُسے کس مقصد کے لئے رکھا ہُوا تھا۔

سٹیپلٹنز پھر ڈیون شائر میں چلے گئے۔ جہاں تم اور سر ہنری بھی اُنکے پیچھے پیچھے پہنچ گئے۔ اب میں ایک دو لفظ اپنے متعلق بھی بتاتا ہوں۔ کہ اُس وقت میں کیا کر رہا تھا۔ شائد تمہیں یہ یاد ہوگا۔ کہ اُس کاغذ کے نشانات دیکھنے کے لئے اُس کا نہایت غور سے ملاحظہ کیا تھا۔ ایسا کرتے ہوئے یہ میری آنکھوں کے قریب تھا۔ اور مجھے ایک خفیف سی میٹھی میٹھی خوشبو کا احساس ہُوا۔ جسے سفید عطر یاسمن کہا جاتا ہے۔ پچھتر خوشبوئیں ایسی ہیں۔ اور ایک ماہر جرائم کے لئے ان میں تمیز کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور میرے ذاتی تجربے میں بھی ایک سے زیادہ بار انہیں شناخت کر لینے سے مجھے بہت مدد ملی ہے۔ اس خوشبو سے مجھے خیال آیا۔ کہ ہو نہ ہو اس کاغذی پردے میں صنف نازک کا کچھ ہاتھ ہے اور اسی وقت سے سٹیپلٹنز میرے خیال میں کھٹکنے لگے۔ اس طرح وہاں جانے سے پیشتر ہی میں نے مجرم پہچان لیا تھا۔ اور مجھے شکاری کُتے کی موجودگی کا علم بھی ہو گیا تھا اب میرا کام سٹیپلٹن کو دیکھنا تھا۔ یہ ظاہر تھا۔ کہ تمہارے ساتھ رہ کر میں کچھ نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح وہ خاص طور پر محتاط ہو جاتا۔ اس لئے میں ہر ایک کو دھوکا دے کر خود وہاں چلا گیا۔ حالانکہ لوگ سمجھتے تھے۔ کہ میں لندن میں ہوں۔ اگرچہ ان چھوٹی موٹی باتوں کو مقدمات کی تفتیش میں بہت کم

دخل ہونا چاہئے۔ لیکن میری تکالیف اتنی نہ تھیں۔ جتنی کہ تم سمجھتے رہے ہو۔ میں نے اپنے وقت کا اکثر حصہ کومبٹ ریسی میں ہی گذارا۔ اور دلدل پر کی کوٹھری کو صرف اسی وقت استعمال کیا۔ کہ جب میں نے سمجھا۔ کہ میدانِ کارزار پر میرا موجود ہونا لازمی تھا۔ کارٹرائٹ کو میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اور وہ ایک دیہاتی لڑکی کے بھیس میں میرے لئے بہت کارآمد ثابت ہُوا۔ اُجلے کپڑوں اور غذا کے لئے میں اُسی کا محتاج تھا۔ جب میں سٹیپلٹن کو دیکھا کرتا تھا۔ تو کارٹرائٹ عام طور پر تم پر نظر رکھتا تھا۔ اس طرح میرے ہاتھ میں سب کی سب رسیاں ہوتی تھیں ؂

میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں۔ کہ تمہاری اطلاعات مجھے جلدی ہی پہنچ جاتی تھیں۔ کیونکہ بیکر سٹریٹ سے وہ فوراً کومبٹ ریسی میں بھیج دی جاتی تھیں۔ وہ میرے لئے بہت مفید ثابت ہوئیں۔ اور ان میں سے بالخصوص سٹیپلٹن کی سرگذشت کا ایک سچا واقعہ جو اُس نے سرسری طور پر بیان کیا تھا۔ نہایت کارآمد نکلا۔ اس سے میں اُن میاں بیوی کا حلیہ ملانے کے قابل ہو گیا۔ اور مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ میں کہاں کھڑا تھا۔ یہ مقدمہ بیرمور کے مفرور رشتہ دار کی وجہ سے بہت پیچیدہ ہو گیا تھا۔ تم نے یہ بھی نہایت عمدہ طریق سے صاف کر دیا۔ اگرچہ تمہارے مشاہدات بھی میرے قیاسات کے عین مطابق اُترے ؂

جب تم نے مجھے دلدل پر سے ڈھونڈھ نکالا۔ تو اس وقت مجھے ان سب واقعات کا کماحقہٗ علم تھا۔ لیکن میرے پاس کوئی ایسا مقدمہ نہ تھا۔ جسے میں کسی عدالت میں لے جاتا۔ اور سرہنری کی جان لینے کے ارادے سے سٹیپلٹن کی اس رات کی کوشش کے بعد بھی جس کا شکار وہ مجرم ہو گیا تھا۔ اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہ مل سکتا تھا۔ جس سے ہم مقدمہ چلا سکتے۔ آخر میں نے دیکھا کہ اُسے عین موقعے پر پکڑنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لئے میں نے سرہنری کو بظاہر تن تنہا اور غیر محفوظ واپس آنے دیا۔ ہم نے یہ تو کر دیا لیکن اس

سے ہمارے مؤکل کو بہت نقصان پہنچا۔ خیر سٹیپلٹن تو اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا اور خدا خدا کر کے ہمارا مقدمہ مکمل ہؤا۔ سر ہنری کا اس طرح سے مخدوش ہونا واقعی میری بدانتظامی کی وجہ سے تھا۔ لیکن ہمیں کیا معلوم تھا۔ کہ یہ کتا اتنا تند اور ہیبتناک ہوگا۔ کہ اسے دیکھ کر ہمارے ہاتھ پاؤں پھُول جائیں گے۔ اور نہ ہی ہم کُہر اور دُھند کے متعلق کوئی پیشینگوئی کر سکتے تھے۔ بہرکیف ہم اپنا کچھ نقصان کرنے کے بعد کامیاب تو ہو گئے۔ لیکن ڈاکٹر مارٹیمر اور اس مرض کا معالج خصوصی دونوں یقین دلاتے ہیں۔ کہ یہ نقصان عارضی ہے۔ ایک طویل سفر نہ ہی صرف ہمارے دوست کے رگ و ریشہ کو بحال کر دیگا۔ بلکہ اُن کے مجروح جذبات پر بھی مرہم لگا دیگا۔ انہیں اس خاتون سے نہایت گہری محبت تھی۔ اور انہیں افسوس زیادہ تر اسی بات کا ہے۔ کہ اُن کو اس نے کیوں دھوکا دیا۔

اب صرف اس خاتون کا حصہ باقی رہتا ہے۔ اور اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں۔ کہ وہ ایک بہت بڑی حد تک سٹیپلٹن کے اثر کے تحت تھی۔ معلوم نہیں۔ کہ اس اثر کی وجہ محبت تھی یا خوف تھا۔ اور کچھ تعجب نہیں۔ کہ دونوں باتیں ہی ہوں۔ کیونکہ یہ جذبات باہمی طور پر متضاد نہیں ہیں۔ بہرحال یہ نہایت مؤثر تھے۔ اس کے کہنے پر وہ اس کی بہن کہلائے جانے پر رضامند ہو گئی۔ اگرچہ اُسے اپنے اس رُعب کی حقیقت اُس وقت معلوم ہو گئی ہو گی۔ جب اُس نے اُسے براہ راست ایک قتلِ عمد میں شریک ہونے کو کہا تھا . . . وہ اپنے خاوند کا ذکر کئے بغیر کئی بار سر ہنری کو آگاہ کرتی رہی۔ خود سٹیپلٹن میں بھی رقابت کے جذبات موجود تھے۔ کیونکہ جب اُس نے سر ہنری کو اُس پر ملتفت دیکھا۔ تو اگرچہ یہ اُس کی اپنی اپنی تجویز کے مطابق ہی تھا۔ لیکن وہ یہ برداشت نہ کر سکا۔ اور وہ اتنا آتش بپا ہؤا۔ کہ اپنی متانت کے باوجود وہ اپنی جوشیلی فطرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس راہ و رسم کی اعانت و دستگیری کرنے

سے اُس کا مُدعا یہ تھا۔ کہ اس سے سر ہنری کی میریپٹ ہرس میں آمد و رفت بڑھ جائیگی اور کبھی نہ کبھی اُسے کوئی خاطر خواہ موقعہ مل جائیگا۔ لیکن عین آخری دن یکا یک اُن کی بیوی بگڑ بیٹھی۔ منفرو رمجرم کی موت کی کچھ بھنک اس کے کان میں پڑ گئی تھی۔ اور وہ یہ بھی نہ جانتی تھی۔ کہ جس شام سر ہنری اُن کے ہاں مدعو تھے۔ اُسی شام کو وہ کُتا بھی اُس نے شاگرد پیشہ لوگوں کے مکانات میں لا رکھا تھا اُس نے اپنے خاوند کو اس کے مجوزہ جُرم پر لعنت ملامت کی۔ جس سے دنگے فساد تک نوبت پہنچ گئی۔ اور اسی دَوران میں اس نے پہلی بار اُسے جتلایا کہ اُس کی کوئی رقیب بھی تھی۔ اُسی لمحے اُس کی وفا شعاری انتہائی تنفر تک پہنچ گئی۔ اور سٹیپلٹن نے آثار و قرائن سے جانچ لیا۔ کہ وہ اُس کا بھانڈا پھوڑ دیگی۔ چنانچہ اُس نے اُسے اس امید پر باندھ دیا۔ کہ جب سارے دیہات کے لوگ سر ہنری کی موت کو اُن کی خاندانی بدنصیبی سے منسوب کرینگے۔ تو وہ اپنی بیوی کو دلاسا دیکر اس بات پر منا لیگا۔ کہ وہ بھی ویسے ہی سمجھے جیسا کہ عوام سمجھتے تھے۔ اور اس راز کو مخفی رکھے۔ لیکن میرے خیال میں یہ محض اُس کا حُسن ظن تھا یا خیال خام تھا۔ کیونکہ اس صورت میں بھی اس کا انجام کچھ کم خوفناک نہ ہوتا ــــ ایک عورت جس کے رگ و ریشہ میں ہسپانی خون موجزن ہو۔ اس قسم کی غلطی ایسی آسانی سے معاف نہیں کر سکتی۔ اور اب واٹسن میں اپنی یادداشت دیکھے بغیر تمہیں مزید تفصیلات نہیں بتا سکتا۔ نہ ہی میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ضروری بات باقی رہ گئی ہے ؛

وہ اپنے خبیث کُتے کی مدد سے سر ہنری کو بھی اُن کے چچا کی طرح محض خوف دلا کر نہ مار سکتا تھا؟

ہومز۔ کُتا وحشی تھا۔ اور وہ بھوک کے مارے ادھ مؤا ہو رہا تھا۔ اگر محض اُس کی شکل ہی خوف دلا کر مار نہ سکتی تھی۔ تو کم از کم مدمقابل بھی مقابلے

کے قابل نہ رہ سکتا تھا؟"

میں۔ بیشک! لیکن اب ایک مشکل باقی رہ گئی ہے یعنی اگر سٹیپلٹن جائداد کا مالک بن بھی جاتا۔ تو وہ اس بات کا کیا جواب دے سکتا تھا کہ وہ اس کا آئندہ وارث ہو کر اس کے اتنے نزدیک کسی اور نام سے کیوں رہتا تھا؟ پھر وہ کسی قسم کا شک و شبہ پیدا کرنے کے بغیر اس کی ملکیت کا دعویٰ کیونکر کر سکتا تھا؟"

ہومز:- "واقعی یہ ایک بڑی بھاری مشکل ہے۔ بلکہ مجھے ڈر ہے کہ تم یہ سوال میری معلومات سے بڑھ کر کر رہے ہو۔ ماضی اور حال کے واقعات کی تو میں تفتیش و تحقیق کر سکتا ہوں۔ لیکن ایک شخص کے آئندہ طرز عمل کے متعلق جواب دینا کارے دارد۔ مسز سٹیپلٹن نے اپنے خاوند کو بعض اوقات اس موضوع پر کچھ کہتے سُنا ہے۔ یا تو وہ جنوبی امریکہ میں انگریزی افسران کے سامنے اپنی وراثت کے ثبوت پیش کر کے براہ راست وہاں سے ہی دعویٰ ملکیت کر دیتا۔ یا وہ کچھ دنوں کے لئے اپنے لندن کے عرصۂ قیام میں نہایت احتیاط کے ساتھ کوئی بھیس بدل سکتا تھا۔ اور یا وہ کسی کے ساتھ مل کر اپنی آمدنی میں سے کچھ رقم دیکر اُسے بطور مالک یہاں بھیج دیتا۔ اور اب مائی ڈیر واٹسن! ان گذشتہ چند ہفتوں میں ہم سخت مصروف رہے ہیں۔ کیوں نہ ہم اپنے خیالات کسی دل خوش کُن شاہراہ پر لے جائیں؟ تھیئٹر میں میرے لئے ایک بکس مخصوص ہے ..... کیا تم نے ریزکیس کی بھی کوئی چیز سُنی ہے۔ ..... اچھا تو کیا میں ..... تمہیں آدھ گھنٹے میں تیار ہو جانے کی تکلیف دے سکتا ہوں؟ ..... ہاں ہم راستے میں جاتے ہوئے مارسینی کے ہاں سے کھانا کھاتے چلیں گے۔"

ختم شد

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD

Post Graduate Library